رویّے

میرے حضور کے

امیر حمزہ

میرے حضور ﷺ

دارالاندلس
Ph 92-42-7230549
Fax: 92-42-7247639
www.dar-ul-andlus.com

نام کتاب

روئے میرے حضور ﷺ کے

تالیف

اسید خسرو

سرورق .... ضیاء الرحمن

کمپوزنگ .... محمد شفیق

ناشر .... دارالاندلس

قیمت ....

پبلشرز ایجنڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس ® اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز

ہملیٹ روڈ، چوبرجی لاہور پاکستان

رویے میرے حضور ﷺ کے

ایک ایسی کتاب جس میں درج

- ہر حدیث صحیح اور حسن۔
- گستاخانہ خاکوں کا مدلل جواب۔
- حقوق انسانی پر مشتمل سیرت کا انوکھا شاہکار۔
- غیر مسلموں اور ذمیوں کے ساتھ ہمدردی لاجواب۔
- عورتوں اور بچوں کے حقوق کا خوب خیال۔
- جانوروں کے حقوق کا تحفظ بے مثال۔
- گھریلو اور خاندانی زندگی پھول گلاب۔

روپے میرے حضور ﷺ کے

یہود کے ساتھ حسن اخلاق

عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک

﴿مشرکوں کے ساتھ بہتر برتاؤ﴾

﴿جانوروں کے حقوق کا تحفظ﴾

﴿خواتین کے حقوق کا تحفظ﴾

﴿بچے اور باپ کے محبت آمیز ناطے﴾

﴿ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل﴾

﴿جان سے بڑھ کر مہربان ... سردارِ دو جہاں﴾

﴿رفاہ عامہ کی حفاظت وامان﴾

﴿ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق﴾

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأنبياء : ۱۰۷]

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ [الأحزاب : ۴۵، ۴۶]

''بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہی تورات میں بھی فرمایا تھا: ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے۔'' (نیز آپ کی مزید صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں

گے اور اللہ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر لیں، یعنی جب تک وہ ان سے "لا إله إلا الله" کا اقرار نہ کرا لیں، چنانچہ اس کلمۂ توحید کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو سننے والا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿إنا أرسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا﴾: ٤٨٣٨]

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ سیرتِ نبوی اور اُسوۂ محمدی ہی وہ واحد منبع فیض ہے، جس سے معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور زندگی سنورتی ہے۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے ایک امتی کے سامنے نبی ﷺ کی مکمل شخصیت ابھر کر سامنے آ جاتی ہے، سیرت کا قاری دیکھتا ہے کہ نبی ﷺ کا اخلاق، رہن سہن، عادات واطوار، اندازِ تربیت اور دعوت کا طریقہ کار کیسا تھا؟ ان کی عائلی ومعاشرتی اور سیاسی زندگی کے کیا رنگ ڈھنگ تھے۔

"روپے میرے حضور ﷺ کے" نامور مصنف مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ کی تصنیف ہے، جو انھوں نے ان ایام میں مرتب کی جب دعوت وجہاد کے جرم کی وجہ سے ان کے گھر کو سب جیل قرار دے کر انھیں اسیری اور نظر بندی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے قلم تھاما اور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے شگفتہ اور ایمان افروز رویوں کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں قلم بند کر دیا ہے اور رسولِ رحمت کے خاکوں کی شرانگیز جسارت کرنے والوں کو جواب دینے کی سعی کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ امریکہ ویورپ کے اہل کتاب کے لیے بھی ایک بہترین تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے مصنف محترم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور اہل اسلام کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حنیف اللہ خالد

مدیر دار الاندلس

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

تاثرات

پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ

محترم بھائی امیر حمزہ ﷾ کی کتاب "روپے میرے حضور ﷺ کے" دیکھی۔ کتاب میں روانی اور الفاظ کی جولانی تو وہی ہے جو حمزہ صاحب کی تحریر و تقریر کا خاصہ ہے لیکن اس کتاب کے حوالے سے جو بات زیادہ نمایاں طور پر سامنے آئی ہے وہ حمزہ صاحب کا رسول اللہ ﷺ کی محبت میں پر جوش ہونا ہے۔ اور ہر واقعہ سے استدلال کر کے نبی ﷺ کی شخصیت کے دفاع میں گستاخانِ رسول ﷺ کو لا جواب کرنا ہے۔ جو بھی کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ خوش اور مطمئن ہو گا کہ ہمارے بھائی اور امت کے خیر خواہ امیر حمزہ صاحب نے دشمنانِ اسلام کو گستاخیوں کا جواب دے کر ہر محبِ رسول ﷺ کی ترجمانی کی ہے اور صحابیِ رسول ﷺ حسان ﷜ والا کردار ادا کیا ہے۔ اللہ ان کی محنت قبول فرمائے اور عام لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

"سیرت کے سچے موتی" نام سے سیرت کی کتاب امیر حمزہ صاحب پہلے بھی لکھ چکے ہیں جسے بحمد اللہ خوب پذیرائی ملی۔ لیکن اس کتاب میں انداز نرالا ہے۔ تحریر میں ایک درد ہے جو دلوں میں گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ غالباً اس کی وجہ لکھتے وقت حمزہ صاحب کا اسیر ہونا ہے۔ اسیری بھی سنت انبیاء ہے۔

دین کے داعی حضرات کو اسیری کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے پھر وہ دعوت جس میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب بھی شامل ہو کسی صورت بھی دشمنانِ دین کو برداشت نہیں۔

چنانچہ جب بمبئی حملے ہوئے تو یو، این، او کی طرف سے ایکشن ہوا اور انڈیا کی غلط اطلاعات پر جماعت کو بین کیا گیا۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی جماعۃ الدعوۃ کے خلاف پابندیوں والی قرار داد منظوری کے بعد حکومت پاکستان نے جن لوگوں کو نظر بند کیا ان میں محترم امیر حمزہ صاحب شامل ہیں۔ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اسلام اور حرمتِ رسول ﷺ کے دفاع کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

نظر بندی میں لکھی ہوئی کتاب میں حالات کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ یہ بھی ایک تاریخ ہے۔ حمزہ صاحب اور ان کی کتاب بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل کر لے جن سے اللہ اپنے دین کے دفاع کا کام لیتا ہے۔ اور ان سے راضی ہوتا ہے۔ خود بھی محبت کرتا ہے اور جبریل علیہ السلام کے ذریعے فرشتوں کو ایسے مخلص لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ قبول فرمائے اور مزید توفیق سے نوازے۔ آمین!

محمد سعید

E116 جوہر ٹاؤن

سب جیل لاہور

سب جیل سے

امریکی فوجی افسر نے گوانتاناموبے جیل میں قرآن مجید کو ٹھڈے مارے۔ اوراق کو گٹر میں بہایا۔ تحریک انصاف کے سربراہ جناب عمران خان نے نیوز ویک کے حوالے سے اس خبر کو عام کیا۔ پاکستان میں پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ نے اس خبر کو سنا تو قرآن کا حافظ تڑپ اٹھا۔ اس نے دینی اور سیاسی قائدین کو مرکز القادسیہ میں دعوت دی۔ تحریک حرمت قرآن کی بنیاد رکھی۔ سیکرٹری جنرل کے لیے میرا نام لیا۔ سب نے اتفاق کیا پھر یہ تحریک عالم اسلام کے شانہ بشانہ ملک بھر میں خوب چلی۔

مغرب نے اللہ کے رسول ﷺ کے خاکے بنا ڈالے۔ پیارے رسول ﷺ کا محب پروفیسر حافظ محمد سعید پھر تڑپ اٹھا۔ سب کو بلا کر تحریک حرمت رسول ﷺ بنا دی۔ راقم کنوینر بن گیا۔ حافظ صاحب کا یہ جملہ قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر عام ہوا:

''حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے۔''

قرآن کی حرمت اور صاحب قرآن جناب محمد کریم ﷺ کی حرمتوں کے پاسبان کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے دہشت گرد قرار دے دیا جرم یہ بتلایا گیا کہ ممبئی میں جو حملے ہوئے ہیں ان کے ذمہ دار حافظ صاحب ہیں۔ انڈیا کے واویلے کو ثبوت مان کر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے دہشت گرد قرار دینے کا مظاہرہ اتنی جلد بازی میں کیا کہ اس پہ ساری دنیا حیران رہ گئی کیونکہ کشمیر پہ رائے شماری کی قراردادیں سلامتی کونسل کو کبھی یاد نہیں آئیں

جنہیں انڈیا نے مسترد کر رکھا ہے جب کہ حافظ صاحب محترم کو فوراً دہشت گرد قرار دے دیا گیا۔

حقیقت میں حافظ صاحب کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ کشمیر کے ستم رسیدہ مسلمانوں کے حق خودارادیت کی بات کرتے ہیں ہندوستان میں مظلوم مسلمانوں پر ہندو تنظیموں کے مسلم کش فسادات کی بات کرتے ہیں۔

قارئین کرام! مجھ جیسے مسکین کو بھی گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ حافظ صاحب محترم سے انڈیا خوف کھائے چلو یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے مگر مجھ جیسے کمزور آدمی سے نہ جانے انڈیا کو کیا خوف لاحق ہے..... خوف میں مبتلا کرنے کا میرا ایک جرم یہ بھی ہے کہ میں نے چند سال قبل ہندو مذہب اور کلچر کا تفصیل سے مطالعہ کر کے ایک کتاب لکھی جس کا نام "ہندو کا ہمدرد" ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر بہت سارے ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔

اس خالص دعوتی اور علمی کتاب پر بھی انڈیا کو اس قدر تکلیف ہوئی کہ انڈیا نے فوراً امریکہ کے دربار وائٹ ہاؤس میں شکایت درج کرا دی چنانچہ امریکی وزارت خارجہ نے ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۷ء میں جو عالمی رپورٹ شائع کی اس میں سابق امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے میرا نام بھی درج کر دیا اور وزارت خارجہ نے لکھا کہ مسٹر امیر حمزہ نے انڈیا کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے مگر اس کے خلاف حکومت پاکستان نے کوئی ایکشن نہیں لیا..... جماعت اسلامی کے امور خارجہ کے نگران جناب عبدالغفار عزیز نے یہ رپورٹ مجھے دکھائی تو میں حیران رہ گیا کہ امریکہ اس قدر انڈیا کی ناز برداری کرتا ہے کہ ہمارے قلم کی ہمدردانہ تحریر اور زبان سے نکلی ہوئی تقریر بھی برداشت نہیں کرتا..... یوں اپنے امیر محترم حضرت حافظ صاحب کے ہمراہ مجھ جیسے فقیر کو بھی پس دیوار زنداں کر دیا گیا۔

پہلے ایک مہینہ نظر بندی کے احکام جاری ہوئے۔ ایک مہینہ ختم ہوا تو دو مہینے کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔ محترم حافظ عبدالرحمٰن مکی کی کوششوں سے ۹ مارچ ۲۰۰۹ء کو ہمیں لاہور ہائی کورٹ کے ریویو بورڈ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بورڈ تین ججوں مسٹر جسٹس میاں نجم الزمان،

مسٹر جسٹس فضل چوہان اور مسٹر جسٹس شبر رضا رضوی پر مشتمل تھا۔ بورڈ نے قاضی کاشف نیاز اور یاسین ہوتچ کو رہا کر دیا۔ جبکہ امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید اور مجھ سمیت مفتی عبد الرحمان الرحمانی اور کرنل (ر) نذیر احمد کی نظر بندی میں دو ماہ کا مزید اضافہ کر دیا۔

قارئین کرام! میں تقریر سے تو محروم ہو ہی گیا تھا۔ میں نے ہاتھ میں قلم تھامنے کا فیصلہ کیا اور اپنے حضور ﷺ کی حرمت کے تحفظ میں لکھنے کا پروگرام بنا لیا۔ میں تو پچھلے ایک سال سے بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی شریف کا مطالعہ کر رہا تھا۔ حقوق انسانی سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کے اقوال و افعال کے موتی چن رہا تھا۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ سے احادیث لیتے ہوئے میں نے حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی کی تخریج اور حافظ صلاح الدین یوسف کی تحقیق کو سامنے رکھا۔ یہ دونوں کتابیں مجھے مکتبہ دار السلام کے مدیر مولانا عبد المالک مجاہد نے تحفہ میں عنایت فرمائیں۔ ترمذی اور نسائی سے احادیث اخذ کرتے ہوئے محدث عصر حضرت الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی صحیح ترمذی اور صحیح نسائی کا مطالعہ کیا۔ یوں میں نے اپنے موضوع سے متعلق صحاح ستہ سے تمام احادیث جمع کر لیں۔

میرا موضوع یہی تھا کہ انڈیا اور مغرب نے جن گستاخان کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اور اب خاکے بنا دیے ہیں ان سب کا جواب قرآن سے دوں گا۔ صحیح اور حسن احادیث سے دوں گا۔ عقلی، منطقی اور فطری دلائل سے دوں گا۔ نظر بند ہوا تو موقع مل گیا۔ یوں میرے مہربان مولا کریم نے اسیری کے دنوں میں مجھ سے یہ کام مکمل کروا دیا۔

قارئین کرام! میں زیر نظر کتاب کے بارے میں کچھ نہیں لکھوں گا کیونکہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بس اتنا عرض کروں گا کہ اللہ کے فضل سے مجھے امید ہے کہ جو بھی غیر مسلم اسے پڑھے گا۔ میرے حضور ﷺ کے خاکے بنا کر گستاخی کرنے والے پر پھٹکار ضرور ڈالے گا۔ باقی میری خواہش اور کوشش تو یہی رہی کہ جو اس کتاب کو پڑھے وہ توحید و

رسالت کی گواہی دے کہ میرے حضور ﷺ کا پیروکار بن جائے ..... اور جو مسلمان پڑھے وہ عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا، باپ ہو یا بیٹا، ماں ہو یا بیٹی، خاوند ہو یا بیوی ..... وہ نہ صرف یہ کہ اپنے مقام کو پہچان کر مثالی بن جائے بلکہ وہ دوسروں کو مثالی انسان بنانے کے لیے یہ کتاب بانٹتا پھرے۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ حقوق انسانی، خدمت خلق، تکریم انسانیت اور حسن اخلاق کے جواہر پاروں کو کس حد تک خوبصورتی سے سجانے میں کامران ہوا ہوں ..... اپنے حضور ﷺ کی محبت کو دلوں کا نور اور آنکھوں کا سرور بنانے میں قلم کو کتنے حسین انداز سے چلا سکا ہوں یہ آپ بتائیں گے۔ آپ فیصلہ کریں گے۔

مغرب کے گستاخ خاکوں کا جواب دیتے ہوئے مجھے آج بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ اپنے پیارے حضور ﷺ کے دفاع میں "روئے میرے حضور ﷺ کے" کی تکمیل پر انتہائی درجے مسرت ہو رہی ہے۔ اس پر مسرت موقع پر میں پاکستان کے ان زعماء اور لیڈروں کا بھی شکریہ ادا کروں گا کہ "تحریک حرمت قرآن" اور "تحریک حرمت رسول ﷺ" میں جنھوں نے حصہ لیا۔ اسلام آباد میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ لاہور میں پروگرام ہوئے۔ پروفیسر حافظ محمد سعید، محترم قاضی حسین احمد، راجہ ظفر الحق، رفیق تارڑ، مولانا سمیع الحق، چوہدری شجاعت حسین اور مشاہد حسین سید، ڈاکٹر اسرار احمد، پروفیسر ساجد میر، مولانا فضل الرحمان، مولانا ساجد نقوی، مولانا فضل الرحیم، مولانا عبدالجلیل نقوی، ابتسام الٰہی ظہیر، علامہ محمد صدیقی، صاحبزادہ ابو الخیر زبیر، قاری زوار بہادر، ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی اور دیگر قد آور سیاسی شخصیات شریک ہوئیں۔

میاں محمد نواز شریف اور شہباز شریف کا شکریہ کہ انھوں نے جدہ میں جلاوطنی کے دن گزارتے ہوئے اپنی جماعت کو تحریک حرمت قرآن اور حرمت رسول ﷺ میں بھرپور حصہ لینے کی ہدایت کی چنانچہ خواجہ سعد رفیق اور زعیم قادری نے اس جدوجہد میں قید و بند کی

صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

پاک فوج کی نامی گرامی شخصیات، جنرل (ر) اسلم بیگ، جنرل (ر) حمید گل، جنرل (ر) فیض علی چشتی، پاک بحریہ کے ایڈمرل (ر) اے کے سروہی شریک ہوئے۔

لاہور اور اسلام آباد کے پروگراموں میں میڈیا کی نامی گرامی شخصیات محترم مجیب الرحمن شامی، پروفیسر مغیث الدین شیخ، الطاف حسن قریشی، خوشنود علی خان، عرفان صدیقی، جمیل اطہر، مہتاب عباسی، عبدالودود قریشی، عطاء الرحمن، عطاء الحق قاسمی، حامد میر اور دیگر صحافی زعماء شریک ہوئے۔

وہ شخصیات جو مندرجہ بالا دونوں تحریکوں کا مستقل حصہ بن کر آج تک جدوجہد میں مصروف ہیں میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں..... حرمت قرآن اور حرمت رسول ﷺ کی مبارک جدوجہد کا بدلہ ان سب احباب گرامی کو اللہ ہی عنایت فرمائے گا۔

اسمائے گرامی یہ ہیں:

انجینئر سلیم اللہ خان، مولانا عبدالمالک، سینیٹر سید سجاد بخاری، پروفیسر عبدالرحمن لدھیانوی، حافظ عاکف سعید، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، نصیر احمد بھٹہ، مولانا امجد خان، امیر العظیم، حافظ عبدالغفار روپڑی، حافظ محمد ادریس، اعجاز احمد چوہدری، مولانا مخدوم منظور احمد، مولانا عبدالخبیر آزاد، لطیف خان سراء، حمید الدین المشرقی، مولانا خورشید احمد گنگوہی، سید نوبہار شاہ، علامہ علی غضنفر کراروی، سید راحیل شاہ، قاری محمد یوسف احرار، سید ضیاء الحسن شاہ۔

تحریک حرمت قرآن اور تحریک حرمت رسول ﷺ کی طرف سے میں ان ملکوں کو بھی خصوصی طور پر خراج تحسین پیش کروں گا جنھوں نے حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی ناموس وحرمت کی حفاظت کے لیے دینی غیرت وحمیت کا عملی اظہار کیا۔ مسلمان ملکوں میں سب سے پہلے اور خاص طور پر سعودی عرب کو خراج تحسین کہ خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز ؒ کی حکومت نے ڈنمارک سے اقتصادی روابط ختم کیے۔ سفارتی تعلقات منقطع

کرنے کی دھمکی دی۔ سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کے رسول ﷺ سے بے پناہ محبت کرنے والے بادشاہ تھے۔ ان کے بیٹے شاہ عبد اللہ حفظہ اللہ نے بھی باپ کی طرح حب رسول ﷺ کا عملی ثبوت دیا۔

سوڈان اور اس کے غیرت مند صدر عمر البشیر کو خراج تحسین کہ انھوں نے خرطوم میں سفیروں کو بلا کر مغرب کی گستاخیوں پہ احتجاج کیا..... ایران، مصر، فلسطین، الجزائر، ترکی، مراکش، گلف کی عرب ریاستیں، لبنان، اردن شام میں بڑے بڑے مظاہرے ہوئے۔ انڈونیشیا، ملائیشیا اور دیگر ان تمام مسلمان ملکوں کو خراج تحسین جہاں کے حکمرانوں اور عوام نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اور گستاخ خاکوں کا مذموم سلسلہ رک گیا حتیٰ کہ پاکستان کی کوششوں کی وجہ سے اقوام متحدہ نے احترام مذاہب کی قرارداد کو اپنے چارٹر کا حصہ بھی بنا دیا۔

لیکن اس کے باوجود گستاخ اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہیں آ رہے۔ ڈنمارک کا اخبار "جیلنڈز پوسٹن" جس نے ستمبر ۲۰۰۵ء میں توہین آمیز خاکے شائع کیے تھے۔ ان خاکوں کو اپریل ۲۰۰۹ء میں ڈنمارک کی فری پریس سوسائٹی نے عام فروخت کے لیے مذموم مہم شروع کر دی ہے۔ محترم مجید نظامی نے ۱۲ اپریل کے نوائے وقت میں اداریہ لکھا ہے اور مسلمانوں کی غیرت کو جگاتے ہوئے بتلایا ہے کہ ڈنمارک کا وزیر اعظم راسموسین جو توہین آمیز خاکوں کی پشت پناہی کرنے والا تھا اسے حال ہی میں امریکہ نے نیٹو (Nato) کا سربراہ بنا دیا ہے...... اس کا مطلب ہوا ہمیں حرمت رسول ﷺ کی پاسبانی کے لیے مسلسل جاگنا ہوگا۔ زیر نظر کتاب جگائے رکھنے کی یہ ایک کوشش ہے۔

آخر پر اپنی اہلیہ محترمہ ام خزیمہ کا شکریہ جس نے ساتھ ساتھ ساری کتاب کا مطالعہ کیا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ جو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ روزانہ تین وقت بہت سارے لوگوں کا کھانا بھی پکاتی رہی۔ مہمانوں کی مہمان نوازی بھی کرتی رہی، جیل کے عملے

اور باہر کیمپ میں موجود پولیس کے جوانوں کے لیے کھانا بھی تیار کرتی رہی۔ بچے اس خدمت میں ہاتھ بٹاتے رہے۔ عبدالرشید ترابی جیسے خدمت گزار نے باہر کی ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے تعاون کی وجہ سے میں ذہنی طور پر پرسکون رہا اور اپنے پیارے حضور اکرم ﷺ کی حرمتوں کی پاسبانی کرتا رہا۔

بطور خاص اپنے امیر محترم حضرت حافظ صاحب کا شکریہ کہ ان کی دعاؤں، محبتوں اور شفقتوں بھرے پیغامات اور تحریر نے پرعزم دل کو مزید حوصلہ مند کر دیا۔

برادرم ابوالہاشم، خالد بشیر، خالد ولید، حافظ عبدالرؤف اور قاری محمد یعقوب شیخ کا خصوصی شکریہ جنھوں نے ملاقاتوں کے تسلسل کو برقرار رکھا۔

محترم حافظ عبدالسلام، پروفیسر حافظ عبدالرحمان مکی، پروفیسر ظفر اقبال، حاجی محمد سعید، حافظ عبدالغفار مدنی، مولانا شمشاد احمد سلفی، مولانا میاں محمد جمیل ایم اے، حافظ سیف اللہ منصور، مولانا سیف اللہ قصوری، مولانا یوسف تیمی، پروفیسر عبدالستار حامد، نوید قمر، مولانا نصر جاوید، ریاض، حافظ فیاض، مولانا طاہر نقاش، جناب یحییٰ مجاہد، بابا جی ابوالوفاء، ابوسعد شبیر، عبدالرحمٰن شاد، اسلم خان، شیخ ایوب، جناب ابوذر، ابوعمران، افتخار، محمد ارشد، مولانا خالد سیف الاسلام، مولانا عبدالعزیز مدنی، مولانا حازم صاحب، حافظ ابوالحسن، ابوبصیر، عبداللہ منتظر، مولانا عبدالماجد سلفی، میاں افضل، مولانا ادریس فاروقی، علی عمران شاہین، محمود، عبدالمنان، عبدالمجید سلفی، نبی احمد، عتیق الرحمان چوہان اور دیگر تمام بزرگان عظام اور احباب گرامی کا شکریہ جو مجھ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، پیغامات بھیجنے والے احباب گرامی کا بھی شکریہ۔

سب کے لیے دعاگو ہوں کہ اے مولا کریم! قیامت کے دن اپنے پیارے حبیب اور خلیل جناب محمد کریم ﷺ کے ہاتھوں حوض کوثر کا جام پلا دینا۔ شعب ابی طالب میں محصور

تیرے پیارے رسول ﷺ بھی قید رہے۔ آپ ﷺ کی سنت میں ہماری قید کو شرف قبولیت فرما دینا۔ اس کے بدلے میں آخرت کے قید خانے سے رہائی عطا فرما دینا۔

(آمین یا رب العالمین)

امیر حمزہ بن نذیر احمد
0300-4078613
سب جیل، لاہور کینٹ
ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ
اپریل 2009ء

مکہ سے مدینہ تک اک طائرانہ نگاہ

اک خوبصورت بچے کی آمد آمد:

عزت وجلال اور جمال وکمال والا میرا مولا اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اس بچے کو کسی ایسے علاقے میں پیدا کرتا جہاں سرسبز وشاداب پہاڑ ہوتے پھر اس بچے کو جس وادی میں پیدا فرماتا اس وادی کی بلندیوں سے آبشاریں گرتیں۔ چشمے فواروں کے مناظر پیش کرتے۔ جھرنے اپنے اپنے رنگ بھرتے، نالوں میں شفاف پانی بہتے۔ جن پتھروں پہ نالے بہتے وہ پتھر سرخ وسفید ہوتے، سرمئی ہوتے، دھاری دار، خوبصورت، گول مٹول اور چپٹے ہوتے، نالے جب موڑ مڑتے تو پانی اپنا شور پیدا کرتا۔ ان پانیوں میں رنگ برنگی مچھلیاں کودتیں تو پانی کے جو چھینٹے اڑتے وہ طلوع آفتاب کی کرنوں کو اپنے اندر جذب کرتے پھر وہ قطرے رنگوں کے آبدار موتی دکھلائی دیتے۔ درختوں پہ بیٹھے پرندے چہچہاتے۔ اڑتی اور پھدکتی رنگ برنگی چڑیاں اپنے نغمے گاتیں، پھلدار درختوں کی ٹہنیاں نالوں کے کناروں پہ جھکی جھکی ہر راہ گزر کو اپنی طرف کھینچتیں اور ہر رسیلا پھل یہاں سے گزرنے والے کے منہ میں رال ٹپکاتا، ہرن چوکڑیاں بھرتے اور پہاڑی گائیاں بکریاں اپنے تھن دودھ سے بھرے شام کے منظروں میں گھروں کو لوٹتیں۔

جی ہاں! ایسے علاقے، ایسی وادیاں، ایسے خوبصورت مناظر مشرق وسطیٰ کے کئی ملکوں میں موجود ہیں۔ ایشیا میں نظر آتے ہیں۔ افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ امریکہ اور

آسٹریلیا میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن میرے مولا کی اپنی پسند ہے اس نے عالم رنگ و بو کا خوبصورت ترین اور حسن وجمال کا آخری پیکر پیدا کیا تو ایسی سرزمین کا انتخاب کیا جہاں خشک اور سوکھے پہاڑ تھے۔ کہیں سبزہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جی ہاں! اس بچے کو جس شہر میں پیدا کیا اس کا نام مکہ ہے۔ اس مکہ کی آبادی کے چاروں طرف خشک پہاڑ ہی پہاڑ تھے اور جب ان پہاڑوں کو عبور کر کے آگے بڑھا جاتا تھا تو تب بھی خشک پہاڑیاں ہی دکھلائی دیتی تھیں۔

مزید آگے بڑھا جائے تو بے آب وگیاہ ریگستان، صحرا کے ٹیلے..... پتھریلے علاقے اور سخت چٹانیں ہی چٹانیں دیکھنے کو ملتی تھیں۔ صحرائی جھاڑیاں تھیں جنہیں اونٹ کھاتے دکھائی دیتے ہیں، کبھی کبھار قسمت یاوری کرے اور بارش ہو جائے تو کچھ کچھ سبزہ ہو جاتا تھا جس کے چرنے کو بکریاں بھی دکھلائی دے جاتی تھیں۔ اسی طرح پینے کو پانی میسر تھا تو وہ بارش کا کھڑا پانی ہی ہوتا تھا۔ بس اسی پہ زندگی کا مدار تھا۔ کھجوروں کے درخت بھی یہاں موجود تھے ان کا وجود اس وجہ سے تھا کہ خشک پہاڑوں اور ریگستانوں کا یہ درخت اسی طرح سخت جان ہوتا ہے جس طرح اونٹ سخت جان ہے جو کئی کئی دن پانی کے بغیر گزارا کر لیتا ہے۔ آگ کی طرح تپتی ریت پہ سفر کرتا ہے اور صحرائی جھاڑیاں کھا کر گزارا کر لیتا ہے۔ اونٹنی ایسے ماحول میں رہ کر اپنے تھنوں میں دودھ اتارتی ہے اور اپنے مالک کے لیے خوراک کا باعث بنتی ہے۔

واہ میرے مولا! تیرے فیصلے اور حکمتیں تو ہی جانے کہ تو نے اس دنیا کا خوبصورت ترین بچہ پیدا کرنے کا فیصلہ کیا تو پہاڑوں اور ریگستانوں کی سرزمین جزیرۃ العرب میں مکہ کا انتخاب کیا، مکہ کے شہر میں بس ایک ہی چشمہ تھا۔ اس کے پانی کو زم زم کہا جاتا ہے یہ کنویں کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ یہ خانہ کعبہ کے صحن میں واقع ہے آج دنیا بھر کی لیبارٹریوں نے ثابت کیا ہے کہ اس پانی جیسا صحت مند پانی دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔

خشک پہاڑ، بے آب وگیاہ ریگستان میں واقع مکہ شہر میں آج سے چودہ سو سال قبل صورت وسیرت کے لحاظ سے دنیا کا حسین ترین بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بچہ جس خاندان میں

پیدا ہوتا ہے وہ خاندان خانہ کعبہ اور زم زم کا رکھوالا ہے۔ اس خاندان کا آغاز کچھ اس طرح سے ہوا کہ!

خوبصورت بچے کا خاندان:

ہزاروں سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے چلے اپنی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ساتھ لیا حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنا ننھا شیر خوار اسماعیل علیہ السلام گود میں اٹھالیا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو یہاں چھوڑا اور واپسی کا قصد کرلیا۔ بیوی نے پوچھا! ہمیں کس کے سہارے پہ چھوڑ چلے ہو؟ کہا: اللہ کے حکم پر اور اسی کے سہارے پر۔ بیوی نے کہا تب ہمیں اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ جب کچھ دنوں بعد وانہ پانی ختم ہوا تو منظر کچھ یوں بن گیا کہ ننھا اسماعیل علیہ السلام پانی کی پیاس سے بلک بلک کر رو رہا تھا۔ پھر وہ ایڑیاں رگڑنے لگ گیا پھر اس کی زبان تالو سے چمٹ گئی۔ اس کی ماں حضرت حاجرہ علیہا السلام صفا اور مروہ نامی پہاڑیوں پر دوڑنے لگی وہ بے بسی سے دوڑ رہی تھی کہ شاید کوئی بندہ نظر آجائے اس سے پانی مل جائے اور اس کا نور چشم بچ جائے۔ حضرت حاجرہ علیہا السلام نے اچانک کیا دیکھا کہ ننھے اسماعیل علیہ السلام کے پاس سے چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ اس کا پانی فوارے کا منظر پیش کر رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑیں جگر کے ٹکڑے اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

پانی کی وجہ سے اب یہاں آبادی ہونے لگی ہے۔ ننھا اسماعیل علیہ السلام بھی بڑا ہو گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مختلف اوقات میں یہاں آکر اپنے اہل خانہ کی خبر گیری کرتے رہتے تھے۔ اب باپ بیٹے نے کعبہ کی بنیادوں کو از سر نو کھڑا کر دیا۔ اللہ کا گھر بھی بن گیا اور عبادت کرنے والے بھی وجود میں آگئے۔

جی ہاں! یہ قریش خاندان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہی اولاد ہے جو خانہ کعبہ اور زمزم کے پانی کی نگرانی کرتا ہے۔ قریش میں سے اب ایک اور خاندان ہے اس کا نام بنو ہاشم ہے۔ یہ خاندان کعبہ اور زم زم کا نگران ہے۔ عبدالمطلب سارے مکہ کا سردار ہے اس کے

ایک بیٹے کا نام عبداللہ ہے۔

خانہ کعبہ کا حج کرنے سارے عرب سے لوگ یہاں آیا کرتے تھے۔ اور ہر سال آیا کرتے تھے۔ یوں عبدالمطلب سارے عرب کے سرداروں میں سب سے محترم ترین سردار تھا۔ یاد رہے! وہ دور ایسا دور تھا کہ دلیری اور قوت کا مدار جسمانی قوت پر ہوتا تھا گھڑسواری تیغ بازی اور تیر اندازی وغیرہ کا تمام تر انحصار جسمانی قوت پر ہی تھا۔ اسی لیے سردار اور حکمران لوگ اپنے بیٹوں کے ایسے نام رکھتے تھے جس سے خونخواری ٹپکے۔ رعب و دبدبے کا اظہار ہو چنانچہ اردشیر اور اسفند یار جیسے نام رکھے جاتے تھے یعنی شیر کے ساتھ یاری دوستی رکھنے والا۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایسا دلیر ہے جو شیر کی طرح اپنے مخالفوں کو چیر پھاڑ دے گا۔

عبدشمس بھی نام رکھا جاتا تھا یعنی سورج کا بندہ چونکہ سورج کی پوجا بھی ہوتی تھی تو اس سے شرک کی بو آتی تھی..... اللہ کی قدرت دیکھتا ہوں تو حیران ہو جاتا ہوں کہ اس دور میں سردار عبدالمطلب نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام "عبداللہ" رکھا۔ یعنی یہ اللہ کا بندہ ہے۔ اللہ کا غلام ہے۔ اس میں توحید کا پیغام بھی ہے اور بندے کے لیے اپنے رب کی بندگی اور عاجزی کا پیام بھی۔

حضرت عبداللہ کی شادی جس خاتون سے ہوئی ان کا نام "آمنہ" ہے۔ یعنی امن دینے والی۔

اللہ اللہ .. جناب عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ تو شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اپنے اللہ کے پاس چلا گیا جبکہ جناب حضرت عبداللہ کی زوجہ محترمہ حضرت آمنہ امید سے تھیں۔ ان کا گھر بیت اللہ شریف اور زم زم کے کنویں سے کوئی ایک سو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ ان کا خاوند تو فوت ہو چکا تھا مگر اللہ نے ایک آنے والے مہمان کی امید لگا دی تھی یہ امید ایسی امید ہے جو ایک عورت کے لیے بہت بڑا سہارا ہوتی ہے۔ حضرت آمنہ اسی امید کو خوابوں میں

بسائے شب و روز گزار رہی تھیں کہ ایک روز انھوں نے خواب دیکھا۔ اس خواب کا تذکرہ حضور نبی اکرم ﷺ خود اپنی زبان مبارک سے کرتے ہیں (کہ جب میری والدہ محترمہ مجھے اپنی امید کا مرکز بنائے ہوئے تھی تو) انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔

قارئین کرام! امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث کی کتاب مستدرک میں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس خواب کا تذکرہ کیا ہے اس کی سند کا درجہ "حسن" ہے۔

لوگو! زندگی کا دارومدار پانی پر ہے اور دنیا کا سب سے اچھا پانی..... سب سے پاکیزہ پانی۔ تمام پانیوں سے صحت مند پانی ہر طرح کی آلودگی سے پاک پانی زم زم کا پانی ہے۔

حضرت آمنہ نے یہی پانی پی کر اپنے بچے کی پرورش کی ہے۔ میرے حضور ﷺ ابھی اس دنیا میں تشریف نہیں لائے مگر خواب کا پیغام یہ ہے کہ آنے والا بچہ عرب کی سنگلاخ زمین کو ہی علم کے نور سے امن و سلامتی کا گہوارہ نہیں بنائے گا بلکہ شام میں جو دنیا کی سپر پاور کے سرخ محلات ہیں وہ بھی آنے والے بچے کی سیرت کے نور سے جگمگائیں گے۔ اور دنیا بھر میں امن و سلامتی کا راج ہوگا۔

ننھے محمد ﷺ کی تشریف آوری:

قارئین کرام! میرے اور تمھارے حضور ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں موسم بہار تھا۔ صبح کا وقت تھا سوموار کا دن تھا۔ ربیع الاول کی ۹ یا ۱۲ تاریخ تھی۔ عام الفیل یعنی ہاتھیوں والا سال تھا۔ دنیا کا آخری خوبصورت بچہ پیدا ہو چکا تھا۔ یہ ایسا خوبصورت تھا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ آپ ﷺ چاند کی طرح خوبصورت تھے۔

قارئین کرام! میں اپنے حضور ﷺ کو دنیا کا آخری خوبصورت بچہ اس لیے کہتا ہوں کہ جو نبی اور رسول ہوتا ہے وہ جس طرح سیرت کے اعتبار سے ساری دنیا سے اعلیٰ ترین ہوتا ہے، اسی طرح صورت میں بھی ساری دنیا سے بڑھ کر اعلیٰ و اولیٰ ہوتا ہے۔ اور چونکہ

میرے حضور ﷺ آخری رسول ہیں ..... ان کے بعد رسول کوئی نہیں لہٰذا قیامت تک نہ کوئی ایسی سیرت والا کوئی پیدا ہوگا اور نہ صورت والا ہی کوئی آئے گا۔

دادا عبدالمطلب نے اس ننھے بچے کا نام محمد ﷺ رکھ دیا ہے۔ لوگ حیران تھے کہ لفظ تو بے شک عربی ہے مگر ایسا نام آج تک نہیں رکھا گیا۔ محمد ﷺ کا مطلب ہے روئے زمین کے تمام انسانوں میں جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔

ایثار اور خدمت خلق:

میرے حضور ﷺ چھ سال کے تھے کہ والدہ محترمہ وفات پا گئیں آٹھ سال کے تھے کہ دادا عبدالمطلب وفات پا گئے۔ اب پرورش چچا جان کرنے لگے جن کا نام ابوطالب تھا۔

میرے حضور ﷺ نے اب اپنا قدم مبارک جوانی میں رکھ دیا ہے زندگی ایسی پاکیزہ ہے کہ عرب کے لوگوں کی گواہی کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جس طرح چادر میں لپٹی پردہ نشین کنواری لڑکیاں شرم و حیا کرتی ہیں حضور ﷺ اس سے کہیں بڑھ کر شرم و حیا والے تھے۔

کردار اس قدر مضبوط تھا کہ عرب کے لوگوں نے آپ ﷺ کا ایک نام اپنی طرف سے رکھ دیا۔ یہ نام تھا "صادق" یعنی سچ بولنے والا پھر جب آپ ﷺ نے کاروباری زندگی میں قدم رکھا تو عرب کے لوگوں نے آپ ﷺ کا نام "امین" رکھ دیا یعنی انتہائی امانت دار۔ آپ ﷺ نے کاروباری زندگی کا آغاز بکریاں چرانے سے کیا..... دیانت کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ مکہ کی ایک مالدار تاجرہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو بیوہ تھیں آپ ﷺ کی خدمات حاصل کیں۔ ان کا مال شام کی طرف امپورٹ اور ایکسپورٹ ہوتا تھا۔ میرے حضور ﷺ نے یہ کام کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس سال تھی۔ وہ اپنے فوت شدہ خاوند کے چند بچوں کی ماں تھیں۔ میرے حضور ﷺ ۲۵ سال کے انتہائی خوبصورت گبھرو جوان تھے۔ مگر

ایک بیوہ خاتون کا سہارا بننے کے لیے آپ ﷺ نے یہ پیشکش قبول فرمائی اور یوں میرے حضور ﷺ شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔

میرے حضور ﷺ کے خاکے بنانے والو! میرے حضور ﷺ نے جوانی میں ایک بیوہ، بچوں والی اور ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ شادی کی اور شادی کے تقریباً اگلے پچیس سال اس کے ساتھ گزار دیے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ میرے حضور ﷺ کی چار بیٹیاں حضرت زینب، حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن اور تین بیٹے طیب، طاہر اور قاسم رضی اللہ عنہم اسی خاتون سے پیدا ہوئے آپ ﷺ نے جس طرح اپنے بچوں کی پرورش کی اس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان بچوں کی پرورش کی۔ جو پہلے خاوند سے تھے...... ارے ظالمو! تم یہ حقیقت کیوں بھول جاتے ہو؟ ایثار اور قربانی کا یہ لازوال منظر کیوں فراموش کرتے ہو؟ ......اور آؤ اب دیکھو ایک اور نظارہ......!

میرے حضور ﷺ چالیس سال کے جب ہوئے تو جبل نور کی چوٹی پر غار حراء میں فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کر گیا...... حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جب آپ گھر لوٹے تو آپ ﷺ کا دل دھڑک رہا تھا آپ ﷺ نے اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھ پر چادر ڈال دو...... مجھ پر چادر اوڑھ دو۔

غمگسار بیوی نے اپنے شوہر پر چادر ڈالی اور گھبراہٹ کا سبب پوچھنے لگیں۔ جب گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کو حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات کی تفصیل بتائی اور خدشے کا اظہار کیا کہ مجھے تو اپنی جان خطرے میں محسوس ہوتی ہے۔......

صحیح بخاری میں ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جھٹ سے بولیں!

بالکل نہیں...... اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا اللہ آپ کو کبھی پریشان نہیں کرے گا اس لیے کہ میں دیکھتی ہوں آپ ﷺ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ آپ ﷺ

بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ کما کر بے وسیلہ لوگوں کی جیب میں ڈال دیتے ہیں۔ مہمانوں کی عزت و تکریم کرتے ہیں اور ظالموں، غاصبوں کا جس قدر بھی دباؤ ہو اسے نظر انداز کر کے حق کا ساتھ دیتے ہیں... بھلا آپ ﷺ کو اللہ کیسے پریشان کرے گا؟ اٹھیے! میرے ساتھ چلیے۔

خاکے بنانے والو! پتا ہے اب میرے حضور ﷺ کہاں گئے۔ رفیقہ حیات کہاں لے کر گئیں...؟ جی ہاں! اس شخص کے پاس جو عیسائی تھا... کرسچین تھا۔ صحیح بخاری میں ہے وہ عبرانی زبان کا کاتب تھا۔ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتا تھا...... یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کا بیٹا تھا۔ اس کا نام ورقہ بن نوفل تھا۔ اس نے جب سارا واقعہ سنا تو پکار اٹھا:

"هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِيْ أَكُوْنُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ"

''یہ تو وہی ناموس (خیر کا راز دان) ہے۔ جس کو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ کاش! آج میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب (نبوت کے پیغام کی وجہ سے) آپ کو آپ ﷺ کی قوم اس شہر (مکہ) سے نکال دے گی۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی]

اے خاکے بنانے والے عیسائیو! ورقہ بن نوفل عالم تھے۔ بوڑھے تھے... میرے حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کی پہلی تصدیق انھوں نے کی... یہ منظر کیوں بھول جاتے ہو...... اسے اپنے ذہنوں میں نقش کیوں نہیں کرتے؟

خدمت خلق کی باتیں کرنے والو! میرے حضور ﷺ کی زندگی خدمت خلق میں گزری...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پانچ جملے بولے...... تم لوگ خدمت خلق کے جس قدر بھی شعبے بناتے چلے جاؤ ان پانچ جملوں سے باہر نہ جا سکو گے۔ جی ہاں! وہ جملے جو میرے حضور ﷺ کی خدمت خلق کے آئینہ دار ہیں۔

توحید کی دعوت

ہم مورتیوں کی عبادت نہیں کرتے:

جی ہاں! میرے حضور ﷺ اب خدمت خلق کے ساتھ ساتھ توحید کی دعوت بھی دینے لگ گئے۔ شروع میں لوگوں کے لیے صرف خدمت کا کام تھا اب لوگوں کے لیے توحید کی دعوت کا بھی آغاز ہو گیا...... توحید کی دعوت اب اولیت حاصل کر گئی۔ کیونکہ وحی کی اساس اور اسلام کی بنیاد ہمیشہ سے توحید کی دعوت ہی رہی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے ہر پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز توحید ہی سے کیا..... اللہ کے آخری رسول جناب محمد کریم ﷺ نے بھی دعوت کا آغاز توحید ہی سے کیا۔

مکہ کے لوگ اللہ کو مانتے تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت بھی کرتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ کعبہ کو اللہ کا گھر مانتے تھے..... اس کا طواف بھی کرتے تھے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ طواف کرتے ہوئے یہ لوگ " لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ " بھی کہتے تھے۔ یعنی اے اللہ! ہم تیرے دربار میں حاضر ہو گئے۔ تیرا کوئی شریک نہیں..... اللہ کے رسول ﷺ اس موقع پر ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے " وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ " اگلا جملہ کہنے سے رک جاؤ اس میں تمھاری ہلاکت ہے۔ ٹھہر جاؤ یہیں رک جاؤ..... مگر یہ لوگ کب ٹھہرنے والے تھے وہ طواف کرتے جاتے اور اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے جاتے:

« إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ »

"مگر وہ شریک کہ جو تیرا اپنا ہی ہے۔ اس شریک (بزرگ) کا مالک بھی تو ہی ہے
وہ (بزرگ) خود (کسی چیز کا) مالک نہیں ہے۔"

میرے حضور ﷺ نے ان لوگوں کو آگاہ کیا اسی کا نام شرک ہے اور جو کسی انسان کو، انسان کی کسی مورتی کو، بزرگ کے کسی بت کو اللہ کی ذات اور صفات میں شریک کرتا ہے وہ مشرک بن جاتا ہے اور اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾ [النساء: ۱۱۶]

"اس حقیقت میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس حرکت کو بالکل معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے البتہ اس کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔"

میرے حضور ﷺ ان کو متواتر توحید کی دعوت دیتے چلے گئے۔ انھیں پکار پکار کر یہ کہتے چلے گئے۔ اوہ اللہ کے بندو! اللہ کو چھوڑ کر جن بزرگوں کی عبادت تم لوگ کرتے ہو یہ تو کسی رزق اور عنایت کے مالک ہی نہیں لہٰذا تمھیں کیا دیں گے......؟ اس پر ان میں سے کچھ لوگ جھٹ سے بولے:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾ [الزمر: ۳]

"جناب! ہم ان کی عبادت کب کرتے ہیں (ہم ان کے نام کی نذریں نیازیں تو محض اس لیے دیتے ہیں کہ) یہ ہمیں اللہ کے انتہائی قریب کر دیں۔"

اور چونکہ ہم بڑے گنہگار ہیں...... یہ ہستیاں بڑی نیک اور مقرب ہیں۔ اللہ ہماری سنتا نہیں ان کی موڑتا نہیں...... لہٰذا:

﴿ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ﴾ [یونس: ۱۸]

"یہ ہستیاں اللہ کے ہاں ہمارے لیے سفارش کر دیتی ہیں۔"

اور پھر ہمارے سارے اٹکے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔ مشکلیں دور ہو جاتی ہیں،

ضرور تیں پوری ہو جاتی ہیں۔

قارئین کرام! قریش مکہ میں سے ایسی باتیں وہ لوگ کرتے تھے جو میرے حضور ﷺ کی توحیدی دعوت کے دلائل کا وزن دل میں محسوس کرتے تھے اور پھر وہ معذرت خواہانہ انداز اپنا کر یہ کہنے پر مجبور ہوتے تھے کہ جی ہم بھلا ان کو خدا تھوڑا ہی سمجھتے ہیں اور اللہ کا شریک تھوڑا ہی مانتے ہیں ہم تو بس انھیں نیک بزرگ سمجھ کر ایسا کرتے ہیں..... لیکن میرے حضور ﷺ نے ان کے اس عذر کو بھی شرک میں ہی داخل سمجھا..... اور پھر جب ان کے عام لوگ ان ہستیوں کے سالانہ عرسوں پر جاتے تھے تو سجدے بھی کرتے تھے۔ طواف بھی کرتے تھے، مرادیں بھی مانگتے تھے۔ تب میرے حضور ﷺ انھیں باور کراتے تھے کہ یہی تو عبادت ہے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ بتلاؤ! یہ ان بزرگوں کی عبادت نہیں تو اور کیا ہے؟

الغرض! یہ لوگ میرے حضور ﷺ کے اب دشمن بن گئے۔ ابوجہل سب سے بڑا دشمن تھا۔ یہ سارے لوگ میرے حضور ﷺ کو ستاتے چلے گئے، پتھر مارتے چلے گئے، گالیاں دیتے چلے گئے۔ راہ میں کانٹے بچھاتے چلے گئے، الٹے سیدھے نام رکھتے چلے گئے، جادوگر اور دیوانہ تک قرار دیتے چلے گئے مگر میرے حضور ﷺ مسکراتے چلے گئے۔ ان کی ہدایت کی دعائیں کرتے چلے گئے۔ اس لیے کہ میرے حضور ﷺ ان کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ لوگو! یاد رکھو! اس سے بڑا خدمت خلق کا کام کوئی نہیں ہو سکتا۔ کسی کا دنیاوی دکھ دور کر دیا جائے بلاشبہ یہ خدمت خلق ہے لیکن اگر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے دکھوں سے بچا لیا جائے تو اس سے بڑی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی، چنانچہ میرے حضور ﷺ نے واضح کر دیا کہ تم لوگ جو چاہو مجھے کہتے چلے جاؤ اور جو چاہو کرتے چلے جاؤ میں تو تمھیں یہ دعوت دے کر رہوں گا تمھیں جہنم سے بچانے اور جنت میں داخل کرنے کی کوشش سے باز نہ آؤں گا اس لیے کہ سب سے بڑی ہمدردی توحید کی نعمت سے

مالا مال کرنے کی ہمدردی ہے اور میں !

« نَبِيُّ التَّوْبَةِ وَ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ »

[مسلم، کتاب الفضائل]

''توبہ کا نبی ہوں اور رحمت کا نبی ہوں۔''

اے ہندو حکمرانو !

اے ہندوستان کے ہندو حکمرانو ! بھارتیہ جنتا پارٹی برسر اقتدار آئی تو اس کے انتہا پسند لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم قریش مکہ اور ابو جہل کے وارث ہیں وہ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے ہم بھی بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کعبہ میں بت ہوا کرتے تھے جنھیں محمد (ﷺ) نے توڑا۔

جی ہاں ! واقعی تم ابو جہل کے وارث ہو اور میرے حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وارث ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تھا اسی لیے میرے حضور ﷺ نے مکہ فتح کر کے کعبہ میں موجود بتوں کو توڑا اور کعبہ اپنی اصل حالت پر لوٹ گیا۔ پاکیزگی کی وہ حالت اور اساس جو ابراہیم علیہ السلام نے قائم کی تھی کعبہ پھر اسی پر قائم ہو گیا۔ یوں اصل وارث ابو جہل نہیں میرے حضور ﷺ ہیں۔

اے ہندو انتہا پسندو ! ابو جہل کی وراثت کا تم نے حق ادا کیا۔ ابو جہل میرے حضور ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا تم نے بھی مسٹر رشدی کو کھڑا کیا۔ اس نے ناپاک ناول لکھا۔ اس میں میرے حضور ﷺ کو گالیاں دیں۔ اور پھر وہ برطانیہ جا بسا۔ ... پھر ایک عورت بنگلہ دیش سے اٹھی۔ یہ تسلیمہ نسرین تھی۔ اس نے بھی ناول لکھا۔ میرے حضور ﷺ کو گالیاں دیں تم نے اس عورت کو بھی اپنے بھارت میں پناہ مہیا کی۔

الغرض ! تم یہ کیسی حرکتیں کرتے ہو، مگر جس ذات کے خلاف کرتے ہو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیسی عظیم ذات ہے۔ وہ عظیم ہستی میرے حضور ﷺ ہیں۔ میرے حضور ﷺ پر

جو قرآن نازل ہوا...... اس میں اللہ کی طرف سے میرے حضور ﷺ نے ہم ایسے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

[الأنعام: ۱۰۸]

"یہ (مشرک لوگ) اللہ کو چھوڑ کر جن (بزرگوں کے بتوں اور مورتیوں) کو (مدد کے لیے) پکارتے ہیں۔ اے مسلمانو! تم ان (بتوں) کو مت برا بھلا کہنا وگرنہ یہ مشرک لوگ بھی دشمنی میں مبتلا ہو جائیں گے اور بے علمی میں اللہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں گے۔"

اے انتہا پسند ہندوؤ! دیکھو میرے حضور ﷺ کی مشفقانہ تعلیم اور تم ایسے شفیق اور پر رحمت حضور ﷺ پر یاوہ گوناول لکھنے والوں کو پناہیں دیتے ہو؟ ڈنمارک کے اخبار نے خاکے بنائے تو تم لوگوں نے بھی نقالی کرتے ہوئے میرے حضور ﷺ کے خاکے بنائے...... ارے جعلی خاکے بنانے والو! میرے حضور ﷺ کی سیرت کے اصلی مناظر ملاحظہ کرو...... ان مناظر کو ذہن کے صفحات پر نقش کر کے ذرا سوچ و بچار کرو۔

ابو جہل کے وارثو! ہاں، ہاں ......تم ابو جہل کے وارث ہو اور ہم اپنے حضور ﷺ کے وارث ہیں۔ میرے حضور ﷺ فرما گئے:

((إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ))

[ابو داؤد، کتاب العلم]

"نبیوں کے وارث علماء ہیں۔"

گالیاں کیوں نکالتے ہو۔ خاکے کیوں بناتے ہو...... ناول کیوں لکھتے ہو......؟ آؤ! ہم سے مکالمہ کرو...... اپنے حضور ﷺ کے وارث ہم موجود ہیں۔ تم اپنے بتوں کی مشکل کشائیاں ثابت کرو...... ہم ان کی بے بسی ثابت کرتے ہیں اور اپنے ایک اللہ کی عظمت سے آگاہ کرتے ہیں۔ ہم تمھارے کرشنا جی، ہنومان جی، رام جی اور شیوا جی کے بارے میں

تمھاری کتابوں سے باتیں کرتے ہیں۔ تم ہمارے قرآن پر ... ہماری صحیح اور حسن احادیث پر بات کرو..... آؤ! دلیل کے میدان میں آؤ.... میرے حضور ﷺ پر کیچڑ اچھالنے والوں کو پروٹوکول دے کر گھٹیا حرکتیں کیوں کرتے ہو؟

میرے حضور ﷺ جس طرح دعوت کے میدان میں تمھارے وارثوں مشرکین مکہ کے لیے سراپا رحمت وشفقت تھے اسی طرح ہم بھی تمھارے لیے دعوت کے فیلڈ میں سراپا رحمت وشفقت ہیں..... میرے حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"میرا اور میری امت کا معاملہ مثال کے طور پر کچھ ایسا ہے کہ ایک شخص نے آگ جلا ڈالی، پتنگے اور پروانے اس آگ میں گرنے لگ گئے چنانچہ میں...... اے میری امت کے لوگو! تمھاری کمروں کو پکڑ پکڑ کر تمھیں جہنم کی آگ سے بچاتا ہوں اور آوازیں بھی دیتا ہوں کہ آگ سے ہٹ جاؤ، جہنم سے بچ جاؤ، لیکن تم میرے ہاتھوں سے پھسلتے چلے جاتے ہو دھکم پیل کرتے ہوئے مجھ سے آگے بڑھ جاتے ہو اور جہنم میں جا گھستے ہو۔"

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل]

یہ ہیں میرے حضور ﷺ! ہم اپنے حضور ﷺ کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے تمھارے ساتھ ایسا ہی کر رہے ہیں، مگر تم... اے شرک کا ارتکاب کرنے والو! جہنم میں گھستے چلے جاتے ہو.... اپنی جانوں پہ ظلم کرنے والو! دیکھو.... یہ ہے میرے حضور ﷺ کا رحمت و مودت اور ہمدردی و غمگساری سے آراستہ اسوہ..... دکھلاؤ تو دنیا میں کسی ایسے مرشد کا نمونہ.....؟ اللہ کی قسم! دکھلا نہ دے گا۔

اے بزرگوں کے بتوں اور مورتیوں کے پجاریو! تمھارے بڑوں یعنی مشرکین مکہ..... اور تمھارے بڑوں کے سردار ابوجہل نے میرے حضور ﷺ کو حد درجہ ستایا..... ساتھ دینے والوں کو بھی خوب ستایا..... آخر کار اللہ نے ایک موقع پیدا کیا.. وہ یوں کہ! حج کے موقع پر یثرب کے لوگوں نے میرے حضور ﷺ کی دعوت کو جانا اور پہچان لیا... ستائے جانے

کے تکلیف وہ مناظر کو بھی بھانپ لیا چنانچہ انھوں نے درخواست کی کہ حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں..... اگلے سال یثرب والے پھر آئے اب کے انھوں نے اصرار کے ساتھ حضور ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی..... آپ ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمالی۔

ہندوؤ! تمھارے بڑوں یعنی مکہ کے مشرکوں نے کہا..... ہم جانے نہ دیں گے۔ قتل کر دیں گے یا قید کر دیں گے مگر میرے حضور ﷺ نے چپ چاپ خاموشی سے اپنے دوست ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیا۔ اونٹنی پہ بیٹھے اور چل دیے۔

پردیسی بادشاہ بن گئے؟

ڈنمارک کے لوگو! تم نے میرے حضور ﷺ کے خاکے بنائے۔ ذرا غور کرو۔ تمھارے ہاں آئینی بادشاہت موجود ہے۔ ملکہ موجود ہے۔ تمھارے ہاں یہ قانون ہے کہ ڈنمارک کا جو بھی بادشاہ بنے گا وہ ڈینش ہوگا ملکہ بنے گی تو وہ بھی ڈینش ہوگی اور صرف ڈینش ہی نہیں بلکہ اس کا ڈنمارک کے شاہی خاندان سے ہونا ضروری ہے۔ دنیا بھر میں یہی قانون ہے۔ برطانیہ ہو یا آسٹریلیا، اردن ہو یا مراکش قانون یہی ہے۔

جی ہاں! آج اکیسویں صدی میں بھی قانون یہی ہے۔ جمہوری ملکوں میں صدر بنے گا یا وزیراعظم اس کا بھی قانون یہی ہے۔ امریکہ کا صدر بنے گا تو امریکہ میں اس کی پیدائش ضروری ہے۔ اس کا عیسائی ہونا بھی ضروری ہے۔ جرمنی کا چانسلر بنے گا تو جرمنی کی شہریت ضروری ہے۔ جاپان کا صدر بنے گا تو جاپان کی شہریت ضروری ہے۔ پاکستان کا بنے گا تو یہاں کی شہریت ضروری ہے۔ فرانس کا صدر بنے گا تو فرانسیسی ہونا اور عیسائی ہونا لازم ہے۔

مگر مگر..... ذرا سوچو! خاکے بنانے والو! سوچو ..... چودہ سو سال قبل جب قبائلی نظام تھا..... تعصب زوروں پر تھا..... معمولی سی سرداری کے لیے سالہا سال جنگیں ہوتی تھیں.....

یارو! اس دور میں ایک ستایا ہوا مہاجر چلا جا رہا ہے۔ اس کا نام محمد ﷺ ہے۔ ساتھ ایک ساتھی ہے۔ ایک خادم ہے۔ صرف تین کا قافلہ ہے۔ لوگو! میرے حضور ﷺ سفید کپڑے

پہنے۔ سفید پگڑی زیب تن کیے ہوئے خشک پہاڑوں اور ریگستانوں کا سفر اونٹنی پر بیٹھے طے کیے چلے جا رہے ہیں۔ سفید رنگ تو آج بھی امن کا نشان ہے۔ جنگوں میں سفید جھنڈا لہرایا جاتا ہے۔ میرے حضور ﷺ سراپا سفید، رنگ بھی سفید، لباس بھی سفید.... امن کا سمبل۔ سکون اور وقار کا پیکر.... سلامتی کا شاہکار بنے چلے جا رہے ہیں۔

ذرا غور کرنا! مہاجر ہیں.... مہاجر اور لوکل کے درمیان تو لڑائیاں ہوتی ہیں.... حقوق پر دنگے فساد ہوتے ہیں۔ دنیا بھر میں ہوتے ہیں۔ آج بھی ہوتے ہیں۔ اکیسویں صدی میں ہوتے ہیں.... مگر میرے حضور ﷺ کیسے مہاجر ہیں کہ چودہ سو سال قبل کے قبائلی معاشرے نے.... یثرب کے لوکل لوگوں نے میرے مہاجر حضور ﷺ کو یثرب کا حکمران بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ حکمران کی حیثیت سے جا رہے ہیں.... لوگو! مجھے دنیا میں دوسری کوئی اور مثال دکھلاؤ، چھوڑو، چودہ صدیاں قبل کو.... آج کی روشن خیال دنیا میں دکھلاؤ..... سائنس اور ٹیکنالوجی کے عروج کی دنیا میں دکھلاؤ.... اس دور کو جسے مہذب کہا جاتا ہے اس میں دکھلاؤ، جرأت دکھلا سکو گے.... اللہ کی قسم نہ دکھلا سکو گے۔

یارو! پھر میرے حضور ﷺ کی زندگی کو پڑھو.... تعلیمات دیکھو.... میں نے اپنے حضور ﷺ کی سیرت پر جامع کتاب ''سیرت کے سچے موتی'' لکھی ہے۔ اسے پڑھو..... پھر دیکھنا! تمھارا دماغ کیسے خاکے بناتا ہے؟ ماننا پڑے گا میرے حضور ﷺ کوئی بے مثال شخصیت تھے تبھی تو تاریخ کا یہ ایک انوکھا اور منفرد کام ہوا ہے.... میرے حضور ﷺ نے ضرور عقیدہ و علم کے کوئی ایسے چراغ ان کے سینوں میں روشن کر دیے تھے کہ جن چراغوں کے نور نے تعصبات کے اندھیروں کو نابود کر دیا..... ایسا نابود کیا کہ یثرب کے لوگوں نے یثرب کا نام تک بدل دیا اور نیا نام ''مدینۃ النبی ﷺ'' رکھا.... خاکے بنانے والو! آؤ میں تمھیں اپنے حضور ﷺ! حکمران مدینہ کی حکمرانی کے مناظر دکھلاؤں..... ذرا ملاحظہ تو کرو.....!

شاہ مدینہ ﷺ نہ بادشاہ نہ شہنشاہ

تاج وتخت کے بغیر:

میرے حضور ﷺ کے آنے سے پہلے یثرب کے لوگ فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ اپنے سردار عبد اللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اس کا تاج بن رہا تھا۔ تخت پہ بٹھانے کی تیاریاں تھیں۔ سر پہ تاج کو پوشی یعنی پہنانے کے دن آنے والے تھے۔ اب حالات بدل گئے۔ دن بدل گئے۔ لوگ بدل گئے۔ شہر کا نام بدل گیا۔ یہودی اور تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سارا مدینہ مسلمان ہو گیا۔ جو مسلمان نہ ہوئے انھوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کر لیا کہ حکمران جناب محمد ﷺ ہی ہوں گے۔

میرے حضور ﷺ کیسے حکمران ہیں کہ جو تاج وتخت تیار ہونے والا تھا نہ اسے آخری مراحل میں داخل کیا گیا۔ نہ کوئی نیا تاج بنانے کا فیصلہ ہوا نہ نیا تخت بنانے کا حکم صادر ہوا..... آج سے ایک صدی قبل تک کوئی کسی علاقے کا بادشاہ ہو...... چھوٹا سا حکمران ہو...... راجہ ہو...... یہ تصور تک نہ تھا کہ وہ تاج کے بغیر ہو۔ تخت کے بغیر ہو۔

پھر بھلا چودہ سو سال قبل کیسے تصور ہو سکتا تھا؟ بس تصور اور حقیقت یہی تھی کہ سونے کا تخت ہو...... ہیرے جواہرات کا جڑاؤ ہو...... ایسے ہی تاج بھی ہوا کرتا تھا مگر میرے حضور ﷺ کیسے حکمران ہیں کہ سر پہ سفید پگڑی ہے...... اور جو تخت ہے وہ بس کھجوروں کی چھال کا ایک مصلی ہے جس پہ آپ ﷺ نماز پڑھاتے ہیں۔ وہیں بیٹھے آپ ﷺ فیصلے فرما دیتے ہیں۔

ہفتے میں ایک دن ملے پایا ہے کہ میرے حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے..... یہ جمعہ کا دن ہے۔ آپ ﷺ اسی کھجوروں کی چٹائی پہ کھڑے ہو کر مسجد میں خطبہ ارشاد فرما دیتے ہیں۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع میں ہے۔ آپ ﷺ نے لکڑی کا منبر بنوانے کا فیصلہ کیا۔ مدینہ کی خاتون نے منبر بنوانے کی پیشکش کر دی چنانچہ میرے حضور ﷺ نے اس خاتون کے پاس ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ خاتون اپنے بڑھئی غلام کو کہیں کہ وہ منبر تیار کر دے۔ چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ منبر تیار کر دے۔ غلام غابہ میں چلا گیا۔ یہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس درخت سے منبر تیار ہو گیا۔ اسے مسجد میں رکھ دیا گیا۔ اس پر آپ ﷺ کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ... عام دنوں میں اسی پر بیٹھ کر وعظ ارشاد فرماتے۔

جی ہاں! کوئی خاص لکڑی بھی منتخب نہیں کی گئی کہ صندل کی لکڑی امپورٹ کر لی جائے۔ کوئی اور اعلیٰ قسم کی قیمتی لکڑی درآمد کر لی جائے..... بس وہی لکڑی جو مقامی جنگل میں ہوا کرتی تھی اس کا منبر تیار ہو گیا۔ ..لوگو! خدا کے بنانے والو! میرے حضور ﷺ نے ۱۴ سو سال قبل ایک انقلاب کی بنیاد رکھی۔ تاج و تخت کے رواج کو ختم کر دیا..... کج فہمو! تم میرے حضور ﷺ کی سفید پگڑی کو تاج کہہ سکتے ہو۔ لکڑی کے منبر کو تخت کہہ سکتے ہو۔ چٹائی کو صوفہ یا قالین کہہ سکتے ہو جو مرضی کہے جاؤ۔ کج فہم کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔

جب بادشاہ اور حکمران کا تصور تخت و تاج کے بغیر ممکن نہ تھا۔ لوگوں کے اندر تخت و تاج کے بغیر کسی کو حکمران اور بادشاہ ماننے کا شعور تک نہ تھا۔ میرے حضور ﷺ نے اس وقت یہ شعور بخشا کہ یہ مصنوعی اور بناوٹی چیزیں ہیں۔ یہ فضول خرچی ہے۔ اس کا حکمرانی سے ذرہ برابر کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح حکمران کو بادشاہ کہا جاتا تھا۔ اور جو بڑا حکمران ہوا سے شہنشاہ کہا جاتا تھا..... رومی سپر پاور کا حکمران ہرقل بھی شہنشاہ کہلواتا تھا۔ ایرانی سپر پاور کا حکمران بھی شہنشاہ کہلواتا

تھا۔ پھر ہر حکمران کا کوئی خاص لقب ہوتا تھا۔ کوئی کسریٰ تھا کوئی قیصر اور کوئی اکیدر تھا.....
میرے حضور ﷺ نے القابات بھی ختم کر دیے..... بادشاہ کے لفظ کو اپنے قریب تک نہیں
آنے دیا اور جو شہنشاہ یا مہاراجہ کا لفظ ہے جس کا معنی راجاؤں کا راجہ اور بادشاہوں کا بادشاہ
ہے تو اس سے تو میرے حضور ﷺ کو ویسے ہی نفرت تھی۔ اس لیے کہ اس میں تکبر پایا جاتا
ہے۔ اور تکبر اللہ ہی کو لائق ہے چنانچہ مسلم کتاب الادب اور صحیح بخاری میں ہے میرے
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر ذلیل نام اور حقیر شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو
شہنشاہ کہلواتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شہنشاہ نہیں ہے۔"

زیادہ سے زیادہ بادشاہ کہلوانے کی اجازت ہے مگر میں قربان اپنے حضور ﷺ پر کہ
میرے حضور ﷺ نے اس لفظ کو بھی اپنے قریب تک نہیں آنے دیا۔

یہ ایک اور منظر ہے۔ نظارہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرواتے ہیں، منظر مسند احمد اور ابن
حبان کے صفحات پر نظر آتا ہے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ مولانا زبیر علی زئی حسن
کہتے ہیں، نظارہ یوں ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جناب جبریل علیہ السلام
نے آسمان کی طرف دیکھا تو فرشتہ اتر رہا تھا چنانچہ جناب جبریل علیہ السلام اللہ کے رسول ﷺ کو
بتانے لگے کہ جس روز اللہ نے (آسمان اور زمین کو) پیدا کیا اس وقت سے لے کر آج
تک یہ فرشتہ زمین پر نہیں آیا..... پھر جب یہ فرشتہ اتر کر آ گیا تو اللہ کے رسول ﷺ سے
کہنے لگا:

((يَا مُحَمَّدُ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ قَالَ أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ أَوْ عَبْدًا
رَسُولًا))

"اے محمد ﷺ! مجھے اللہ نے تمہاری جانب یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ

جناب ﷺ کو بادشاہ نبی بنا دے یا بندہ نبی بنا دے؟"

اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کو مشورہ دیا۔

«تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ»

"اے محمد ﷺ! اپنے رب کے سامنے عاجزی کو اختیار کیجیے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا:

«بَلْ عَبْدًا رَسُولًا»

"میں تو اللہ کا بندہ رسول بننا چاہتا ہوں۔"

قارئین کرام! اسی لیے ہم گواہی دیتے ہیں:

«اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ»

یہ ہے مدینہ کے حکمران کی حکمرانی کا عاجزانہ نقشہ ..... ارے خاکے بنانے والو! ذرا دکھاؤ تو سہی کوئی ایسا حکمران؟ ولیوں اور بزرگوں کو شہنشاہ ولایت کے خطاب دینے والو! ذرا سوچو تو سہی کیا کہہ رہے ہو؟

سجدہ بھی نہیں:

یورپ کے لوگو! آؤ..... تم نے میرے حضور ﷺ کے خاکے بنائے..... ذرا دیکھو تو.....؟ تمہارا سب سے بڑا بادشاہ جس کا نام ہرقل تھا، قسطنطنیہ کا بادشاہ تھا۔ اس کے دربار میں جو حاضر ہوتا تھا سجدہ کرتا تھا۔ ایرانی بادشاہ کسریٰ کے دربار میں سجدہ ہوا کرتا تھا۔ الغرض! ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کے درباروں میں سجدہ ..... افریقہ اور حبشہ کے درباروں میں سجدہ اور جو عرب کی چوٹی کی بادشاہتیں تھیں وہاں کے درباروں میں بھی سجدہ ہوا کرتا تھا۔ آل غسان کے دربار میں سجدہ ہوتا تھا۔ یمن کے شہر سبا میں سجدہ ہوتا تھا۔ حضرموت کے بادشاہ کے دربار میں سجدہ ہوتا تھا۔ شاہ حیرہ کی چوکھٹ پہ پیشانیاں زمین بوس ہوتی تھیں۔

آل کندہ کے حکمران کی دہلیز پر ماتھا رکھا جاتا تھا۔

الغرض! شاہانِ عالم، حکمرانانِ دنیا، راجگانِ ہستی کا کوئی شاہ، حکمران اور راجہ ایسا نہ تھا جس کے دربار میں سجدہ نہ ہوتا ہو..... انسانیت کی تذلیل نہ ہوتی ہو۔ باعزت مقام سر اور ماتھا زمین سے چمٹتا نہ ہو۔ پشت اونچی ہوتی نہ ہو۔ جی ہاں! سجدہ ذلت کی آخری حالت ہے اور انسان..... اپنے جیسے انسان کے سامنے تذلیل کی آخری حد کو ماتھا لگا کر ذلیل کرتا ہو۔

ابوداؤد کتاب النکاح میں حدیث ہے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں حیرہ میں گیا۔ یاد رہے حیرہ کا علاقہ سرزمین دجلہ و فرات کے پاس تھا۔ وہاں کے حکمران کو ''مرزبان'' کہا جاتا تھا۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں میں اس کے دربار میں گیا تو کیا دیکھا وہ لوگ اپنے شاہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے سوچا اللہ کے رسول ﷺ تو کہیں زیادہ حق دار ہیں کہ انھیں سجدہ کیا جائے۔ چنانچہ جب میں مدینہ میں آیا تو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حیرہ گیا تو وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ ﷺ تو اس سے کہیں زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ))

''تیرا کیا خیال ہے اگر آنے والے وقت میں تیرا گزر میری قبر پر سے ہو تو کیا اسے سجدہ کرے گا؟''

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں..... میں نے کہا، جی نہیں! تب آپ ﷺ نے فرمایا:

''فَلَا تَفْعَلُوا'' ''ایسا کرنا بھی مت۔''

خدا کے بندے والو! دیکھو میرے حضور ﷺ کو، ذرا دیکھو مدینہ کے حکمران کو..... قربان قربان جاؤں..... مدینہ منورہ کے حکمران نے..... ہاں، ہاں! میرے پیارے حضور ﷺ نے

تاریخ بدل دی...... رخ بدل دیا...... رخ بھی کیسا بدلا؟ ذرا غور تو کرو...... حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے سوال پر میرے حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے سجدہ نہیں کرنا...... بلکہ آپ ﷺ نے فوراً اپنی قبر کا ذکر کیا کہ کل کلاں میری قبر کو تو سجدہ نہیں کرو گے؟ فکر اس لیے پڑ گیا کہ جب تک میں موجود ہوں سجدے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... اگلی فکر فوراً لاحق ہو گئی کہ جب میں نہ ہوں گا...... تب میری قبر کا کیا بنے گا؟

میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں...... میرے اس بلند ترین مقام کے پیش نظر میری قبر پہ سجدوں کا منظر کیا ہو گا؟ چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے فوراً اپنی قبر پر سجدے کی نفی کروائی اور پھر تاکیداً فرمایا: ''ایسا کرنا بھی مت۔''

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ نے انسانیت کو ذلتوں سے نکال کر بلندیوں سے ہمکنار کر دیا...... پستیوں سے اٹھا کر رفعتوں سے سرفراز فرما دیا...... سجدے کو بس اپنے مولا کے دربار میں خاص کر دیا...... سجدہ تو رہا ایک طرف اس سے کمتر حالت رکوع کو بھی اللہ سے خاص کر دیا...... رکوع تو رہا ایک طرف ہاتھ باندھے قیام کو بھی اللہ سے خاص کر دیا...... قیام، رکوع، سجدہ عبادت ہے اور عبادت صرف اور صرف پیدا کرنے والے رب تعالیٰ کی ہے۔

خاکے بنانے والو! اب ذرا دیکھو وہ کلام جو میرے حضور ﷺ کے دل پہ نازل ہوا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''کیا شک ہے ہم نے آدم کی اولاد کو عزت و تکریم سے نوازا۔ انھیں خشکی اور سمندر میں (جانوروں، جہازوں اور گاڑیوں کے ذریعہ) سوار کیا۔ انھیں عمدہ نعمتوں کا رزق عطا فرمایا اور ہم نے جو مخلوقات پیدا فرمائیں ان میں اکثر پر انھیں فضیلت سے نوازا۔''

[بنی اسرائیل: ۷۰]

خاکے بنانے والو! آدم علیہ السلام کا ہر بیٹا وہ کالا ہو یا گورا۔ ہندوستانی ہو یا یورپی۔ گندمی ہو

یا سرخ، وہ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اس کی عزت و تکریم واجب ہے۔ اس کا مذہب خواہ کچھ ہو۔ اولاد آدم کے ناطے سے اس کی عزت ضروری ہے۔ تکریم انسانیت کی یہ بات قرآن کی جس سورت میں درج ہے اس کا نام ہے ''بنی اسرائیل''

اسرائیل کے یہودیو! تمھارے لیے بھی ایک پیغام ہے کہ تمھارے ہاں اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اعلیٰ نسل کے ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں۔ باقی انسانیت محض کیڑے مکوڑے ہیں۔ قربان جاؤں، میرے حضور ﷺ پر جو قرآن آیا۔۔ اس میں ایک سورت کا جو نام ہے وہ ہے ''اسرائیل کے بیٹے۔'' اور انسانیت کی تکریم کا درس دیا تو اس سورت میں اس لیے دیا تاکہ یہودی بننے والے اس حقیقت کو سمجھیں کہ سارے انسان ایک جیسے ہیں سب ایک اللہ کے بندے ہیں، تم بھی ایک انسان کے بیٹے ہو جو اللہ کا بندہ تھا۔ ان کا نام یعقوب علیہ السلام تھا اور لقب اسرائیل تھا جس کا معنی اللہ کا بندہ ہے۔

جو لوگ انسانیت کو ذلیل کریں...... میرے حضور ﷺ کو ان پر غصہ آتا ہے اور زندہ و مردہ لوگوں کے درباروں پہ سجدوں سے بڑھ کر بھلا ذلت کیا ہو گی؟ چنانچہ بخاری، کتاب الصلوٰۃ میں ہے میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

''ان یہودیوں، عیسائیوں پر اللہ کی پھٹکار ہے، اللہ ان یہودیوں کو برباد کرے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدوں کے دربار بنا دیا۔''

صحیح مسلم، کتاب المساجد میں ہے، فرمایا:

''خبردار ہو جاؤ! وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر چکے وہ اپنے نبیوں اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ کے دربار بنا لیتے تھے۔ آگاہ ہو جاؤ! تم قبروں کو سجدہ کے دربار نہ بنانا۔ میں تم لوگوں کو اس حرکت سے منع کرتا ہوں۔''

اسرائیل کے یہودیو! آج سے پندرہ سال قبل تم لوگوں نے اپنے ملک کے اخبار میں میرے حضور ﷺ کا ایک خاکہ بنایا مجھے میرے ایک دوست نے انٹرنیٹ پر عبرانی اخبار

نکال کر مجھے دکھلایا۔ میرے سعودی دوست کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں رو پڑا۔ پھر اپنی اس حرکت کا آغاز تم نے چند سالوں بعد عیسائیوں سے کروا دیا۔ مجھے بتلاؤ! میرے حضور ﷺ کا یہی قصور ہے کہ وہ انسانیت کو ذلتوں سے نکال کر بلندیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ چودہ سو سال پہلے میرے حضور ﷺ کا بس یہی قصور ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو ذلت سے بچانے کے لیے ذلت کے اسباب کا بھی خاتمہ کر دیا..... پختہ قبر بنانے تک سے منع کر دیا..... اس پر چراغ جلانے سے روک دیا۔ اس پر مجاور دگارڈ اور پہرہ دار وغیرہ بن کر بیٹھنے سے بھی منع فرما دیا اور یہاں تک فرما دیا کہ:

''تم میں سے کوئی آگ کے انگارے پر بیٹھ جائے وہ انگارہ اس کے کپڑوں کو جلا ڈالے اور پھر اس کی جلد کو جا لگے۔ یہ تکلیف اس حرکت سے کہیں بہتر ہے کہ کوئی شخص قبر (کا مجاور دگارڈ وغیرہ بن کر اس) پر بیٹھ جائے۔''

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز]

خاکے بنانے والو! دیکھ لو۔ میرے حضور ﷺ کو نہ زندگی میں کسی نے سجدہ کیا..... نہ مدینہ کے حکمران کی قبر مبارک کو کسی نے سجدہ کیا۔ الغرض! میرے حضور ﷺ نے ہر انسان کو ذرے سے آفتاب بنا دیا..... ہر انسان مانے یا نہ مانے آج اسے جو عزت و تکریم اور انسانیت کے نام سے حق حاصل ہے وہ میرے حضور ﷺ کا ہی دیا ہوا ہے۔ ایسے حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہوئے تمہیں ذرا بھر شرم نہیں آئی؟

میں بادشاہ نہیں:

یہ ایک سادہ لوح دیہاتی ہے۔ مدینہ منورہ میں آتا ہے اس کے دل میں بادشاہوں کا جو تصور تھا۔ اسی تصور کو وہ اپنے ذہن میں لیے شاہ مدینہ سے ملاقات کو آتا ہے۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ حضور ﷺ ایک حکمران بھی تھے۔ حضور ﷺ سے اس کی ملاقات کا نقشہ امام ابن ماجہ نے " ابواب

الاطعمة " میں کھینچا ہے۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ وہ آدمی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ (حضور ﷺ کے رعب کی وجہ سے) اس کے کاندھے کانپنے لگے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے اسے کہا، گھبراؤ نہیں:

((فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ))

" میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک (عام غریب) خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

یاد رہے! عرب کے لوگ گوشت کے لمبے ٹکڑے کرتے۔ اس کو نمک لگاتے اور دھوپ میں رکھ کر خشک کر لیا کرتے تھے ایسے گوشت کو قدید کہا جاتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر اسے پکا لیا جاتا تھا۔ میرے حضور ﷺ اس شخص کی گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے..... اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اسے یقین دلاتے ہیں کہ میں بادشاہ نہیں ہوں..... اللہ کی قسم! ایسے حکمران کے قدموں پر کروڑوں بادشاہتیں قربان ہوں کہ جو حکمران تھا مگر بادشاہ نہ تھا..... جی ہاں! ابن ماجہ ابواب الأطعمہ میں ہی ہے میرے حضور ﷺ ایک اور دیہاتی کو اپنا تعارف یوں کراتے ہیں:

((إِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا))

"اللہ نے مجھے ایک نرم دل بندہ بنایا ہے۔ مجھے دشمنی رکھ لینے والا ڈکٹیٹر نہیں بنایا۔"

لیجیے! یہ ایک اور دیہاتی ہے۔ رعایا کے اس سخت مزاج دیہاتی کا انداز بھی ملاحظہ کیجیے اور شاہِ عرب کا اخلاق بھی دیکھیے۔ صحیح بخاری کتاب اللباس کے صفحات پر نظر ڈالیے۔ شاہِ مدینہ ﷺ مدینہ کے بازار میں جا رہے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمراہ ہیں وہ بتلاتے ہیں آپ ﷺ کے کندھوں پر چادر تھی۔ نجران کی بنی ہوئی تھی۔ اس کا حاشیہ چوڑا اور کھردرا تھا۔ اچانک ایک دیہاتی سامنے آ گیا۔ اس نے حضور ﷺ کی چادر کو ہاتھ ڈالا

چادر کو کھینچا اور اس قدر زور سے کھینچا کہ حضور ﷺ کے کندھے پر نشان پڑ گیا۔ میری نگاہیں اس نشان پر مرکوز ہو گئیں ساتھ ہی اگلا دیہاتی بولنے:

"یَا مُحَمَّدُ مُرْ لِیْ مِنْ مَالِ اللّٰہِ الَّذِیْ عِنْدَکَ"

"اے محمد ﷺ! تمہارے پاس جو اللہ کا مال ہے۔ اپنے کسی ذمہ دار کو حکم دو کہ اس مال میں سے وہ مجھے بھی مال دے۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے دیہاتی کی طرف دیکھا "فَضَحِکَ" تو مسکرا دیے۔ اور پھر اس دیہاتی کو مال دینے کا حکم دے دیا۔

لوگو! اخلاق کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ نرمی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے مگر دیکھو! شاہِ مدینہ ﷺ کو کہ یہاں حسنِ اخلاق کی کوئی حد نہیں۔ نرمی اور ملائمت کی کوئی انتہا نہیں۔ حکمرانو! دیکھو۔ حکمران کیسا ہونا چاہیے؟

دیکھو! صحیح مسلم، کتاب الامارۃ میں۔ میرے نرم دل حضور ﷺ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

"اے اللہ! جو کوئی میری امت کا حاکم بن جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر اور جو کوئی میری امت کے کسی بھی معاملے کا حاکم بن کر ان کے لیے نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کر۔"

جی ہاں! جو کوئی جابر، ظالم اور ڈکٹیٹر بن جائے تو اس کے علاج کے لیے جو حق بات کہے میرے حضور ﷺ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

((أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ))

"سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے عدل (و حق) کی بات کہنا ہے۔"

[ابن ماجہ، ابواب الفتن]

لوگو! یہ سیرت و کردار چھوڑ کر گئے ہیں میرے حضور ﷺ.... اس لیے میں کہتا ہوں

آج دنیا کو جو جمہوری حکمرانوں کی صورت میں قدرے حوصلہ و برداشت دکھلائی دیتا ہے یہ سب میرے حضور ﷺ کے کردار کا معمولی سا فیضان ہے جس سے دنیا والے مستفید ہو رہے ہیں۔

صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر میں ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو نصیحت فرمائی۔ آسانیاں کرنا (لوگوں کے لیے) دشواری اور سختی نہ کرنا۔ باہم اتفاق رکھنا پھوٹ کا شکار نہ ہونا...... آپ ﷺ جسے بھی حاکم بنا کر بھیجتے یہی نصیحت فرماتے:

«بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا»

"خوش خبریاں دینا نفرتیں نہ پیدا کرنا۔ آسانیاں کرنا۔ تنگیوں نہ کرنا۔"

یہ بھی فرمایا: "وَ سَکِّنُوْا" لوگوں کے لیے راحت وسکون مہیا کرنا۔"

درندگی کی علامتوں کا خاتمہ:

شیر اور چیتے کا شکار بہادری کی علامت خیال کیا جاتا تھا۔ بادشاہ اور شہزادے شیر اور چیتے کا شکار کیا کرتے تھے، پھر ان کی کھال کو تخت پر بچھا کر اس پر بیٹھا کرتے تھے۔ شیر اور چیتے کی کھالوں کو دیواروں پر سجایا کرتے تھے۔ ایسے ماحول میں بادشاہ بھی درندہ بن جایا کرتا تھا۔ جس شخص سے ناراض ہوتا تھا اس کی کھال اتروا لیتا تھا۔ وہ اشارہ کرتا تو مخالف کو بھرے دربار میں اسی طرح ذبح کر دیا جاتا جس طرح شیر ہرن کو پکڑ کر اس کی شہ رگ پر اپنی کچلیاں پیوست کرتا ہے اور اس کا خون پی جایا کرتا ہے۔

ترمذی شریف کے کتاب اللباس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے درندوں کی کھالوں کا استعمال ناپسند فرمایا اور اس بات سے منع فرمایا کہ درندوں کی کھالوں کو مسند بنا کر اس پر بیٹھا جائے۔

بادشاہ لوگ اپنی بادشاہت کے بچاؤ کے لیے نا باپ کو معاف کرتے ہیں، نا بھائی کے خون کی حرمت کا خیال رکھتے ہیں اور نا بیٹے کو معافی ملتی ہے جبکہ کسی دوست کی دوستی کا خیال تو اس شاہی کوچہ میں ویسے ہی فضول ہے۔

قربان جاؤں مدینے کے حکمران اور اپنے پیارے حضور ﷺ پر کہ عبد اللہ بن ابی جس نے حضور ﷺ کے گھر والوں پر بہتان لگانے میں خوب پراپیگنڈہ کیا۔ میرے حضور ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے۔ لوگوں کو بغاوتوں پہ بھڑکایا۔ مہاجر اور لوکل کے نام پر تعصبات کی آندھی چلانے کی کوشش کی۔ باہر کے دشمنوں کو مدینہ پر حملہ آوری کے لیے ابھارا۔ اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کی ... اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اجازت دیجیے۔ میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا۔

«دَعْهُ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ»

"عمر! اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اگر ایسا ہوا تو لوگ یہی باتیں کریں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔"

[ترمذی، تفسیر القرآن]

لوگو! یہ ہے میرے حضور ﷺ کی حکمرانی کا نقشہ کہ وہ شخص جو پکا منافق ہے اور دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ میرے حضور ﷺ اسے بھی جینے کا حق دیتے ہیں۔ چودہ سو سال قبل کسی حکمران سے ایسی برداشت اور حوصلے کی توقع تک نہ کی جا سکتی تھی۔ اس دور میں برداشت اور درگزر کا کمال نمونہ پیش کیا تو مدینہ کے حکمران..... میرے حضور جناب محمد کریم ﷺ نے۔

الغرض! میرے حضور ﷺ کے آنے سے درندگی کا جو دور تھا اس کے خاتمے کا آغاز ہونا شروع ہوا میرے حضور ﷺ نے درندگی کو ختم کرنے کے لیے درندوں کے گوشت کو حرام

قرار دے دیا۔ درندہ شیر ہو یا چیتا، بھیڑیا ہو یا ریچھ سب کا گوشت حرام قرار دے دیا حتیٰ کہ پرندوں میں جو گوشت خور پرندے ہیں اور ان میں درندگی پائی جاتی ہے انھیں بھی حرام قرار دے دیا جیسا کہ عقاب اور چیل وغیرہ۔

ابو داؤد، کتاب الاطعمہ میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر وہ درندہ کھانے سے منع فرمایا ہے جس کی کچلیاں ہوں۔ ہر اس پرندے کو کھانے سے منع فرمایا: ''جو پنجہ دار ہو۔''

یعنی وہ پرندے جو اپنے پنجوں یعنی ناخنوں سے اپنا شکار پکڑیں اور چیر پھاڑ کر کھائیں۔ میرے حضور ﷺ نے انھیں بھی حرام قرار دے دیا ..... اور اس لیے حرام قرار دیا تا کہ انسان درندہ نہ بنے۔ کوئی حکمران اور بادشاہ انسانیت کے لبادے میں بھیڑیا نہ بنے۔ الغرض! میرے مشفق و مہربان حضور ﷺ نے درندگی کی علامتوں کو ختم کیا اور اس حد تک ختم کیا کہ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ جب نمازی نماز کے اختتام پر تشہد میں بیٹھے تو جس طرح درندہ یعنی شیر اور چیتا وغیرہ بیٹھتے ہیں اس طرح نہ بیٹھے یعنی عبادت میں بھی درندگی کے شائبے اور علامت تک کو ختم کیا تا کہ حضور ﷺ کے پیروکاروں میں درندگی کا شائبہ تک باقی نہ رہے۔ ہر علامت مٹ جائے۔

امام محمد بن یزید رحمہ اللہ اپنی کتاب ''ابن ماجہ'' (کتاب اللباس) میں حدیث لائے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس بات سے منع فرماتے تھے کہ چیتے کی کھال پر سواری کی جائے۔

لوگو! میرے حضور ﷺ کے اس فرمان پر غور کرو.....۱۴ سو سال قبل بادشاہ، شہزادے، امراء اور کمانڈر جنگیں لڑتے تھے تو گھوڑوں اور ہاتھیوں کی پشتوں پر شیر اور چیتے کی کھال کو بطور زین کے استعمال کرتے تھے اور پھر دشمن پر قابو پاتے ہی وحشی درندے بن جایا کرتے تھے۔ عام بے گناہ لوگوں کے پیٹ پھاڑتے، سینے چیرتے، عورتوں کی عزتیں برباد کر کے ان کی چھاتیاں کاٹتے۔ ان کے شیر خوار بچوں کو ان کے سامنے درندگی کا نشانہ بناتے۔ گردن

مروڑ کر ایک طرف پھینک دیتے۔ ہاتھ اور پاؤں کو مخالف سمت میں کھینچ کر دو ٹکڑے کر دیتے۔ جنگ کے علاوہ عام دنوں میں اپنی رعایا پر رعب ڈالنے کے لیے ایسی زینوں پر سوار چیتے آتے جس سے ناراض ہوتے اسے چیر پھاڑ ڈالتے۔ میرے حضور ﷺ نے انسانیت کو اس درندگی سے بچانے کے لیے درندگی کی علامت کو ختم کر دیا۔

شیر، چیتا، سفید ریچھ اور اس جیسے درندہ جانوروں پر بھی میرے حضور ﷺ مہربان ثابت ہوئے کہ جب ان کا گوشت حرام ہے تو پھر ان کا شکار کیوں؟ محض کھال کے حصول کے لیے؟ چنانچہ وائلڈ لائف کا تحفظ کیا تو میرے حضور ﷺ نے۔ شیر، چیتا، پولر بیئر، مگرمچھ وغیرہ کی کھالیں بچ گئیں۔ وائلڈ لائف محفوظ ہوئی۔

مختلف مذاہب کے وہ لوگ جو اپنے نیک بزرگوں، پیروں اور ولیوں کو شیر اور چیتے پر بیٹھے ہوئے دکھلاتے ہیں۔ ان کے لیے بھی سبق ہے کہ درندوں پہ سواری کرنے والا فقیر اور ولی کیسے بن گیا؟ سنت کیسے بن گیا، سادھو جوگی، درسنیاسی کیسے بن گیا...؟ لوگو! سوچو۔ میرے مہربان اور مشفق حضور ﷺ کی مبارک زندگی کے مناظر کو دیکھو شاید کہ تمہارے اندر درندگی ختم ہو جائے؟

بوریا نشین حکمران:

بادشاہوں کے محلات کو دیکھیں تو وہ اڑھائی ہزار سال قبل کے محلات بھی عقل کو حیران کر دیتے ہیں اور چودہ سو سال قبل تو بہت ہی عالیشان محل ہوا کرتے تھے۔ راہداریوں کی بھول بھلیوں میں خواب گاہیں ہوا کرتی تھیں... خاکے بنانے والو! آؤ، میرے حضور شاہ مدینہ کی خوابگاہ بھی دیکھو۔

صحیح مسلم کتاب الطلاق میں ہے۔ ابن ماجہ کتاب الزہد میں ہے۔ حضرت فاروق اعظم ؓ شاہ مدینہ سے ملنے آئے ہیں۔ حضرت بلال ؓ دروازے پہ ہیں۔ فاروق اعظم ؓ حضرت بلال ؓ سے کہتے ہیں کہ میرے لیے اللہ کے رسول ﷺ

سے ملاقات کی اجازت حاصل کرو۔ اجازت ملتی ہے تو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شاہ مدینہ کی خوابگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

دوستو! میرے حضور ﷺ جیسے جلوت میں تھے ویسے ہی خلوت میں تھے۔ جلوت میں مسجد نبوی ﷺ کا مصلیٰ کھجور کی چھالوں کا بنا ہوا تھا تو خلوت میں جو چٹائی تھی وہ بھی کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا تو حضور ﷺ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے تہبند باندھا ہوا تھا اور تہبند کے علاوہ آپ نے کوئی کپڑا نہیں پہن رکھا تھا۔ یعنی آپ ﷺ کا بدن مبارک ننگا تھا۔ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اٹھے اور اپنا تہبند ذرا اونچا کر لیا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میری نگاہ حضور ﷺ کے پہلو پر پڑی تو بدن پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے۔ کمرے میں میری نگاہ روشن دان کی طرف پڑی تو وہاں ایک صاع (اڑھائی کلو) کے قریب جو پڑے تھے۔ کمرے کے ایک کونے میں نگاہ پڑی تو وہاں ایک چمڑے میں کیکر کے پتے پڑے تھے (جو چمڑے کی کھال کو سنوارنے کے لیے استعمال ہوتے تھے) اور ساتھ ایک کھال بھی لٹکی ہوئی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو پوچھا: ''ارے خطاب کے بیٹے، کیا ہوا روتے کیوں ہو؟ میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آنسو کیوں نہ گریں۔ نگاہیں اس چٹائی کو دیکھ رہی ہیں جس نے جناب کے پہلو میں نشانات بنا دیئے ہیں اور یہ رہا آپ کا توشہ دان اس میں جو ہے وہ بھی دیکھ رہا ہوں۔ سوچ رہا ہوں کہ کسریٰ و قیصر کے شاہان تو اپنے محلات میں باغیچوں اور نہروں کے درمیان عیش کریں جبکہ آپ ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں اور چنے ہوئے لوگوں میں اعلیٰ ترین مقام کے حامل ہیں اور آپ ﷺ کی کیفیت یہ ہے۔۔۔؟ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اے خطاب کے بیٹے! کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہوتا کہ ہمارے لیے یہ نعمتیں

اگلے جہاں میں ہیں اور ان کے لیے بس اسی جہان میں ہیں..... میں نے کہا۔

جی یہ تو اسی طرح ہے اور میں خوش ہوں۔"

اے خاکے بنانے والے عیسائیو! تمہارا قیصر سونے کے تخت پر بیٹھتا تھا۔ ہیرے جواہرات سے مزین تاج پہنتا تھا۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا تھا۔ ایران کا کسریٰ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ عوام کے مال سے وہ نمود و نمائش کے یوں اظہار کیا کرتے تھے۔ اور میرے حضور ﷺ بوریہ نشین تھے۔ اس دور میں عرب کا بوریا پٹ سن کے ریشے کا بھی نہ تھا۔ وہ کھجور کی چھالوں کا تھا۔ مٹی کے پیالے میں حضور ﷺ پانی پیتے تھے۔ عام دھات کا جو برتن ہوتا تھا اس میں کھاتے تھے۔ سونے چاندی کے برتنوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بارے میں میرے حضور ﷺ فرماتے تھے:

"جو شخص چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں غٹ غٹ جہنم کی آگ انڈیلتا چلا جاتا ہے۔"

[مسلم، کتاب اللباس]

ہاں ہاں! دکھاؤ تو کوئی دکھائی دیتا ہے میرے حضور ﷺ جیسا.....؟ شاہِ مدینہ جیسا؟ طیبہ کے بوریا نشین حکمران جیسا.....؟ نا سجادہ نشین، نا گدی نشین بس کھجور کی چھالوں کی چٹائی کا جو بوریا بنا ہوا تھا، وہ بوریا نشین ... ایسے بوریا نشین حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہو؟ کچھ تو شرم کرو..... ارے کچھ تو شرم کرو..... شرم تم کو مگر آتی نہیں۔

صلح کی خاطر اپنا نام ہٹانے والا:

میرے حضور ﷺ مدینہ کے حکمران ہیں۔ مدینہ سے مکہ کی طرف سفر اختیار کرتے ہیں۔ یہ سفر کعبہ کی زیارت کا سفر ہے۔ عمرہ کرنے کا ارادہ ہے۔ چودہ سو صحابہ ہمراہ ہو جاتے ہیں۔ جب میرے حضور ﷺ مکہ سے قریب حدیبیہ میں آتے ہیں تو مشرکین مکہ کا پیغام ملتا ہے کہ ہم مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

ان کے سفیر آتے ہیں۔ مذاکرات کے کئی ادوار ہوتے ہیں آخر کار صلح طے پا جاتی ہے کہ دس سال تک لڑیں گے نہیں اور یہ کہ محمد کریم ﷺ اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے آ جائیں۔ میرے حضور ﷺ صلح پر راضی ہو گئے..... جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر میں ہے کہ میرے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"لکھو! یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے..... اس پر قریش مکہ کی طرف سے ایک شخص سہیل بن عمرو بولا: کہنے لگا، اگر ہم جانتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو آپ کے پیروکار بنتے، چنانچہ اپنا نام لکھو اور اپنے باپ کا نام یعنی محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو "محمد رسول اللہ ﷺ" لکھ چکے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ لکھ دو اور محمد رسول اللہ ﷺ مٹا دو..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں تو اللہ کی قسم! نہیں مٹاؤں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے بتلاؤ کہاں لکھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کو وہ جگہ دکھلائی گئی تو آپ ﷺ نے اسے مٹا دیا اور محمد بن عبداللہ ﷺ لکھ دیا۔"

لوگو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ جنھوں نے صلح کے لیے اڑیل اور ضدی لوگوں کی ضد کو پورا کر دیا... اپنے ہاتھ سے اپنا نام مبارک ہٹا دیا۔ رسول اللہ ﷺ بھی ہٹا دیا..... اللہ اللہ! حکمران تو ناموں کی خاطر ہی لڑتے ہیں۔ مگر میرے حضور ﷺ نے صلح کی خاطر اپنا نام مبارک اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا۔

امن امن کی باتیں کرنے والو! یہ ہیں پرامن، صلح جو، نرم خو میرے حضور ﷺ..... انسانیت کو سلامتی کے تحفے بانٹنے والے میرے حضور ﷺ..... دشمنوں کی ضدی حرکتوں کو جس نے امن کے راستے کا روڑہ نہ بننے دیا وہ ہیں میرے حضور ﷺ.....

ظالمو! ایسے پیارے حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہو؟ ذرا دکھلاؤ تو سہی چودہ صدیاں

قبل سے آج تک امن وسلامتی کی ایسی ہستی کا ظہور؟

اپنے خلاف احتجاج کا حق دینے والا:

حکمرانوں کی تاریخ میں یہ حقیقت بڑی نمایاں ہے کہ کوئی ملک خواہ کس قدر غریب ہو اس کا حکمران غریب نہیں ہوتا۔ آج کے دور میں بھی جو دنیا کے غریب ترین ملک ہیں ان کا کوئی حکمران غریب نہیں۔ اس کے عوام بے شک بھوکوں مرتے ہوں۔ انھیں رہنے کے لیے کٹیا بھی میسر نہ ہو، مگر ان کے حکمران محلات میں دادِ عیش دے رہے ہوتے ہیں۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ ملک اور ریاست تو مقروض ہو جاتی ہے مگر کسی سٹیٹ اور ریاست کا حکمران مقروض ہو جائے۔ تاریخ انسانی میں ایسا کوئی حکمران نظر نہیں آتا۔ سٹیٹ کے لیے جو قرض لیا جاتا ہے اس پر گلچھرے بھی حکمران ہی اڑاتا دکھائی دیتا ہے۔ قرض کی ادائیگی عوام پر ٹیکس لگا کر کی جاتی ہے۔ ظالمانہ ٹیکس بھی لگائے جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے لوگ تباہ حال ہو جاتے ہیں مگر حکمران کی عیاشی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

قارئین کرام! اس کڑوی اور ظالمانہ حقیقت کے پرزے اڑائے ہیں تو تاریخ انسانی میں ایک ایسی ہستی نے جو میرے حضور ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ مدینہ کے حکمران ہیں مدینہ کی سٹیٹ بے شک غریب اور مسکین ہے مگر مقروض نہیں ہے۔ شاہِ مدینہ جناب محمد کریم ﷺ نے کسی دوسری سٹیٹ سے قرضہ نہیں لیا۔ جی ہاں! لوگو...... میرے حضور ﷺ کا ملک ایک درہم اور ایک دینار کا بھی مقروض نہیں مگر مدینہ کی اس سٹیٹ کے جو حکمران ہیں وہ مقروض ہیں۔ ضرورت پڑی تو قرض اٹھا لیا ہے۔ آئیے! میں آپ کو منظر دکھلاؤں۔ صحیح بخاری کھولیے۔ کتاب الکفالہ پر نگاہ ڈالیے۔ میرے حضور ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ صحابہ موجود ہیں۔ جاں نثارانِ رسول ﷺ حاضر ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں۔ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ گیا اور اپنا قرض مانگنے لگ گیا۔ اس نے سخت جملے بولنے شروع کر دیے۔ حضور ﷺ کے صحابہ اسے سبق سکھلانے کے لیے اس کی طرف بڑھے تو اللہ کے

رسول ﷺ نے صحابہ کو یوں روکا:

"دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً"

"اسے کچھ نہ کہنا... کیونکہ جو حق لینے والا ہے اسے سخت کلامی کا استحقاق ہے۔"

اللہ اللہ! رعایا کے ایک فرد کو مدینہ کے حکمران جناب محمد کریم ﷺ اپنے خلاف سخت کلامی کا حق دے رہے ہیں...... اگرچہ وہ مقررہ مدت سے قبل ہی قرض لینے آ گیا تھا۔ پھر بھی اسے احتجاج کا حق دیتے ہیں۔ بولنے کی آزادی دیتے ہیں...... لوگو! پھر میں کیوں نہ کہوں کہ آج کی دنیا کو جمہوری حکمرانوں کی صورت میں جو قدرے حوصلہ و برداشت دکھلائی دیتا ہے یہ سب میرے حضور ﷺ کے کردار کا معمولی سا فیضان ہے جس سے دنیا والے مستفید ہو رہے ہیں۔ میرے حضور ﷺ نہ ہوتے تو آج بھی حکمرانوں کے درباروں میں معمولی غلطیوں پر تلواروں سے گردنیں اترتیں۔

لو...... دیکھو! حکمران مدینہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دے دیا ہے کہ اس کا اونٹ جتنی عمر کا تھا اتنی ہی عمر کا اسے اونٹ دے دو۔ صحابہ نے ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ اب وہ اپنے حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ اس کے اونٹ سے زیادہ عمر والا (قیمت میں زیادہ) موجود ہے۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

"اَعْطُوْهُ فَاِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ اَحْسَنَكُمْ قَضَاءً"

"اسے وہی دے دو۔ یاد رکھو! تم میں بہترین آدمی وہی ہے جو قرض کی ادائیگی میں احسان کرے۔"

مغرب کے اے لوگو! تم نے بولنے اور لکھنے کی آزادی ابھی کل حاصل کی ہے۔ میرے حضور ﷺ نے چودہ سو سال قبل دی ہے۔ خود حق پر ہونے کے باوجود کڑوی کسیلی باتیں کہنے کی آزادی دی ہے۔ ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ اعلیٰ ترین اخلاق پیش کیا ہے...... ایسی پیاری ہستی کے خاکے بناتے ہو؟ میرے حضور ﷺ کو پڑھے بغیر ہی قلمی فرستیاں کرتے ہو۔

تحریری دولتیاں مارتے ہو۔ کیوں...... آخر کیوں؟

بے کسوں کی دستگیری کرنے والا:

میرے حضور ﷺ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں امام ابوداؤد، کتاب الطہارہ میں اور امام محمد بن یزید "ابن ماجہ" میں بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے وہ بکری کی کھال اتار رہا تھا (مگر اس سے کھال اتر نہیں رہی تھی) میرے حضور ﷺ نے یہ دیکھا تو لڑکے سے کہا:

«تَنَحَّ حَتّٰی أُرِيَكَ»

"تو کھڑا ہو کر دیکھ میں تجھے بتلاتا ہوں کھال کیسے اترتی ہے؟"

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا ہاتھ کھال اور گوشت کے درمیان داخل کر دیا اور اسے دھنسا دیا حتیٰ کہ سارا بازو بغل تک اندر چلا گیا اور پھر آپ ﷺ نے لڑکے کو مخاطب کر کے فرمایا:

«يَا غُلَامُ هٰكَذَا فَاسْلَخْ»

"برخوردار! اس طرح کھال اتار"

پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

لوگو! یہ ہیں مدینے کے حکمران جو راہ چلتے ہوئے ایک لڑکے کے ساتھ ہاتھ بٹانے کھڑے ہو گئے۔ خدمت خلق میں ہر وقت سرشار ایسے شفیق اور محسن انسانیت ﷺ کے خاکے بناتے ہو۔ ذرا دکھاؤ تو کسی زمانے میں کوئی ایسا ہمدرد حکمران؟

بے کسوں کی بے کسی کا ایک واقعہ ابو داؤد، کتاب الادب اور "مسلم، کتاب الفضائل" میں ہے۔ میرے حضور ﷺ کے خدمت گار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک ایسی خاتون جس کی عقل ٹھکانے نہ تھی وہ میرے حضور ﷺ کو عام لوگوں سے

الگ کر کے اپنا مسئلہ بتاتی ہے۔ میرے حضور ﷺ اس کا مسئلہ حل کرنے چل کھڑے ہوتے ہیں اور چلتے ہوئے اس عورت کی دلجوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے فلاں شخص کی ماں! جہاں دل چاہتا ہے لے چل..... میں تیرا مسئلہ حل کروں گا:'' حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں حضور ﷺ اس سائلہ کے ساتھ رہے۔ بازار کی ایک سائیڈ پر وہ بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ بھی بیٹھ گئے حتیٰ کہ اس کا مسئلہ حل کر دیا۔

میرے حضور ﷺ کا یہ طرز عمل بتلاتا ہے۔ کہ جن کا دماغی توازن درست نہ ہو وہ عام لوگوں کی نسبت ہمدردی کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں اس لیے میرے حضور ﷺ نے اس خاتون کے ساتھ جو کسی شخص کی ماں بھی تھی۔ صاحب اولاد تھی۔ مدینہ کی گلیوں میں گھومتی تھی۔ میرے حضور ﷺ اس کے ساتھ اس کی دلجوئی کے لیے چلتے رہے۔ دماغی معذوروں کے لیے کس قدر ہمدردی اور شفقت ہے میرے حضور ﷺ کے دل میں..... دماغی امراض کے علاج اور ہسپتال بنانے والوں کے لیے کیسا خوبصورت ہے نقش پا میرے حضور ﷺ کا؟ حکمرانو! ترمذی، کتاب الاحکام ..... میں شاہ مدینہ کا یہ فرمان بھی سن لو۔ میرے حضور ﷺ تمہارے بیے فرماتے ہیں۔

«مَا مِنْ اِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُوْنَ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْخَلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ اِلَّا اَغْلَقَ اللّٰهُ اَبْوَابَ السَّمَآءِ دُوْنَ خَلَّتِهِ وَ حَاجَتِهِ وَ مَسْكَنَتِهِ»

جو سا حکمران ضرورتمند، بے کس اور مسکین کے لیے اپنا دروازہ بند کرے اللہ اس کی بے کسی ضرورت اور مسکینی کے موقع پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

حکمرانو! اگر آسمان کے دروازے کھلے رکھنا چاہتے ہو تو ضرورتمندوں، بے کسوں، معذوروں اور مسکینوں کے لیے اداروں کی صورت ایسے ایسے دروازے کھولو جہاں سے ان کی ضرورتیں پوری ہوں اور معذوریوں کا مداوا ہوں۔

سب کے درد کی دوا :

میرے حضور ﷺ ایسے حکمران ہیں جو رعایا کے ایک ایک فرد ایک ایک بچی کے درد کی دوا ہیں۔ خوب فرمایا: مولا کریم نے اپنی آخری کتاب میں:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ [الأحزاب : ٦]

"یہ نبی تو مومنوں کے لیے ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر مقدم و برتر ہے۔"

اس آیت کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمانو! تم خود بھی اپنی ذاتوں کے اس قدر خیر خواہ نہیں ہو جس قدر یہ نبی ﷺ تمہارے خیر خواہ ہیں۔

خاکے بنانے والو! اب دیکھنا میرے حضور ﷺ کی زندگی کے مناظر۔ مشکل دور میں میرے حضور ﷺ کی زندگی کا منظر یوں تھا کہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ کی کتاب الزھد میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک دن اس حال میں دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کو کم درجے کی کھجوریں بھی (اس روز) میسر نہ تھیں کہ جن سے پیٹ بھر لیتے۔ ابن ماجہ میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے خادم تھے کہتے ہیں میں نے کئی بار اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا...... اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ آج محمد کے گھر والوں کے پاس نہ ایک صاع (اڑھائی کلو) غلہ ہے نہ ایک صاع کھجوریں۔

ابن ماجہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں: ہم آل محمد ﷺ مہینہ مہینہ اس حال میں گزار دیتے تھے کہ ہمارے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ آپ ﷺ کے گھروں میں سے کسی گھر میں دھواں نہ اٹھتا تھا۔ گزارا بس کھجوروں اور پانی پر ہی ہوتا تھا۔ انصار میں سے کچھ ہمارے پڑوسی تھے وہ بڑے مخلص ہمسائے تھے۔ ان کے ہاں وہ بکریاں جو گھروں میں ہوتی تھیں۔ چرنے کے لیے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاتی تھیں اور انھیں چارہ گھر میں ڈالا جاتا تھا۔ ان بکریوں کا دودھ وہ پڑوسی ہمارے ہاں بھی

بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے بستر کے بارے میں حضرت عائشہ ؓ بتلاتی ہیں کہ وہ چمڑے کا بنا ہوا تھا اور اس میں (روئی کی جگہ) کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی۔

قارئین کرام! مہاجرین کے معاشی حالات مدینہ میں ناگفتہ بہ تھے۔ ان کی جائدادوں پر مکہ کے مشرکین نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ لٹے پٹے مدینہ میں آئے تھے۔ مدینہ کے انصار کی حالت بھی قابل رشک نہ تھی۔ ایسے حالات میں میرے حضور ﷺ نے سب سے بڑھ کر معاشی تکالیف اٹھائیں ایسے حالات میں بھی میرے حضور ﷺ شاہ مدینہ نے معاشرے کی اخلاقی حالت کو کس قدر بلند و بالا رکھا۔ ابو داؤد، کتاب البیوع میں حضرت جابر ؓ کی بات کو ملاحظہ کیجیے وہ بتلاتے ہیں:

''اللہ کے رسول ﷺ کسی ایسے آدمی کا جنازہ نہ پڑھایا کرتے تھے جس پر قرض باقی ہوتا۔ ایک میت کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! دو دینار قرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو.... اس موقع پر حضرت ابو قتادہ انصاری ؓ بول پڑے اور کہنے لگے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے قرض کا ذمہ میں لیتا ہوں چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔

اس کے بعد حضرت جابر ؓ مزید بتلاتے ہیں کہ جب حالات بدلے۔ دن پھرے اور فتوحات کے دروازے کھلے تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

''میں ہر مومن سے اس کی جان سے بھی قریب ترین ہوں۔ (یعنی کوئی مسلمان اپنی ذات اور بیوی بچوں کا اس قدر خیر خواہ نہیں جس قدر میں محمد ﷺ اس کا خیر خواہ ہوں) چنانچہ اب جو شخص قرض چھوڑ کر فوت ہو تو اس کا قرض میرے ذمہ ہے اور جو مال و دولت چھوڑ کر فوت ہو تو اس کا مال اس کے وارثوں کا ہے۔''

ابو داؤد، کتاب الخراج میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے پیچھے مال چھوڑ کر فوت ہو تو اس کا مال اس کے گھر والوں کا ہے اور جو قرضہ چھوڑ کر فوت ہو یا اس کے

چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو قرض کی ادائیگی اور بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے۔

جی ہاں! سٹیٹ کے ہر فرد کے لیے فلاح و بہبود...... اس کا آغاز کیا تو معلوم انسانی تاریخ میں سب سے پہلے میرے حضور ﷺ نے کیا...... اور بڑے منظم انداز میں کیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ میرے حضور ﷺ نے باقاعدہ مردم شماری کروائی...... مدینہ کے لوگوں کی مردم شماری کا مقصد واضح تھا کہ ہر گھر اور ہر فرد کے کوائف معلوم ہو جائیں گے یوں مدینہ کی کوئی عورت کوئی مرد اور کوئی بچہ بوڑھا سٹیٹ کی نگاہوں سے اوجھل کسمپرسی کا شکار نہ رہے گا۔

حکمران کہلانے والو! یہ ہیں شاہِ مدینہ ﷺ ہر ایک کے درد کی دوا...... حکمرانوں کو جس نے سکھا ڈالی ہے اچھی حکمرانی (Good Governance) کی ایک ایک ادا۔

شکمِ اطہر کے بوسے:

اپنے حضور ﷺ کا...... شاہِ مدینہ ﷺ کا جو نقشہ ہم نے کھینچا، ایسی صفات کے حامل حکمران سے لوگ ٹوٹ کر محبتیں کرتے ہیں۔ جانیں نچھاور کرتے ہیں۔ یہ محبت بے لوث ہوتی ہے، فطری اور قلبی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد کتاب الادب میں ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے حضور ﷺ اکرم ﷺ نے آواز دی: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میں نے کہا

لَبَّیْكَ : حاضر ہو گیا

وَسَعْدَیْكَ : حضور ﷺ نے بلایا ہے کس قدر خوش بخت ہوں

وَاَنَا فِدَاكَ : میری جان جناب کے لیے قربان...... ارشاد فرمائیے!

حضور ﷺ کے بلاوے پر عام صحابہ محبت کا اظہار یوں بھی کیا کرتے تھے۔

فِدَاكَ اَبِیْ : حضور ﷺ پر میرا باپ قربان۔

وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ : اے اللہ کے رسول ﷺ میری امی جان بھی جناب پر قربان۔

ارے خاکے بنانے والو! میرے حضور ﷺ کے ساتھ محبتوں کے کبھی یوں بھی سین بنا

کرتے تھے۔ امام ابوداؤد، کتاب الادب میں مدینے کے ایک پر بہار اور خوش منظر مقام کا نقشہ کھینچتے ہیں ملاحظہ کرنا! بے ادبو! شاید ادب کا کوئی جھونکا امیر حمزہ کے قلم سے تمہارے بے ادب دل کی بنجر زمیں پر سے گزر جائے اور اسے پر بہار بنا جائے دیکھنا اور غور کرنا!

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جن کا تعلق انصار کے ساتھ تھا (سردار آدمی تھے) اپنے لوگوں سے (اپنے ڈیرے پر) باتیں کر رہے تھے۔ بڑے مزاحیہ اور ہنس مکھ آدمی تھے۔ اپنے لوگوں کو ہنسا رہے تھے۔ اس دوران اللہ کے رسول ﷺ جو وہاں موجود تھے۔ اسید کے پہلو میں چھڑی چبھو دی۔

(اسید کی ہنسی غائب ہوگئی مڑ کر دیکھا تو اللہ کے رسول ﷺ تھے)۔

اب وہ فوراً بولے: حضور ﷺ! مجھے بدلہ چاہیے۔

شاہ مدینہ! لے لو۔

اسید بن حضیر! جناب پر قمیص ہے مجھ پر قمیص نہ تھی۔

شاہ مدینہ ﷺ (کھڑے ہوگئے) اور اپنی قمیص اوپر اٹھا کر بدن ننگا کر دیا (حضرت اسید یہی چاہتے تھے۔ من کی مراد بر آئی) انھوں نے حضور ﷺ کو جپھا ڈال لیا اور آپ ﷺ کے پہلو مبارک کو چومتے چومتے اور چومتے ہی چلے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا پروگرام یہی تھا۔ پورا ہوگیا۔

قارئین کرام! سب ہی اپنے اپنے انداز سے میرے حضور ﷺ سے محبتیں کرتے تھے ان محبتوں کے مناظر میں سے ایک منظر کا نقشہ امام مسلم بن حجاج قشیری نے کتاب الاشربہ میں یوں کھینچا ہے:

حضور ﷺ جب مدینہ میں آئے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے۔ حضور ﷺ نے چوبارے پہ قیام فرمایا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نیچے رہنے لگ گئے۔ وہ کھانا تیار کرتے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا..... جب بچا ہوا کھانا واپس آتا تو

برتن لانے والے سے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ پوچھتے۔ یہ بتلا حضور ﷺ کی انگلیاں کھانے کے کس حصے کو لگیں۔ برتن والا بتلاتا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہیں سے کھانے کا آغاز کرتے۔

امام مسلم کتاب الفضائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبان سے صحابہ کی محبتوں کا ایک نقشہ یوں بھی کھینچتے ہیں۔

میں دیکھ رہا تھا حجام اللہ کے رسول ﷺ کی حجامت بنا رہا تھا آپ ﷺ کے اردگرد آپ ﷺ کے صحابہ کھڑے تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ جو بال بھی گرے کسی آدمی کے ہاتھ پر گرے۔

یعنی میرے حضور ﷺ کا کوئی بال مبارک زمین پہ نہ گرے صحابی کے ہاتھ پہ گرے۔.... امام مسلم ایک دوسرا منظر یوں دکھلاتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں جب اللہ کے رسول ﷺ صبح کی نماز پڑھا لیتے تو مدینہ میں (گھروں کے) خادم اپنے اپنے برتن لے کر آجاتے۔ ان برتنوں میں پانی ہوتا تھا جو برتن بھی آپ ﷺ کے آگے کیا جاتا۔ آپ ﷺ اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ صبح کو بڑی سخت سردی ہوتی، اللہ کے رسول ﷺ پھر بھی اپنا ہاتھ ان برتنوں میں ڈبوتے جاتے۔

قارئین کرام! یہ ہاتھ کیسا مبارک ہاتھ تھا، کیسا خوبصورت ہاتھ تھا۔ صحیح بخاری کتاب الفضائل میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے وادی بطحا میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے دو دو رکعتیں نماز پڑھی ..... اب کے لوگ آپ ﷺ کے پاس آ گئے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پکڑتے اور اپنے چہرے پر پھیرتے۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے بھی آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور اسے اپنے چہرے پر رکھا تو کیا محسوس کیا کہ وہ تو برف سے بڑھ کر ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔

اے محبانِ رسول ﷺ! ایسا ہاتھ...... میرے حضور ﷺ کا بھلا جس انسان کو لگ جائے اس کی سعادت کے کیا کہنے اور جس پانی کو چھو جائے اس کی برکتوں کے کیا کہنے؟ جی ہاں! یہ ہیں محبتوں کے نقشے۔ الفتوں اور پیار کے مناظر، ادب کے سین، عقیدتوں کے پھول اور احترام کی کلیاں۔

بے ادبو، گستاخو! تمھیں کیا معلوم ہمارے حضور ﷺ کی گستاخیاں کر کے تم نے ہمارے دلوں کا کیا حال بنا دیا ہے۔ ہمارے جگر کو خون خون کر دیا ہے۔ ہماری آنکھوں کو رلا رلا مارا ہے۔

خیر تم نے ہمیں جو ستایا وہ ستایا...... لیکن اب میں اپنے حضور ﷺ کی سیرت کے جو مناظر پیش کرنے لگا ہوں...... انھیں غور سے دیکھنا اس لیے کہ یہ تمھارے بارے میں ہیں۔

میرے حضور ﷺ نے تم یہودیوں، عیسائیوں اور بت پرستوں کے بارے میں کس اعلیٰ اخلاق کا برتاؤ کیا ہے۔ اسے اب ملاحظہ کرو۔

شاید کہ میرا قلم تمھارے دماغوں میں ندامت وخجالت کا خاکہ بنا دے۔

یہود کے ساتھ حسن اخلاق

جب مہمان بدتمیز بن گئے:

صحیح مسلم، کتاب السلام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق یہودیوں کا ایک وفد آیا اور انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات کے لیے اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ وہ آئے تو اللہ کے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: "السام علیکم" "تم پر موت ہو۔" میں نے فوراً کہا: (بَلْ وَ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ) "یہ موت تم پر ہو اور لعنت بھی ہو۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرم خوئی کو پسند کرتے ہیں اس پر میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ان لوگوں نے جو کہا وہ آپ نے سنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے سنا اور میں نے کہہ نہیں دیا "وعلیکم" بس اتنا کافی ہے۔"

خدا کے بنانے والے یہودیو! تم پر ہم کیا افسوس کریں تمہارے بڑے بھی یہی کچھ کرتے آئے ہیں۔ دیکھو! میرے حضور ﷺ کے گھر میں آ کر وہ کیسی کیسی حرکت کر گئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے موت کے ساتھ لعنت کا لفظ شامل کر دیا تو میرے حضور ﷺ اپنی زوجہ پر ناراض ہوئے۔ صحیح مسلم ہی کی اگلی روایت میں ہے آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ سخت جملے مت بولو! اگر سخت گوئی کا جواب دینا ہی ہے تو اتنا ہی دو جتنی زیادتی ہوئی ہے اضافہ مت کرو۔ یہ ہیں میرے حضور ﷺ ..... گھر آنے والے مہمانوں کے ساتھ میرے حضور ﷺ کا حسن اخلاق بھی دیکھو..... اور اے یہودیو! اپنے

بڑوں کی حرکتیں بھی دیکھو..... خاکے تو تمہیں اپنے بڑے بزرگوں کے بنانے چاہئیں تاکہ
میرے حضور ﷺ کے..... میرے حضور ﷺ کا رویہ تو بطور میزبان حسنِ اخلاق ہے اور
تمہاری قوم کا بطور مہمان بدتمیزی کا شاہکار ہے۔

صحیح بخاری میں مرقوم ایک واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت
کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے راستے میں ایک یہودی
ملا اور میرے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگا "السام علیک" تجھ پر موت ہو۔ میرے
حضور ﷺ نے بس اسی قدر کہا "وعلیک" پھر میرے حضور ﷺ صحابہ سے مخاطب ہوئے اور
پوچھا: پتا چلا ہے وہ مجھے کیا کہہ گیا ہے؟ وہ مجھے "السام علیک" کہہ گیا ہے۔ صحابہ طیش میں آ
گئے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اجازت چاہیے ہم اسے قتل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
"بالکل نہیں۔"

لوگو! یہ تھا میرے حضور ﷺ . صبر و حوصلے کے پیکر شاہِ مدینہ کہ جن کے ایک
اشارے پہ یہودی اس دنیا سے معدوم ہو جاتا مگر میرے حضور ﷺ نے منع کر دیا۔ کمال
حوصلہ ہے شاہِ مدینہ ﷺ کا کہ وہ زیادتیاں بھی کریں مگر آپ ﷺ اپنی محبوب زوجہ کو بھی
ڈانٹ دیں اور صحابہ کو بھی بدلہ نہ لینے دیں۔

ارے یہودیو! تمہارے بڑے میرے حضور ﷺ کے گھر میں آ کر بھی گستاخی کر جائیں
اور سرِ بازار بھی بزدلانہ بدتمیزی کر جائیں، تمہاری بدتمیزیوں کا چلن آج بھی جاری ہے۔
حق تو یہ ہے کہ اپنے بڑوں کی بدتمیزی کے خاکے بناؤ اور اپنی بدتمیزی کے خاکے بھی بناؤ
... میرے حضور ﷺ کی سیرت کا نظارہ تو حلم ہے حوصلہ ہے۔ صحابہ کے لیے حلم کا یہ گھونٹ
بڑا کڑوا ہے مگر وہ کیا کریں کہ حضور ﷺ کے حکم پر صبر و حوصلے کا یہ گھونٹ انہیں پینا ہی پڑا۔

زہر آلود گوشت کھا کر بھی معافی؟

میرے حضور ﷺ کے صحابہ نے خیبر فتح کر لیا ہے۔ فتح کے بعد ایک منظر حضرت

انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں۔ صحیح مسلم، کتاب السلام میں ہے کہ ایک یہودی عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی۔ بکری کے گوشت میں زہر ملا کر لائی۔ حضور ﷺ نے کھا لیا (گوشت نے اپنا اثر دکھلایا اور حضور ﷺ کو پتا چل گیا) اس پر اس عورت کو بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہنے لگی: میں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تجھے یہ ہمت نہیں دے گا۔ حضرت علی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم فوراً بولے۔ اجازت ہو ہم اس کی گردن ماریں۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا: ''بالکل نہیں۔''

اے یہودیو! یہ ہے میرے حضور ﷺ کا حوصلہ۔ یہودن اعتراف کر رہی ہے۔ یونیورسل اور نیچرل لاء دنیا کے ہر معاشرے کا یہی کہتا ہے کہ اس کی سزا قتل ہے مگر میرے حضور ﷺ اجازت نہیں دے رہے۔ ظالمو! پھر بھی میرے حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہو۔ کیوں ....؟

یہودن بدکارہ جنت میں:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (پچھلی امتوں میں سے ایک امت کی عورت کا ذکر کرتے ہوئے) بتلایا کہ ایک دفعہ ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ پیاس کی شدت اسے ہلاک کرنے ہی والی تھی کہ اسے ایک عورت نے دیکھ لیا۔ یہ عورت بنو اسرائیل کی ایک (یہودن) عورت تھی۔ یہ اس معاشرے کی بدکار عورتوں میں سے ایک بدکارہ تھی اس نے اپنا موزہ اتارا (اس کو رسی سے باندھا) اور کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلا دیا۔ اس کی اس نیکی کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔

لوگو! انسان کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کی کسی اچھی بات کا تذکرہ نہیں کرتا......

یہ انسانوں کی عمومی فطری عادت ہے لیکن میرے حضور ﷺ پر جو قرآن آیا اس نے یہ سبق دیا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ

لَا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا [المائدة: ۸]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر (حق پر) قائم رہنے والے بن جاؤ۔ انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔ یاد رکھو! کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ انصاف ہی کو تھامے رکھو۔"

یہودیو! تمھاری دشمنیوں کے باوجود میرے حضور ﷺ نے تمھاری ایک عورت کی نیکی کا تذکرہ کیا۔۔ میرے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ تذکرہ میرے حضور ﷺ کی کشادہ دلی، فراخی اور سماحت کا ایک لازوال نقش ہے۔ کاش تمھارے ذہنوں میں بھی اس کا عکس پڑ جائے۔

موسیٰ علیہ السلام کی شان:

ابن ماجہ، کتاب الزہد میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ مدینہ کے بازار میں ایک یہودی نے (بات چیت کے دوران) کہہ دیا: "قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منتخب فرما کر انسانوں پر فضیلت دی۔ اس پر ایک انصاری صحابی نے ہاتھ اٹھایا اور اس یہودی کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا اور کہا تو سارے انسانوں پر فضیلت کی بات کرتا ہے۔ حالانکہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں...... یہ واقعہ حضور ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو قرآن کا یہ مقام پڑھ کر سنایا:

"اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمان اور زمین والے سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ بے ہوش نہ ہوگا جسے اللہ چاہے پھر صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو تمام لوگ کھڑے دیکھنے لگ جائیں گے۔" [الزمر: ٦٨]

(یاد رہے!) سب سے پہلے میں ہوں گا جو اپنا سر اٹھاؤں گا تب دیکھوں گا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو تھامے کھڑے ہوں گے۔ اب یہ مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے مجھ سے پہلے ہوش میں آ کر سر اٹھا لیا ہوگا یا وہ ان (برگزیدہ افراد) میں

شامل ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ کیا ہے...... یاد رکھو! (یہ تو موسیٰ علیہ السلام ہیں) جو شخص یہ بھی کہے کہ میں حضرت یونس بن متی (جو مچھلی کے پیٹ میں رہے) سے بہتر ہوں تو اس نے بھی جھوٹ بولا۔"

لوگو! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میرے حضور ﷺ آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ سب سے افضل ہیں لیکن انبیاء کے مابین مقابلہ کر کے ایسے انداز سے فضیلت بیان کرنا کہ دوسرے نبی کی ادنیٰ سی تحقیر جھلکے یہ ناجائز ہے...... چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس انداز کا دروازہ بھی بند کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی جزوی فضیلت بھی بیان فرمائی نیز اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت یونس علیہ السلام کا بھی ذکر فرما دیا۔

قیامت کے روز بپا ہونے والے موسیٰ سے متعلق منظر کو ذرا نگاہوں میں لاؤ جس کا تذکرہ میرے حضور ﷺ نے کیا۔ تم میرے حضور ﷺ کا شکریہ بے شک ادا نہ کرو، لیکن گستاخیوں سے تو باز آ جاؤ...... کیا تم جانتے ہو کہ وہ قرآن جو میرے حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ۱۳۶ بار آیا ہے۔ ذرا پڑھ کر تو دیکھو...... بہرحال! آؤ...... ایک اور منظر ملاحظہ کرو...... صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں ہے:

"صحابہ نے میرے حضور ﷺ سے پوچھا کہ سب لوگوں میں بہت زیادہ عزت و تکریم والا کون ہے؟ تو میرے حضور ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام لیا اور فرمایا: وہ خود نبی ہیں اللہ کے نبی یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں (حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے) اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔

یہودیو، غور کرو! حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد کہلانے والو! سوچو...... ان بارہ میں سے ایک بیٹا یوسف علیہ السلام جو اللہ کا نبی ہے میرے حضور ﷺ ان کی تکریم کیسے پیارے انداز میں اپنے صحابہ کو بتلا رہے ہیں؟ جی ہاں! ہم اپنے حضور ﷺ کے پیروکار تمام

انبیاء کا ادب کرنے والے ہیں۔ ان کی حرمتوں پر کٹ مرنے والے ہیں..... اور اپنے حضور ﷺ کی حرمت پر تو ہماری جان، مال، اولاد اور سارا جہان قربان ہے۔

یہودی کا جنازہ اور عیادت:

صحیح بخاری، کتاب الجنائز میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں، ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا اللہ کے رسول ﷺ نے اسے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی کھڑے ہو گئے ..... پھر ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جنازہ تو ایک یہودی کا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔"

لوگو! میرے حضور ﷺ ایک یہودی کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ میرے حضور ﷺ کے دل مبارک میں انسانی رشتے کا کس قدر درد ہے۔ آپ ﷺ موت کے درد کو محسوس کرتے ہیں چاہے وہ کسی کی بھی موت ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

موت ایسی چیز ہے جو پریشانی میں مبتلا کرتی ہے۔

اے یہودیو! موت تو بڑی چیز ہے میرے حضور ﷺ تو اس قدر مہربان اور ہمدرد تھے کہ کسی کی بیماری کو دیکھ کر بھی بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ چونکہ تم لوگ مدینہ کے باسی تھے۔ میرے حضور ﷺ کی رعایا تھے۔ تم جو چاہو کرو مگر میرے حضور ﷺ کو تو تمہارا خیال تھا نا..... یہ دیکھو! یہودی لڑکا ہے۔ اس کا واقعہ ہمارے امام سلیمان سجستانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ابوداؤد میں لائے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک لڑکا بیمار ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس کی بیمار پرسی کرنے کو تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے (حال احوال پوچھنے کے بعد آخرکار) آپ ﷺ اس سے کہنے لگے۔ مسلمان ہو جاؤ" اب لڑکے نے اپنے باپ کی جانب دیکھا۔ باپ بھی بیٹے کے سر کی جانب (حضور نبی کریم ﷺ کے پاس) ہی بیٹھا تھا۔ باپ (اپنے بیٹے کی خواہش کو بھانپتے

ہوئے) کہنے لگا۔ ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ لڑکے نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ بِیْ مِنَ النَّارِ »

''اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔''

یہودیو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ جو یہود کے درد کا بھی درماں ہیں۔

یہودی کا رویہ اور صحابی رضی اللہ عنہ کا رویہ:

امام ابوعبداللہ اپنی کتاب ابن ماجہ، ابواب الصدقات میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ لائے ہیں وہ خود بتلاتے ہیں کہ ان کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو ان کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا جس کی مقدار اتیس وسق غلہ تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہودی سے مہلت مانگی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے گزارش کی کہ وہ یہودی کو مہلت دینے کا کہیں، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ یہودی کے پاس چل کر گئے۔ اس سے بات چیت کرتے ہوئے یہ پیش کش کی کہ جابر رضی اللہ عنہ پر جو قرض ہے اس کے بدلے میں وہ جابر کی کھجوروں کا سارا پھل لے لے۔ یہودی نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے یہودی سے کہا کہ چلو یہ نہیں تو پھر جابر رضی اللہ عنہ کو ادائیگی میں مہلت ہی دے دو۔ یہودی نے مہلت دینے سے بھی انکار کر دیا۔

اب اللہ کے رسول ﷺ جناب جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں چہل قدمی فرمانے لگے۔ پھر جناب جابر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔ پھل اتارو اور یہودی کا جو حق ہے وہ اسے دے دو...... یہ کہہ کر اللہ کے رسول ﷺ چلے گئے۔ پیچھے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے باغ کی کھجوریں اتاریں اور تیس کے تیس وسق یہودی کے حوالے کر دیے مزید بارہ

وسق کھجوریں بچ بھی گئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس (حیرت انگیز) واقعہ کی خبر دینے حضور ﷺ کی خدمت میں گئے مگر آپ ﷺ موجود نہ تھے ..... پھر جب اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر حضور ﷺ کو صورتحال بتلائی کہ انھوں نے یہودی کو پوری ادائیگی کر دی ہے اور بارہ وسق بچ بھی گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جاؤ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات بتلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور انھیں یہ بات بتلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "جب اللہ کے رسول ﷺ اس باغ میں چہل قدمی فرما رہے تھے مجھے اسی وقت ہی یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پھل میں ضرور برکت فرمائے گا۔"

اے یہودیو! ذرا مدینہ کا منظر اپنے سامنے لاؤ۔ میرے حضور ﷺ مدینہ کے حکمران ہیں اور یہودی کے پاس جا کر اپنے صحابی کی سفارش کرتے ہیں وہ نہیں مانتا تو میرے حضور ﷺ خاموشی سے واپس چلے آتے ہیں۔ شاہِ مدینہ ﷺ کا حوصلہ دیکھو اور اس یہودی کی جرأت دیکھو۔ میں پوچھتا ہوں چودہ سو سال قبل ذمی کو یہ جرأت دلائی تو کس نے؟ اللہ کی قسم! صرف اور صرف میرے حضور ﷺ نے ..... اپنے رویے سے، حلم و حوصلے سے اور اس انصاف پرور نظام سے جس کی بنیاد میرے حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں رکھی۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہودی مروت سے خالی ہے۔ مال کے لالچ میں حد درجہ مبتلا ہے۔ اس قدر کہ اسے انسانی رشتوں کے تقدس کا کوئی خیال نہیں ہے۔ ایک حکمران اس کے پاس چل کر جاتا ہے یہ اس کے لیے اعزاز تھا مگر اس نے اس اعزاز کی کوئی پرواہ نہ کی اس لیے کہ اس لالچی کے ہاں غلہ کہیں زیادہ عزت والا تھا۔ جو پیٹ میں جا کر بدبو مارتا ہے اور پھر انسان کے جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔

یہودی کہلانے والو! آؤ ..... اب ذرا میرے حضور ﷺ کے ایک صحابی کا رویہ بھی ملاحظہ کرو ..... ابو داؤد، کتاب الادب اور ترمذی کتاب البر میں ہے۔ حضرت عبداللہ

بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بکری ذبح کی (پھر کہیں چلے گئے جب واپس گھر آئے تو گھر والوں سے پوچھتے ہیں) تم لوگوں نے گوشت میرے یہودی ہمسائے کو بھی بھیجا ہے؟

ارے جلدی بتلاؤ..... ہمارے یہودی ہمسائے کے گھر گوشت بھیجا ہے؟ کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟

مجھے لگا تار جناب جبریل علیہ السلام ہمسائے کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ یہ ہمسائے کو وارث ہی بنا دیں گے۔

یہودیو! اسلام کی وسعت دیکھو میرے حضور ﷺ کی تربیت دیکھو کہ میرے حضور ﷺ کا صحابی اپنے حضور ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھ کر کس طرح یہودی اور اس کے گھر والوں کا خیال کر رہا ہے..... ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کے نبوی فرمان کو وہ صرف مسلمان ہمسائے کے ساتھ خاص نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کو شامل کرتا ہے چاہے وہ ہمسایہ یہودی ہو یا کوئی اور غیر مسلم..... یہ ہے رویہ میرے حضور ﷺ کے صحابی کا... تم اپنے یہودی کا رویہ بھی دیکھو اور میرے حضور ﷺ کے صحابی کا بھی؟

عقیدے کی آزادی کا حق:

مدینہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو نضیر آباد تھا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ کے حکمران بنے تو اس قبیلے نے بھی اس حکمرانی کو تسلیم کیا اور "میثاق مدینہ" پر اپنے دستخط ثبت کیے جس میں یہ موجود تھا کہ جس طرح باقی لوگوں کے حقوق ہیں اسی طرح ان کے بھی حقوق ہیں اور محمد کریم ﷺ ان کی حفاظت کریں گے جبکہ باہر سے کوئی حملہ آور ہوا تو یہ محمد کریم ﷺ کے ساتھ مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔

جب احد کے میدان میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو زک اٹھانا پڑی تو مدینہ کے اردگرد کئی قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ بد عہدیاں شروع کر دیں اور کئی نقصانات پہنچائے۔ اس فضا میں بنو نضیر بدعہدی پہ تیار ہو گئے۔ ان کی سازش

بھی شکست از بام ہوگئی۔ پروگرام یہ تھا کہ محمد کریم ﷺ کو قتل کر دیں ان کے اموال پر قبضہ کر لیں..... مسلمانوں کی عورتوں پر بھی قبضہ کر لیں.. ان کے مرد حضرات کو قریش مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ چنانچہ اس پروگرام کو لیے اس قبیلے کے لوگ مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور شرارتیں کرنے لگے۔ بازاروں میں مسلمان عورتوں کو چھیڑنے لگے۔ انھیں سمجھایا گیا تو یہ دھمکیوں اور بدتمیزیوں پر اتر آئے۔ یہاں تک کہنے لگے..... ہم سے تم لوگ ٹکرائے تو تمھارا حشر دنیا دیکھے گی۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے پھر بھی نرمی کا سلوک کیا اور انھیں بسلامت مدینہ سے نکل جانے کا الٹی میٹم دے دیا.. یہ اڑ گئے مگر جب مسلمانوں نے محاصرہ کیا تو یہ جانے پر تیار ہوگئے مگر یہ درخواست کرنے لگے کہ انھیں اپنا مال و دولت لے جانے دیا جائے، چنانچہ میرے حضور ﷺ نے اجازت دے دی ..اور پھر یہ لوگ اپنے مکانوں کا ملبہ تک اکھیڑ کر لادنے لگے، جب یہ لوگ جانے لگے تو انصار کے ان لڑکوں اور جوانوں کا مسئلہ پیدا ہوگیا جو یہودی بن گئے تھے.....انصار نے کہا یہ ہمارے بچے ہیں ہم انھیں نہیں جانے دیں گے۔ یہ بچے کس طرح یہودی بنے ملاحظہ ہو، ابو داؤد میں کتاب الجہاد .... امام ابو داؤد وہاں ایک باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے۔" قبول اسلام کے لیے قیدی پر جبر کرنا جائز نہیں" پھر وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ان لڑکوں کی صورتحال واضح کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ (انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج میں سے) کوئی وہ عورت جس کے بیٹے زندہ نہ رہتے تھے وہ نذر مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنا دے گی۔ چنانچہ جب بنو نضیر کو مدینہ سے نکالا گیا تو ان میں انصار کے لڑکے بھی تھے (جو اس قسم کی نذر سے یہودی بنائے گئے تھے) انصار نے کہا، ہم اپنے بچوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہود کے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرۃ : ۲۵۶]

"دین میں کوئی جبر نہیں اس لیے کہ گمراہی کے مقابلہ میں ہدایت واضح ہو کر سامنے آ چکی ہے۔"

اللہ اللہ ... اگر کسی انصاری کے دل میں خیال آیا بھی کہ ہمارے بچے ہیں ہم انھیں چھینا لگا کر کلمہ پڑھائیں گے۔ مسلمان کریں گے، ساتھ نہ جانے دیں گے۔ یا یہ کہ ساتھ نہ جانے دیں گے اور بعد میں انھیں مسلمان بنائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اصلاح فرما دی کہ نہیں نہیں، دین میں کوئی جبر نہیں... اس لیے کہ عقیدے کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دل دلیل کو مانتا ہے جبر اور تلوار کو نہیں اور اللہ فرما رہے ہیں کہ حق کے دلائل واضح ہو گئے چنانچہ جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ... یہ ہے قرآن جو میرے حضور ﷺ کے دل پہ اترا ... یہ ہیں میرے حضور ﷺ جنھوں نے انصار کو قرآن سنایا اور سب خاموش ہو گئے بنو نضیر اپنے ساتھ انصار کے یہودی بنے ہوئے لڑکوں اور جوانوں کو بھی لے گئے۔ وہ بھی یہودی رہنا چاہتے تھے... ٹھیک ہے بھئی! تم یہودی رہنا چاہتے ہو تو رہو، اسلام تمھیں حریت فکر دیتا ہے۔ محمد کریم ﷺ جو شاہِ مدینہ ہیں، تمھیں مذہبی آزادی دیتے ہیں۔ مدینہ کی سٹیٹ تمھاری اس آزادی کو تسلیم کرتی ہے اس کا احترام کرتی ہے۔

اے یہودیو! قرآن کی سورت یونس بھی دیکھ لو... یہاں اللہ تعالیٰ نے تم بنو اسرائیل کا تذکرہ کیا اور پھر اپنے پیارے نبی کو مخاطب کیا اور قیامت تک کے لیے میرے حضور ﷺ کے پیروکاروں کے لیے دوسروں کی مذہبی آزادی کے احترام کا کس طرح درس دیا۔ ملاحظہ ہو:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [یونس : ۹۹]

"(میرے رسول ﷺ) اگر تیرا رب چاہتا تو بلاشبہ جو لوگ زمین پر بستے ہیں وہ سارے کے سارے ایمان لے آتے۔ اب کیا لوگوں پر آپ اس وقت تک جبر

کریں گے جب تک کہ وہ مومن نہ بن جائیں۔"

جی ہاں! یہ ہے قرآن کی آیت جو میرے حضور ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی اور دنیا کو مذہبی آزادی کا ایک فطری حق دے گئی۔ یہ عالمی قانون بن گیا۔ انٹرنیشنل لاء بن گیا۔ یہ وہ لاء ہے جو میرے حضور ﷺ اس دور میں دنیا کو دے گئے جب اس دنیا میں مذہبی آزادی کے ایسے قانون کا تصور تک نہ تھا۔

یہودی بچوں، لڑکوں اور عورتوں کا تحفظ:

یہود کا یہ ایک اور قبیلہ ہے اس کا نام بنو قریظہ ہے۔ بنو نضیر کی طرح اس قبیلے نے بھی "میثاقِ مدینہ" پر دستخط کر رکھے تھے۔ مشرکین مکہ اور دیگر قبائل نے جب دس ہزار کی تعداد میں مدینہ کا محاصرہ کیا تو اس قبیلے کے یہود نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کر دی۔ بنو نضیر جو مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کی مالی اور تکنیکی سپورٹ مشرکین مکہ کو حاصل تھی۔ ساتھ انھوں نے بنو قریظہ کو بھی بد عہدی پہ تیار کر لیا ..... پروگرام یہ تھا کہ باہر سے دس ہزار کی اتحادی فورسز یلغار کریں گی اور اندر سے بنو قریظہ مسلمانوں پہ حملہ آور ہو جائیں گے۔ ۲۵ دن کے محاصرے کے بعد اتحادی فورسز ناکام ہو کر بھاگ گئیں تو مسلمانوں نے میرے حضور ﷺ کی قیادت میں ان کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ نے اس موقع پر کہا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کرنے والوں کے بارے میں فیصلہ یہ سنایا کہ ان کے بڑے مردوں اور بالغ حضرات کو قتل کر دیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کو اپنی تحویل میں لے لیا جائے۔

ارے یہودیو! تم نے ہی عہد شکنی کی اور پھر تم نے ہی ثالث پسند کیا اگر میرے حضور ﷺ پہ معاملہ چھوڑا ہوتا تو شاید تم چھوڑ ہی دیے جاتے..... بہر حال! پھر بھی دیکھ لو۔ تمھاری عورتیں بھی محفوظ اور تمھارے بچے بھی محفوظ، لڑکے بھی محفوظ۔ ابوداؤد، کتاب

ابوداؤد میں ہے حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا مسلمان مجاہدین دیکھتے تھے کہ جس کے مخصوص بال اگے ہوتے تھے وہ تو قتل کر دیا جاتا تھا اور جس کے بال نہیں اگے تھے اسے چھوڑ دیا جاتا تھا میں بھی ان لڑکوں میں شامل تھا جن کے بال نہیں اگے ہوئے تھے، لہٰذا بچ گیا۔

یاد رہے! عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور صحابی رسول ﷺ بن گئے... یہودیو! یہ ہیں مسلمان جو جنگ میں بھی پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ بچے تو دور کی بات ہے کوئی نابالغ لڑکا بھی نہ مارا جائے... اور تمھارا حال یہ ہے کہ کئی سالوں سے فلسطینی مسلمانوں کے بچوں کو قتل کر رہے ہو۔ ۲۰۰۷ء میں لبنان میں اس بلڈنگ پر تم نے حملہ کیا جس میں صرف بچے تھے وہ پچاس بچے شہید ہو گئے۔ غزہ میں بمباریوں سے اتنے بچے مارے گئے اور مارے جا رہے ہیں کہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

۲۰۰۹ء کے اوائل میں تم نے غزہ میں چن چن کر بچوں اور شہریوں کا قتل عام کیا...

مسلم اور ابن ماجہ کتاب الجہاد میں ہے، میرے حضور ﷺ جب بھی کسی کمانڈر کو جنگ کے لیے روانہ فرماتے تو نصیحت کرتے، خبردار!

« وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا » ''کسی بچے کو مت قتل کرنا۔''

ابن ماجہ کی دوسری روایت میں مزید تاکید اور سختی ہے۔ فرمایا:

« لَا تَقْتُلُنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا »

''بچوں کو کسی صورت نہ مارنا، نہ ہی مزدوروں کو قتل کرنا۔''

اللہ اللہ! میرے مہربان اور محسن انسانیت حضور ﷺ نے مزدوروں اور محنت کشوں کا ذکر اس لیے کیا کہ عورتیں اور بچے تو محفوظ ہو گئے۔ ویسے بھی وہ فطری طور پر محفوظ رہتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں ہوتے ہیں۔ جو کھاتے پیتے لوگ ہیں وہ بھی جنگ کے دنوں میں گھروں میں رہ کر گزارہ کر سکتے ہیں لیکن وہ عام مزدور اور محنت کش جو روز کی محنت پر ہی گزر

اوقات کرتے ہیں وہ محنت نہ کر سکے تو ان کے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے؟ اس لیے میرے حضور ﷺ نے ان کے قتل سے بھی سختی سے منع کیا ہے۔ عسیف کے معنی گھریلو خادم کے بھی ہیں یعنی گھریلو خادم کو بھی تحفظ فراہم کیا۔ حتیٰ کہ وہ تارک الدنیا لوگ جو اپنی عبادت گاہوں میں مصروف عبادت رہتے ہیں ان کے قتل سے بھی ممانعت ہے۔

یہودیو! سرزمین حجاز میں تمہارا ایک بہت بڑا بزنس مین تھا۔ ابو رافع اس کا نام تھا۔ اس نے اپنا قلعہ بنا رکھا تھا۔ اپنا فوجی دستہ تشکیل دے رکھا تھا۔ وہ میرے حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں بھی کرتا اور مسلمان عورتوں کی عزتوں پہ اشعار کی صورت میں حملے بھی کرتا۔ مذاق اڑاتا۔ جنگوں کو بھڑکاتا تھا۔ میرے حضور ﷺ نے اس کے ساتھ لڑائی کے لیے پانچ آدمیوں کا دستہ روانہ فرمایا۔ امام مالک اپنی مؤطا میں حدیث لائے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں:

«نَهٰى عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ»

"عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔"

ان کا کمانڈر عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بڑا دلیر تھا کہ اس نے ساتھی مجاہدین سے کہا۔ تم یہاں ٹھہرو۔ میں اکیلا ہی مہم سرانجام دے کر آتا ہوں۔ وہ شام کے وقت قلعے میں حلیہ بدل کر داخل ہوئے اور آدھی رات کو ابو رافع کے کمرے میں جا داخل ہوئے۔ اندھیرے میں ابو رافع کو آواز دے کر پورا یقین حاصل کیا کہ وار ابو رافع پر ہی پڑے کسی عورت اور بچے پر نہ پڑے، جب یقین ہو گیا تو ابو رافع پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ عورت چیخنے لگی۔ مجھے اندازہ محسوس ہوا کہ قلعہ کے لوگوں کو معلوم ہو گیا تو وہ مجھے گھیر لیں گے چنانچہ میں نے عورت کو مارنے کے لیے اس پر تلوار سونتی مگر پھر مجھے اللہ کے رسول ﷺ کا حکم یاد آ گیا کہ آپ ﷺ نے عورت کو مارنے سے منع کیا ہے اور اگر یہ حکم نہ ہوتا تو (اس مشکل وقت میں) عورت کو بھی خاموش کر دیتا۔

لوگو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ کی محبتیں اور شفقتیں انسانیت کے ساتھ اور ان کا صرف درس ہی نہیں دیا بلکہ عمل کروا کر بھی دکھلایا اس دور میں جب ملک اور شہر فتح کرنے والی فوج بھوکے بھیڑیوں کی طرح سول اور نہتے شہریوں پر لوٹ پڑا کرتی تھی۔

یہودیو، ذرا غور کرو:

جن انبیاء و رسل کو تم مانتے ہو ان پر ایمان لانا ہم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ تورات تمھاری الہامی کتاب ہے۔ وہ تورات جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس پر ایمان لانا ہمارے لیے لازم ہے.... وہ لوگ جو بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں قرآن نے انھیں مشرک قرار دیا ہے۔ ان کے ہاتھوں سے ذبح یا کٹے ہوئے بچھڑے بکرے کا گوشت ہمارے لیے حرام قرار دیا ہے۔ ہم مشرکوں کی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے وہ ہماری عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے ..... اس کے برعکس تمھیں ہمارے قرآن نے مشرکوں کے گروہ سے نکال کر "اہل کتاب" کا نام دیا ہے۔ ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے اللہ نے بتلا دیا کہ تمھارے لیے اہل کتاب کا ذبیحہ اور کھانا وغیرہ جائز ہے۔ اور ہمارا ذبیحہ اور کھانا وغیرہ ان کے لیے جائز ہے اور اہل کتاب کی جو عورتیں پاکدامن ہیں ان سے نکاح بھی جائز ہے۔

﴿ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾

[المائدۃ : ۵]

"(اے مسلمانو!) آج کے دن تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے نیز پاکدامن مومن عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں اور ان لوگوں کی عورتیں بھی حلال ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔"

یعنی اللہ نے مشرکوں کی نسبت اے یہودیو اور عیسائیو! تم لوگوں کو ہمارے قریب قرار

دیا ہے۔ چنانچہ ہم تمھیں مشرکوں یعنی ہندوؤں بدھ متوں، سکھوں اور پارسیوں وغیرہ کی نسبت اپنے زیادہ قریب سمجھتے ہیں۔ میرے حضور ﷺ ان حقائق کو کس طرح اپنے سامنے رکھتے تھے۔ صحیح بخاری، کتاب الفضائل میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس حدیث کے مطابق:

اللہ کے رسول ﷺ اپنے بالوں کو بغیر مانگ کے چھوڑ دیتے تھے جس کی وجہ سے بال پیشانی پر بھی پڑے رہتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جو مشرک تھے وہ اپنے بالوں کے وسط میں مانگ نکال کر بال دائیں بائیں کر لیتے تھے۔ پیشانی پر بال پڑے نہیں رہنے دیتے تھے۔ جبکہ جو اہل کتاب (یہودی عیسائی) تھے وہ بھی سر کے بالوں میں مانگ نہیں نکالتے تھے اور سامنے کے بال پیشانی پر پڑے رہتے تھے... الغرض! اللہ کے رسول ﷺ ان امور میں اہل کتاب ہی کے موافق طرز عمل اختیار کرتے تھے جن امور میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہوتا تھا (جب مشرکین عرب سارے مسلمان ہی ہو گئے تو آخری عمل) اللہ کے رسول ﷺ کا یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے سر کے درمیان سے مانگ نکالنے لگے۔

سبحان اللہ! کیا فطری انداز ہے میرے حضور ﷺ کا کہ مکہ والے مشرک میرے حضور ﷺ کے نسبی رشتہ دار تھے۔ یہودی لوگ رشتہ دار نہ تھے مگر اہل کتاب ہونے کے ناطے وہ چونکہ مشرکوں کی نسبت زیادہ قریب تھے۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے نسبی رشتہ داری نہیں دیکھی آسمانی شریعتوں کے تعلق کو سامنے رکھا... اور پھر جب مشرک ویسے ہی مفتوح اور مسلمان ہو گئے تو اب میرے حضور ﷺ نے سر کے وسط میں مانگ نکالی اور اس سے اے یہودیو اور عیسائیو! تمھارے ساتھ ہمارا امتیاز بھی قائم ہو گیا... کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے حضور ﷺ کا فطری اور غیر متعصب انداز زندگی بھی ملاحظہ کرو اور تم اپنا رویہ بھی دیکھو کہ تمھارے بڑوں یعنی یہودی سرداروں سلام بن ابی حقیق اور حیی بن اخطب وغیرہ سے جب مکہ کے مشرکین نے پوچھا کہ اچھا یہ تو بتاؤ... کیا ہم حق پر ہیں یا محمد ﷺ؟

تو تمھارے سرداروں نے جھٹ سے کہا۔ تمھارا دین سچا ہے۔ یعنی تمھارے بڑوں نے میرے حضور ﷺ اور دین توحید کی دشمنی میں بت پرستی کو حق قرار دے دیا۔

اور آج تک تمھارا رویہ یہی چلا آ رہا ہے۔ ہماری دشمنی میں تمھارے اتحاد اور دوستیاں ہندوستان کے مشرکوں کے ساتھ ہیں اور ان کے ساتھ مل کر تم مسلمانوں کے خلاف ہر وقت منصوبہ بندی کرتے رہتے ہو..... کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی تعلیم تمھیں یہ سبق پڑھاتی ہے؟ بالکل نہیں! حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ ہماری دشمنی میں ویسے ہی اندھے ہو کر حق و باطل کی تمیز کھو چکے ہو، تم اس قدر اندھے ہو چکے ہو کہ ہمارے حضور ﷺ کے خاکے خود بناتے بھی ہو اور ہندوؤں اور عیسائیوں سے بنواتے بھی ہو..... باوجود اس کے کہ میرے حضور ﷺ وہ مہربان ہستی ہیں جو تمھارے بارے میں عدل کے ترازو کو ذرا سا بھی جھکنے نہیں دیتے..... تمھاری ناقص دشمنیوں کے باوجود..... حسد اور کینے سے بھرے سینے کے باوجود۔

اے یہودی خواتین اور علماء:

اے یہودی عورتو! تمھارے یہودی علماء نے تمھیں یہاں تک حقارت و ذلت سے دوچار کر دیا تھا کہ "ابوداؤد، کتاب الطہارۃ" میں ہے۔ خاص دنوں میں یہ یہودی تمھیں گھروں سے نکال دیتے نہ تمھارے ساتھ کھانا کھاتے نہ پیتے تھے اور نہ تمھارے ساتھ مل کر رہتے تھے۔ آج بھی بہت سے یہود کے اندر یہی چلن موجود ہے..... میرے حضور ﷺ نے تمھیں اس ذلت سے نکالا۔ خصوصی تعلق کے علاوہ باقی سب کچھ جائز قرار دیا..... تب یہودی کہنے لگے یہ آدمی (حضور نبی کریم ﷺ) ہر مسئلہ میں ہماری مخالفت ہی کرتا ہے۔ اے یہودی عورتو! تمھارے یہودی علماء کا یہ کہنا میرے حضور ﷺ پر بہتان ہے۔ تمھارے علماء نے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے ہٹ کر اپنی خود ساختہ رسوم کو شریعت کا نام دیا..... میرے حضور ﷺ نے تمھاری اصلاح کی..... یقین نہ آئے تو آؤ پردہ اٹھاؤں!

بخاری، مسلم اور ابو داؤد کی کتاب الحدود میں دی گئی تفصیلات کے

مطابق یہود کے چند لوگ آئے اور اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ کو وادی قف میں بلا لے گئے۔ آپ ﷺ ان کے ایک گھر میں گئے جو ان کا مدرسہ تھا۔ وہاں وہ کہنے لگے۔ اے ابو القاسم ﷺ! ہم میں سے ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ بدکاری کر لی ہے۔ آپ ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں تکیہ پیش کیا۔ آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہو گئے۔

(اتنے میں) کچھ لوگ ایک یہودی کو لیے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے گزرے۔ اس یہودی کا چہرہ کالا کیا ہوا تھا وہ اسے بازاروں میں گھما رہے تھے۔ اب وہ دونوں مرد اور عورت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش بھی کر دیے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے یہودیوں سے پوچھا۔ جو (شادی شدہ) بدکاری کرے اس کی تمہارے ہاں تورات میں کیا سزا ہے؟ وہ کہنے لگے ہم ان دونوں کا منہ کالا کرتے ہیں دونوں کو (اونٹ یا گدھے) پر چہرے مخالف سمتوں میں کر کے بٹھا دیتے ہیں اور دونوں کو (آبادی میں) گھماتے ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے اور مسلمان ہو گئے تھے) اور اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ تھے وہ یہودیوں کو مخاطب کر کے بولے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تورات میں اس کی سزا رجم ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لے آؤ۔ وہ تورات لے آئے۔ اللہ کے رسول ﷺ جس تکیہ پر تشریف فرما تھے۔ اسے اپنے نیچے سے کھینچا تورات کو اس پر رکھ دیا اور مخاطب کر کے فرمایا:

«آمَنْتُ بِكِ وَ بِمَنْ أَنْزَلَكِ»

"میں تجھ پر بھی ایمان لایا اور اس ذات پر بھی جس نے تجھے نازل فرمایا۔"

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے یہود سے کہا۔ اپنا بڑا عالم بھی لے آؤ تو وہ ایک نوجوان کو لے آئے اب تورات کو کھولا گیا اس عالم نے کیا کیا رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس آیت سے جو پہلے تھا اسے پڑھا اور جو بعد میں تھا اسے بھی پڑھنے لگا۔ اس پر حضرت

عبداللہ بن سلام ؓ بولے۔ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ نوجوان عالم نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو وہیں رجم کی آیت تھی۔ وہاں موجود سب لوگ پکار اٹھے! اے محمد ﷺ یہ تو سچ ہے اس پر انہی میں سے ایک شخص اعتراف کرتے ہوئے کہنے لگا! سزا تو رجم ہی ہے مگر ہوا یہ کہ جب ہمارے سردار لوگوں میں بدکاری عام ہوگئی تو ہم نے نامناسب جانا کہ بڑے لوگوں کو چھوڑ دیں اور چھوٹے لوگوں کو سزا دیں تو ہم نے حد رجم کو ہی ترک کر دیا۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فیصلہ سنا دیا اور کہا:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْيَا مَا اَمَاتُوْا مِنْ كِتَابِكَ»

اے اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں جو تیری کتاب کے اس حکم کو زندہ کر رہا ہوں جسے ان لوگوں نے مردہ کر دیا تھا۔

چنانچہ ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا جنہوں نے ان دونوں کو پتھر مارے تھے میں مرد کو دیکھ رہا تھا وہ اس عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اس پر جھکتا تھا۔

اے یہودی عورتو اور مردو! دیکھ لو اپنے علماء کا کردار، اور میرے حضور ﷺ نے جو فرمایا اس کے سچ ہونے کا اعتراف اور میرے حضور ﷺ نے تورات کی جو تکریم فرمائی اس تکریم کا زبانی اور عملی اظہار..... اور جی ہاں! رجم کی یہ آیت آج تک تمہاری تورات میں موجود ہے۔ برطانیہ سے شائع شدہ انگریزی زبان میں تورات میرے پاس موجود ہے۔ اس میں شادی شدہ بدکارہ اور بدکار کی سزا یہ بتائی گئی ہے کہ دونوں کو پتھر مار مار کر مارا جائے اور وہاں مذکورہ معاشرے کے لوگوں کو موجود ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ تفصیل کے لیے تورات کی کتاب (The Book of Deuteronomy) کے باب (Crime And Punishment) کو دیکھ لو۔

اے علماء یہود! جب تم نے میثاقِ مدینہ کو تسلیم کیا تھا تو اس میں تم لوگوں نے یہ شق بھی

شامل کرائی تھی کہ محمد کریم ﷺ جب تمہارا باہمی فیصلہ کریں گے تو تورات کے مطابق کریں گے تم نے اس معاہدے سے بھاگنے کی کوشش کی۔ تورات کے حکم سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی۔ اپنی شریعت کو پس پشت ڈالنے کی جدوجہد کی مگر میرے حضور ﷺ نے تمہیں بھاگنے نہیں دیا۔ میثاق مدینہ سے۔ تورات سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے راہ فرار اختیار نہیں کرنے دی۔ جی ہاں! میرے حضور ﷺ کا یہی ہے قصور جس کی بناء پر دشمنی کرتے ہو؟ خاکے بناتے ہو؟

عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک

نیک خواہشات:

میرے حضور ﷺ کو نبوت ورسالت کی ذمہ داریاں سنبھالے ابھی کوئی دوسال کا ہی عرصہ ہوا ہے۔مکہ کے بت پرست مشرکوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔میرے حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کا جینا حرام کر دیا گیا ہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹا کر بھاری پتھر سینے پہ رکھ دیا جاتا ہے یاسر رضی اللہ عنہ کے خاندان والوں کو کوڑوں سے پیٹا جاتا ہے......ان سارے مظالم کے باوجود مشرکین مکہ میرے حضور ﷺ سے خوف کھاتے ہیں کہ محمد ﷺ کی دعوت یونہی پھیلتی رہی تو مستقبل میں ہمارا کیا بنے گا؟

انہی دنوں کی بات ہے معلوم دنیا میں ایک خبر اس طرح پھیلی جس طرح جنگل میں آگ پھیلتی ہے۔خبر یہ تھی کہ کسریٰ ایران نے قیصر روم کو شکست سے دوچار کر دیا ہے۔یہ خبر مکہ میں بھی پہنچی۔خبر پہنچتے ہی ابوجہل اور اس کے ساتھی بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے۔جس طرح مجوسیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے اسی طرح ہم بھی محمد ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔مکہ کے ماریں کھاتے کمزور مسلمان یہ باتیں سن کر بڑے غمزدہ ہوئے۔فطری سی بات ہے انسان فکری اور دینی لحاظ سے جس انسان کے ساتھ مشترک اقدار رکھتا ہے اس سے ہمدردی بھی رکھتا ہے۔اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بھی تکلیف محسوس کرتا ہے۔اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ بھی خوشی محسوس کرتا ہے۔اس سادہ سے فطری انداز کے تحت قیصر روم کی شکست سے مکہ میں مسلمان رنجیدہ ہو رہے تھے تو

ایران کے کسریٰ کی فتح سے مشرکین مکہ خوش ہو رہے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ قیصر روم عیسائی تھا جبکہ ایران کا کسریٰ مجوسی تھا۔ عیسائی اہل کتاب تھے جبکہ مجوسی آگ اور بتوں کے پجاری تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس صورتحال میں بڑے رنجیدہ تھے چنانچہ ترمذی کتاب التفسیر کے مطابق انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس صورتحال کا تذکرہ کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

رومی عنقریب غالب آجائیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مشرکوں کو آگاہ کر دیا کہ زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں، دیکھنا عنقریب رومی عیسائی غالب آجائیں گے......

اللہ تعالیٰ نے اس صورتحال میں قرآن نازل فرما دیا۔

اے عیسائی دوستو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے حق میں مسلمانوں کی جو نیک خواہشات تھیں ان کے ضمن میں جو سورت نازل ہوئی۔ اس کا نام "روم" ہے۔ اے دنیا کے عیسائیو! اٹلی کا دارالحکومت "روم" تمہارا روحانی دارالحکومت ہے ویٹی کن سٹی یہاں ہے۔ اس میں پوپ رہتا ہے روم کے حوالے سے عیسائیوں کو رومی کہا جاتا ہے اس روم کے حوالے سے قرآن میں سورت کا نام "روم" ہے۔ سورہ روم اب ملاحظہ ہو!

﴿ الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِىٓ أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّنۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِى بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِنۢ بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَآءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴾ [الروم: ۱ تا ۵]

"الم...... رومی لوگ قریب کی سرزمین میں شکست کھانے کے بعد چند ہی سالوں میں پھر فتح حاصل کر لیں گے۔ اس شکست سے پہلے بھی اللہ ہی کا آرڈر چلتا تھا اور بعد میں بھی اسی کا ہی آرڈر چلے گا۔ (اور یاد رکھو! جب رومی عیسائیوں کو فتح ہو گی تو) اس دن مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ انہیں بھی اللہ کی مدد حاصل

ہوگی۔ اللہ جسے چاہے فتح سے نوازتا ہے اور وہی غالب مہربان ہے۔"

میرے حضور ﷺ کے صحابی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قرآن مجید میں "بضع" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لفظ کا اطلاق دس سے کم تعداد پر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ نو سال کے اندر اندر رومی غالب آ گئے اور اللہ نے جو فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اور پورا اس طرح ہوا کہ خوشیاں دو چند ہو گئیں مسلمان اس عرصہ میں مکہ سے مدینہ جا چکے تھے۔ مدینہ جانے کے ایک سال بعد بدر کے میدان میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان معرکہ ہوا جس میں مشرکین مکہ شکست کھا گئے اور مسلمان فتح سے ہمکنار ہو گئے...... جی ہاں! جس روز اے رومی عیسائیو! تم کامیاب ہوئے اسی روز مسلمان بھی فتیاب ہوئے۔ جس روز آتش اور بت پرست مجوسی شکست سے دوچار ہوئے۔ اسی روز مکہ کے بت اور مورتی پرست بھی شکست سے دوچار ہوئے۔ عیسائی لوگو! ذرا بتلاؤ۔ نیک تمنائیں کس کی تھیں۔ جی ہاں! میرے حضور ﷺ کی، میرے حضور ﷺ کے پیروکاروں کی اور قرآن ان کی نیک تمناؤں میں ان کے ساتھ تھا۔ ہم سب کا مولا ان کے ساتھ تھا...... پھر بتلاؤ نا! نیک خواہشات کا آغاز کن کی طرف سے ہوا؟ جی ہاں! مسلمانوں کی طرف سے۔ ارے! جن کو تم دہشت گرد کہتے ہو۔ ان کی طرف سے اچھی خواہشات۔ ہاں ہاں! جن کے پیارے حضور ﷺ۔ جان سے پیارے حضور ﷺ۔ شہد کی مٹھاس سے بڑھ کر میٹھے حضور ﷺ کے تم نے خاکے بنائے۔ ارے ظالمو! ان کی نیک تمنائیں بھی دیکھو اپنے ساتھ، ان کی نیک خواہشات بھی دیکھو اپنے ساتھ، اور اپنی بپا کی ہوئی خرافات بھی دیکھو ان کے ساتھ۔

دسترخوان:

عیسائی لوگو! یہ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ ہے۔ "المائدہ" کا معنی دسترخوان ہے۔ یہ نام اس سورہ کا اس لیے رکھا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اللہ سے ایک درخواست کی تھی کہ اے اللہ! آسمان سے ایک دسترخوان (الوان و اقسام کے کھانوں سے سجا) نازل فرما۔

اللہ نے یہ دسترخوان اتارا یا نہیں؟ یہ تو اللہ کو معلوم ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اس دسترخوان کا ذکر فرما دیا۔ اس سورت کے دسترخوان پہ سجا ایک روحانی کھانا تمہارے سامنے لگا ہوں۔ ذرا غور سے دیکھنا۔

﴿ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴾ [المائدة : ٨٢]

اے مسلمانو! تم اس بات کو شدت سے محسوس کرو گے کہ وہ لوگ جو (محمد کریم ﷺ پہ) ایمان لائے ہیں۔ ان کے خلاف سب انسانوں سے بڑھ کر جو دشمنی رکھنے والے ہیں وہ یہودی ہیں اور مشرکین ہیں البتہ ان مسلمانوں کے ساتھ محبت رکھنے میں سب سے زیادہ قریب ترین تم ان لوگوں کو دیکھو گے جو اپنے آپ کو "نصاریٰ" کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان (عیسائیوں) میں عبادت گزار علماء اور زاہد لوگ پائے جاتے ہیں اور ایک یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ متکبر نہیں ہوتے۔

عیسائی لوگو! یہ اس کتاب کی ایک آیت کا ترجمہ ہے جو میرے حضور ﷺ پہ نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکل کر قیامت تک کے لیے آخری کتاب کے صفحات اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہو گئی ہے۔ تمہارے بارے میں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہمارا ایمان ہے لیکن ایسے اچھے لوگ تمہارے اندر بہت کم ہیں اکثریت ان کی ہے جو یہودیوں کی شرارتوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہمارے خلاف دہشت گردی کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ میڈیا کی دنیا میں میرے حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہیں۔ ارے تم خاکے بناتے ہو جبکہ میرے حضور ﷺ ہم مسلمانوں کو تمہارے بارے میں جو ہدایت دے رہے ہیں یہ حسن اخلاق کا کمال نمونہ ہے۔ اسی لیے تو جب میرے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے فٹ سے

جواب دیا:

« كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ » ”آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔“

[مسلم، کتاب الصلوۃ]

عیسائی لوگو! دیکھو ...... میرے حضور ﷺ کا اخلاق اور اب قرآن کی جو آیت میں تمہارے سامنے رکھنے لگا ہوں اس آیت کا تعلق جس سورۃ سے ہے اس کا نام ”آل عمران “ ہے یعنی عمران کا خاندان ..... لوگو! یہ خاندان کس کا ہے؟ کہ اس خاندان کے نام پر قرآن میں ایک پوری سورت موجود ہے جی ہاں! یہ خاندان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کا خاندان ہے۔ یہ خاندان حضرت مریم علیہا السلام کا خاندان ہے۔ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ کے مطابق میرے حضور ﷺ نے اس سورۃ کو " الزھراویۃ" جگمگانے والی سورت کا نام دیا ہے ۔ اس سورت کی جگمگاہٹ کا وہ منظر کیسا نرالا تھا کہ جب اے عیسائی لوگو! تمہارے بڑے نجران سے چلے اور مدینہ منورہ میں آئے تو جب وہ آئے تو میرے حضور ﷺ نے ان کو یوں دعوت دی:

﴿ قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾

[آل عمران : ٦٤]

”اے اہل کتاب! آ جاؤ ایک ایسے کلمہ کی جانب کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان سانجھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو رب بنائیں (میرے حبیب محمد ﷺ) اگر یہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو ان سے کہو! گواہ رہنا بھئی ہم تو مسلمان ہیں۔“

عیسائی لوگو! دیکھ لو ...... نجران کا علاقہ ”جزیرۃ العرب“ میں ہے۔ وہاں کے تمہارے بڑوں کو بتلا دیا گیا ہے کہ دعوت اسلام قبول کر لو تو تمہاری مرضی نہیں قبول کرتے تو ہم

تو مسلمان ہیں......کوئی جبر نہیں کریں گے۔نہیں مانتے ہو تو سلامتی کے ساتھ واپس چلے جاؤ ......وہ سلامتی کے ساتھ واپس چلے گئے۔"ہم تو مسلمان ہیں۔" اس جملے کا ذرا مطلب سمجھو کہ تم ہمارے، حضور اور بن گئے۔ لہٰذا تمہیں سلامتی کے حوالے سے ہم سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں...... یہ ہے میرے حضور ﷺ کا تمہارے بڑوں کے ساتھ کمالِ حسنِ اخلاق...... اور وہ تمہارے بڑے جو حبشہ سے آئے تھے.. ایتھوپیا کے شہر "اکسوم" سے آئے تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف سے آئے تھے۔انہوں نے جب قرآن سنا میرے حضور ﷺ کی ضیافتوں، مہمان نوازیوں، اور کریمانہ اخلاق کو دیکھا۔ اسلام کی حقانیت کو دیکھا تو یہ عبادت گزار علماء اور متواضع عیسائی زاہدوں کی حیثیت کچھ یوں ہو گئی۔

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴾ [المائدہ : ۸۳]

"اور جو کچھ رسول (محمد کریم ﷺ) کی طرف (قرآن) نازل کیا گیا جب ان لوگوں نے اسے سنا تو (میرے رسول ﷺ!) آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ہیں۔اس لیے کہ یہ لوگ حق کو پہچان گئے ہیں وہ بول اٹھے ہیں! اے ہمارے پروردگار! ہم (محمد کریم ﷺ) پر ایمان لے آئے ہیں لہٰذا (نبوت محمد ﷺ) کی گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمارا نام بھی درج فرما لے۔"

اے عیسائی لوگو! میرے حضور ﷺ کا تمہارے بڑوں کے ساتھ یہ پہلا رابطہ ہے۔ ارے! اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو تمہاری مرضی ...مگر خدا کے تو نہ بناؤ ... یہ خدا کے تم بناتے ہو تو پھر ہمیں بھی بتلا دو کہ تم کونسے عیسائی ہو؟ آج کی اکیسویں صدی میں تم کیسے نصرانی ہو؟

ایک اور سفر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پہ اپنے آپ کو عیسائی کہلانے والے عیسائیو! ذرا دیکھو..... میرے حضور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم،

کتاب الفضائل میں ہے۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

کوئی بچہ ایسا نہیں کہ وہ پیدا ہو اور اسے شیطان کچوکہ نہ لگائے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان کے کچوکہ مارنے سے بچہ چیخ مارتا ہے۔ آدم علیہ السلام کا ہر بیٹا جب اسے اس کی ماں جنم دیتی ہے تو اس کے ساتھ ایسے ہی ہوتا ہے کہ شیطان سے چیخ کرتا ہے مگر حضرت مریم علیہا السلام اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان نے کچوکہ نہیں مارا۔

عیسائیو! یہ فرمان ہے میرے حضور ﷺ کا جن کے تم خدا کے منانے ہو... اور مزید آگے سنو میرے حضور ﷺ کے صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے اور کہتے تھے۔ سننے والو اگر تم چاہو تو یہ آیت بھی پڑھ لو کہ جب حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حضرت مریم علیہا السلام کو جنم دیا تو کہنے لگیں:

﴿وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾

[ال عمران : ۳۶]

”میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے۔ (اے میرے پروردگار!) میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

ثابت ہوا .... حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ بھی جلیل القدر خاتون تھیں۔ اللہ والی تھیں۔ ان کے خاوند حضرت عمران رضی اللہ عنہ بھی اللہ کے دوست تھے۔ دونوں کو اللہ نے مریم علیہا السلام جیسی بیٹی عطا فرمائی۔ انہیں شیطان چھو نہیں کر سکا۔ پھر حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں عیسیٰ علیہ السلام جیسا بیٹا پیدا ہوا تو انہیں بھی شیطان چھو نہیں کر سکا.... یہ فضیلت قرآن بیان فرما رہا ہے اور صاحب قرآن میرے حضور جناب محمد کریم ﷺ قرآن کی شرح میں دونوں ماں بیٹا کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں۔

عیسائیو! ذرا مزید غور کرنا میرے حضور ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا ہے ..... اس میں میرے حضور کا نام (محمد ﷺ) چار بار آیا ہے ... عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے جس

آخری رسول کی خوشخبری دی تھی اور احمد کہہ کر خوشخبری دی تھی۔ وہ نام ''احمد'' ایک بار آیا ہے۔۔ جبکہ اسی قرآن میں حضرت عیسیٰ کا نام ۲۵ بار آیا ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ کی والدہ کا نام ''مریم'' ۳۴ بار آیا ہے۔

کرائسٹ (Crist) کا معنی مسیح ہے اپنے آپ کو کرسچن کہلانے والو! مسیح کا لفظ قرآن میں ۱۱ بار آیا اگر ماں بیٹا کے ان سب ناموں کو شامل کیا جائے تو یہ تعداد ستر (۷۰) بنتی ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ ان ستر آیات کا مطالعہ کیجیے اور دیکھیے کہ وہ قرآن جو میرے حضور ﷺ پہ نازل ہوا اس میں کیسے پورے انداز سے دونوں ماں بیٹا کا ذکر موجود ہے۔ ان کی سیرت موجود ہے جبکہ تم کیسے متعصب اور ظالم ہو کہ انجیل میں میرے حضور ﷺ کا نام ''احمد'' ایک بار ہی دیکھنے کو ملا مگر تم نے اس میں بھی تحریف کی۔ اس کا بھی انکار کرتے ہو مگر جب علمی دنیا میں بات ہوتی ہے تو پھر تمھیں ماننا ہی پڑتا ہے۔۔۔ جی ہاں! آج بھی انجیل میں درج اس آیت کو ماننا ہی پڑتا ہے کہ میرے حضور ﷺ کا جو نام عیسیٰ علیہ نے ''احمد'' لیا وہ سریانی زبان میں ''مُنْحَمَنَّا'' ہے۔ اس کا ترجمہ یونانی انجیل میں فارقلیط ہے۔الغرض! تم ایک نام بھی برداشت نہ کر سکے اور دیکھو میرے حضور ﷺ پہ نازل شدہ قرآن میں تمہارے ستر نام چودہ سو سالوں سے چلے آرہے ہیں۔ہم ان کی تلاوت کرتے چلے آرہے ہیں اسی لیے میرے حضور ﷺ نے فرمایا۔

میں اس دنیا میں اور آخرت میں سب سے زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ کے قریب ہوں سب پیغمبر باہم ایسے بھائی ہیں جو ایک باپ کے بیٹوں کی طرح ہیں (اور مائیں الگ الگ ہیں سب کو دی گئی شریعت کے اصول ایک ہیں صرف حالات کے مطابق تفصیلات میں فرق ہے) اور میرے اور عیسیٰ علیہ کے درمیان تو کوئی نبی نہیں۔ (مسلم، کتاب الفضائل)

عیسائیو! میرے حضور ﷺ کے ریمارکس دیکھو اور ذرا اپنے رزالت زدہ خبیث نداز کو بھی دیکھو کہ اس احمد ﷺ کے خاکے بناتے ہو جو احمد ﷺ کے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ کی

زبان سے ادا ہوا ہے۔ ذرا بتلاؤ روز قیامت اللہ کو کیا جواب دو گے۔ جب میرے حضور ﷺ اور میرے حضور ﷺ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں اکٹھے موجود ہوں گے؟

صرف مریم علیہا السلام:

میرے حضور ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اس کتاب قرآن مجید میں کسی عورت کا نام نہیں آیا۔ صرف ایک خاتون کا نام آیا۔ اے عیسائی لوگو! اس خاتون کا نام "مریم" ہے۔ پھر ایک یا دو چار بار نہیں بلکہ ۳۴ بار آیا ہے۔۔۔ مزید برآں! بخاری و مسلم کے کتاب الفضائل میں ہے میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

مرد حضرات میں سے تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں لیکن خواتین میں سے جو کامل عورتیں ہیں ان میں صرف حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو فرعون کی بیوی ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام ہیں جو حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تو عورتوں میں ایسے ہے جیسے (گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کا) ثرید باقی کھانوں پر فضیلت کا حامل ہے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ سنو! تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، فاطمہ بنت محمد ﷺ، مریم علیہا السلام بنت عمران اور آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت:

عیسائیو! اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کردار کا ایک توحیدی نقشہ ملاحظہ ہو۔ مسلم، کتاب الفضائل اور ابن ماجہ کتاب الکفارات میں ہے۔ میرے حضور ﷺ نے بتلایا:

ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ چوری کر رہا ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: ارے تو نے چوری کا ارتکاب کیا ہے؟ وہ جھٹ سے کہنے لگا۔ بالکل نہیں! اس ذات کی قسم کھا کے کہتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ کَذَّبْتُ بَصَرِیْ وَ کَذَّبْتُ نَفْسِیْ"

میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھ اور دل کو جھٹلا دیا۔

اللہ اللہ! کیسی عاجزی اور انکساری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو دیکھا اپنا دعویٰ فریضہ ادا کیا لیکن جونہی اس نے قسم اٹھا کر تردید کی تو اب دو باتیں ہیں اگر وہ سچا تھا تو تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کمال عاجزی کا اظہار کیا۔ اور اگر وہ جھوٹا تھا تو تب بھی اللہ سے کمال درجے کی محبت ہے۔ اس کی عظمت کا احساس ہے کہ جس عظیم رب کی۔ ارے! تو نے قسم کھا ڈالی ہے۔ اب گنجائش ہی نہیں رہی کہ میں اصرار کروں لہٰذا میں اپنی آنکھوں کو جھٹلاتا ہوں ان آنکھوں نے جو دیکھا اور ان کے دیکھنے کی وجہ سے میرے دل میں جو خیال آیا۔ میں اپنے اس دل کو جھٹلاتا ہوں ...... اور جس رب کی تو نے اے اللہ کے بندے! قسم کھائی ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ چنانچہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو اس کا نام لے اور میں پھر اپنی بات پر اڑا رہوں لہٰذا اس کا نام آ جائے تو سب کچھ قربان! اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والو! یہ ہے توحید اور اللہ سے محبت جس کا اظہار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کر رہے ہیں اور میرے حضور ﷺ ان کا یہ عظیم واقعہ اپنے صحابہ کو سنا رہے ہیں۔ لوگو! ابن ماجہ، ابواب الکفارات میں میرے حضور ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ!

جس کے لیے (یعنی جس کے مطالبے پر) اللہ کی قسم کھائی جائے اسے چاہیے کہ (اس قسم پر) راضی ہو جائے اور جو اللہ کی قسم پر راضی نہیں ہوتا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔

لہٰذا اللہ سے اپنے تعلق کو تول لو اور ترازو دیکھنا ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کردار ملاحظہ کر لو اس کردار کا جو عظیم نقشہ دماغ میں بنتا ہے وہ رہتی دنیا تک میرے حضور جناب محمد کریم ﷺ کے فرمان سے بنتا ہے۔ جی ہاں! اب بتلاؤ۔ اے عیسائیو! کہ میرے حضور ﷺ کے قرآن میں جو حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے ہوئے ہیں ... اور میرے حضور ﷺ

کے فرامین سے جو مقدس ماں اور بیٹے کے مقدس کردار نکھرے ہیں ان کرداروں اور تذکروں کا کیا بنے گا جب تمہارے بعض نادان اور بے وقوف میرے حضور ﷺ کے خاکے بنائیں گے؟ اللہ کی قسم! اگر تمہارے دلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی سچی محبت ہوتی تو چاہیے تھا کہ تم خاکے بنانے والوں کو خاک بنا دیتے۔ مگر مگر..... ہاں ہاں! تم کہہ سکتے ہو کہ ہمیں تو تمہارے حضور ﷺ کی عظمت کا اب پتہ چلا ہے..... تو اچھا! اگر امیر حمزہ کے قلم سے اب پتا چلا ہے تو آ جاؤ آگے بڑھو..... مداوا کر لو۔ خوبصورت مداوا۔ اس لیے کہ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ فَلَهُ أَجْرَانِ»

"اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے جو شخص اپنے نبی پر ایمان لایا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لے آیا اس کے لیے دو اجر ہیں۔"

[ابن ماجہ، ابواب النکاح]

ہاں ہاں! ہم پیدائشی مسلمانوں کے لیے ایک اجر اور تمہارے لیے دو اجر۔ دوہرا ثواب، مان لو میرے حضور ﷺ کو اور چھلانگ لگا کر ہم سے آگے بڑھ جاؤ۔ مان لو تو تمہاری مرضی نہ مانو تو..... تو پھر ارے! خاکے بنانے والوں کو شاباش دے کر اپنے آپ کو رسوا تو نہ کرو۔ عام جو فطری انسانی اخلاق کی سطح ہے اس سے نیچے تو نہ آؤ.....اور آتے ہو تو کس کی توہین کرکے.....اس عظیم المرتبت ہستی کی جو میرے حضور ﷺ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے احترام کا درس دیتے ہیں؟

مشرکوں کے ساتھ بہتر برتاؤ

بت پرستوں کے لیے تحفہ:

میرے حضور ﷺ جو دین لے کر آئے وہ کس قدر عدل وسلامتی والا دین ہے کہ وہ معاملہ اور برتاؤ کے سلسلہ میں مشرکوں کو بھی دو اقسام میں تقسیم کرتا ہے...... مشرکوں کی ایک قسم تو وہ ہے جس کے حامل لوگ جابرانہ اور ظالمانہ رویہ اپناتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے دین سے روکنے کے لیے ہر ظلم کرتے ہیں۔ بت پرستی میں واپس لانے کے لیے جبر کرتے ہیں انہیں گھروں اور جائیدادوں سے بے دخل کرتے ہیں لڑائیاں اور جنگ کرتے ہیں...... میں قربان جاؤں اپنے حضور ﷺ کے مہربان انداز پر کہ جب آپ ﷺ ایسے لوگوں کے خلاف بھی لڑنے کے لیے اپنے کمانڈر روانہ کرتے ہیں تو ان کے بچوں، عورتوں، عام سول لوگوں، محنت کشوں وغیرہ کو قتل کرنے سے منع فرماتے ہیں...... اور دوسرے وہ مشرک ہیں جو اپنے مذہب کے تعصب میں آ کر لڑتے نہیں اور قدرے بہتر رویہ اختیار کرتے ہیں تو اسلام بھی اپنے ماننے والوں کو ایسے مشرکوں سے بہتر رویہ رکھنے کی اجازت و نصیحت فرماتا ہے، ملاحظہ ہو...... اللہ کا فرمان:

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [الممتحنة: ٨]

''اللہ تم مسلمانوں کو ان مشرکوں سے بہتر رویہ اختیار کرنے پر نہیں روکتا کہ جنھوں

نے تم سے دین کی وجہ سے نہ تو لڑائی کی اور نہ ہی تم لوگوں کو تمھارے گھروں سے بے دخل کیا چنانچہ تم ان کے ساتھ بھلائی کرو اور ان کے معاملے میں انصاف کرو کیونکہ جہاں تک اللہ کا تعلق ہے وہ تو انصاف کرنے والوں سے ہی محبت کرتا ہے۔''

اس ضمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا واقعہ ملاحظہ ہو اس کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اسی خاتون کے بطن سے تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو طلاق دے دی تھی۔ یہ عورت مشرکہ ہی رہی ... یاد رہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا تھیں جو صحابیہ اور مومنہ تھیں۔ بہرحال! یہ مشرکہ عورت مدینہ آئی اور اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ملنے آئی میوے اور گھی وغیرہ کے تحائف بھی ساتھ لائی۔ بخاری، کتاب الھبہ اور ابوداؤد کتاب الزکاۃ میں ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ والدہ مجھے ملنے آئی ہے وہ مشرکہ ہے اور اسلام کو ناپسند کرتی ہے کیا میں اس کے ساتھ اچھا سلوک (مالی معاونت) کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ہاں... اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

اے اللہ کے ساتھ شرک کرنے والو! یہ ہے میرے حضور ﷺ کا رویہ کہ آپ ﷺ نے انسانی رشتوں کو توڑنے کی نہیں جوڑنے کی تلقین فرمائی۔ ... اسی طرح صحیح بخاری کتاب الھبہ میں ہی ایک اور واقعہ کچھ اس طرح ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ میرے والد گرامی جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک تاجر کے ہاں ریشمی جوڑا فروخت ہو رہا ہے اللہ کے رسول ﷺ بھی اس موقع پر موجود تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جوڑا بڑا عمدہ ہے آپ اسے لے لیجیے اسے جمعہ کے دن پہنیے اور جب کوئی وفد ملنے آئے تو اس موقع پر بھی زیب تن کر لیجیے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے تو وہی پہنے گا جسے آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔"

اس کے کچھ دنوں بعد ایسا ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ایسے بہت سارے ریشمی جوڑے آ گئے۔ ان میں سے ایک جوڑا آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب بھی بھیج دیا۔۔۔۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کرنے لگے: "اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اس کے بارے میں جو ارشاد فرمایا وہ آپ فرما چکے اب میں اس کے بعد اس ریشمی جوڑے کو کیسے پہنوں؟ اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا: "میں نے اس لیے نہیں دیا کہ تم پہن لو۔ میں نے تو اس لیے تمھاری طرف بھیجا کہ تم اسے بیچ دو یا کسی (غیر مسلم) کو پہنا دو۔"

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جوڑا اپنے بھائی کی طرف بھیج دیا جو مکہ میں رہتا تھا اور ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

یاد رہے! وہ ریشمی کیڑا جو شہتوت کے پتے کھاتا ہے اور ایک باریک سی تار نکالتا ہے۔ اس تار سے جو کپڑا بنتا ہے وہ ریشمی کپڑا انتہائی ملائم اور بہت مہنگا ہوتا ہے۔ میرے حضور ﷺ نے مردوں کے لیے اس کا پہننا حرام قرار دیا ہے۔ اب ایسے جوڑے کہیں سے آ گئے تو آپ ﷺ نے تقسیم کر دیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کسی غیر مسلم رشتہ دار یا دوست وغیرہ کو دے دو۔ یہ تھا میرے حضور ﷺ جو مشرکوں کو تحفہ دینے، احسان کرنے اور میل جول رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سورۃ الممتحنۃ کی مندرجہ بالا آیت لا کر جو باب لائے ہیں۔ اس کا عنوان ہے "مشرکوں کو تحفہ دینا" اور پھر امام بخاری وہ احادیث لائے ہیں جن کا ہم نے تذکرہ کیا۔۔ یہ احادیث بتلاتی ہیں کہ بت پرستی کرنے والو! اپنے رویے بھی دیکھو اور میرے حضور ﷺ کا رویہ بھی دیکھو اس میں کس قدر انسانی رشتوں کے ساتھ برتر سلوک کی خوشبو آتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بھی کسی مشرک نوجوان نے اسلام قبول کیا تو اس کے مشرک ماں باپ نے مسلمان بیٹے پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے لیکن اسلام ایسا دین ہے کہ ان مظالم کے باوجود نصیحت کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو اللہ کا فرمان:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [لقمان: ۱۴، ۱۵]

''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے کیونکہ اس کی ماں اسے (پیٹ میں) اٹھائے دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی پھر اس کے دودھ چھوڑنے کی مدت دو سال میں ہے (ان احسانات کو یاد کر کے) میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا بھی ۔۔۔ تجھے لوٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے۔ اور یاد رکھنا! اگر کہیں یہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی بات مت ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہنا۔''

وہ بیٹا جو مسلمان ہو گیا ہے ۔۔۔ قرآن اس پر واضح کرتا ہے کہ دین کے معاملے میں ماں باپ کی اطاعت مت کرنا باقی وہ تیرے ماں باپ ہیں بے شک وہ بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں ۔۔۔ وہ کریں تو کرتے رہیں۔ تیرے ساتھ زیادتی بھی کرتے ہیں تو کرتے رہیں مگر تو بیٹا ہے تیرا کام یہی ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک ہی کر ۔۔۔ یہ ہے وہ دین جو میرے حضور ﷺ لائے ہیں، یہ ہے وہ سبق جو میرے حضور ﷺ پڑھا کر گئے ہیں۔۔۔۔ اعلیٰ انسانی قدروں اور رشتوں کو نبھانے کا فن سکھا گئے ہیں۔۔۔۔ جی ہاں ان لوگوں کے حقوق نبھانے کے بارے میں جنھوں نے ۱۳ سال تک میرے حضور ﷺ کو دن رات ستایا ہے۔

میرے حضور ﷺ انھیں قرآن کے الفاظ میں ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ﴾ کہتے رہے کہ رشتہ داری میں جو مودت ومحبت ہوتی ہے اسی کا ہی کچھ خیال کر لو مگر انھوں نے ایک نہ سنی ..... کوئی خیال نہ کیا مگر اے ان مشرکین کے وارثو! بتوں اور مورتیوں کے پجاریو! میرے حضور ﷺ پھر بھی اپنے پیروکاروں کو قیامت تک حسن سلوک کے بندھن میں باندھ گئے ہیں..... خوب فرمایا قرآن کریم نے:

﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾ [القلم : ٤]

''بلاشبہ آپ تو اخلاق عظیم کے مالک ہیں۔''

بیٹی پر ظلم کے باوجود:

یہ لیجیے! میرے حضور ﷺ نے مکہ فتح کر لیا ہے۔ سارے جزیرۃ العرب سے وفود کا تانتا بندھ گیا۔ لوگ دھڑا دھڑا اور فوج در فوج مسلمان ہو رہے ہیں۔ مشرک انتہائی تھوڑی تعداد میں باقی رہ گئے ہیں..... اس کے باوجود قرآن مجید کا انداز دیکھو۔ اس کی ایک آیت پر نظر ڈالو۔ میرے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ آیت ایک فیصلے کی صورت میں جزیرۃ العرب کے باقی ماندہ مشرکوں کے ساتھ ایک رویے کا اظہار ہے۔ ملاحظہ ہو:

﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ٦]

''ان مشرکوں میں سے اگر کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دیجیے، اسے ماحول فراہم کیجیے جس میں وہ اللہ کا قرآن سنے (شاید کہ وہ اس سے مسلمان ہو جائے اگر نہ ہو تو) پھر اسے وہاں پہنچا دیجیے جو اس کے لیے امن کا ٹھکانا ہو ان کے ساتھ ایسا طرز عمل اس لیے اختیار کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہیں۔''

لوگو! تصور کرو..... اسلام سارے جزیرۃ العرب پر ایک قوت بن کر چھا گیا ہے۔

میرے حضور ﷺ اب سارے عرب کے حکمران ہیں..... حکمران ایسی شفقتیں نہیں کیا کرتے...... وہ بھی اپنے دشمنوں کے خلاف......؟ اور ایسے دشمنوں کے خلاف جنھوں نے ذاتی طور پر حکمران کو ستایا ہو..... مگر میرے حضور ﷺ حکمران ہیں تو حکمرانی نبوت کے پرچم تلے ہے۔ اور نبوت تو سراسر رحمت ہے۔ ذرا دوبارہ غور تو کیجیے نبوت کے پیغام پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اللہ کی قسم! اس پیغام میں کمال درجے کی شفقت ہے۔ ہمدردی، غمگساری ہے۔

مگر مگر میرے حضور ﷺ کا تو انھوں نے کوئی خیال نہیں کیا..... چلو میرے حضور ﷺ کا معاملہ تو رہا ایک طرف ان لوگوں نے تو ایسی کمینگی اختیار کی کہ میرے حضور ﷺ کی بیٹی کے ساتھ بھی ظلم اور کمینگی کی انتہا کر دی۔ لوگو! بیٹیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں مگر یہ بت پرست اور مورتی چیٹ مشرک ایسے گھٹیا لوگ تھے کہ انھوں نے میرے حضور ﷺ کی بیٹی کے احترام کا بھی کوئی پاس نہ کیا۔

میرے حضور ﷺ کی چار بیٹیوں میں سے اس بیٹی کا نام زینب رضی اللہ عنہا ہے..... امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی سیرت کی کتاب میں جو تفصیلات لائے ہیں ان کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے مکی دور میں اپنی اس بیٹی کا نکاح ابو العاص سے کیا تھا..... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو العاص کی والدہ ہالہ رضی اللہ عنہا دونوں بہنیں تھیں۔

بدر کی لڑائی میں ابو العاص بھی مشرکوں کی جانب سے جنگ لڑنے آئے تھے..... قیدی بن گئے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو چھڑوانے کے لیے ایک قیمتی ہار اپنے باپ حکمران مدینہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ میرے حضور ﷺ کے سامنے جب بیٹی کا ہار آیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں کہ جنھوں نے یہ ہار نکاح کے وقت بیٹی کے گلے میں ڈالا تھا..... قربان جاؤں حضور ﷺ کے انداز حکمرانی پر کہ صحابہ سے پوچھتے ہیں۔ میرے صحابیو! اگر اجازت دو تو بیٹی کا ہار جو اس کی ماں کا تحفہ ہے۔ واپس کر دوں؟ صحابہ نے کہا: صدقے

اور قربان اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سے پوچھنے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ صحابہ کو سب معلوم تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ مکہ کی مالدار ترین خاتون تھیں۔ انھوں نے سارا مال اللہ کے دین کے لیے اور کمزور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا..... یہ ہار واپس کرنا تو اس احسان کا معمولی سا بدلہ ہے...... مگر میرے حضور ﷺ نے تو اپنی ذمہ داری پوری کی۔

ابو العاص کو رہائی مل گئی..... میرے حضور ﷺ نے اپنے داماد سے کہا۔ بیٹا! زینب رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دینا کیونکہ اللہ کا آرڈر آ گیا ہے اب مومنہ اور مشرک اکٹھے نہیں رہ سکتے .....

ابو العاص نے واپس پہنچتے ہی وعدہ پورا کیا۔

اپنی بیوی سے کہنے لگا میں تمھارے والد گرامی سے وعدہ کر آیا ہوں لہٰذا اپنے میکے چلی جائیں..... تیاری شروع ہو گئی۔ ابو العاص بن ربیع نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کو اونٹ دے کر ساتھ کر دیا۔ تیر کمان اور تیروں کا تھیلا بھی دے دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پہ بنے ہودج میں سوار ہو کر بیٹھ گئیں۔ دن دیہاڑے اونٹ مکہ سے نکلا۔ مشرکوں کو پتا چل گیا چنانچہ قریشی مشرک تلاش میں نکلے اور ذی طویٰ کے مقام پر اونٹ کو جا لیا۔ ان لوگوں میں جو بد بخت سب سے آگے تھا وہ ھبار بن اسود تھا۔ یہ اپنے نیزے کے ذریعے اونٹ کو بدکانے لگا۔ اونٹ اچھلا کودا حتیٰ کہ میرے حضور ﷺ کی لختِ جگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی لاڈ پیار سے پلی پیاری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیچے گر گئیں۔ ان کا بیٹا جو ابھی اس دنیا میں نہ آیا تھا وہ غنچہ کھلنے سے قبل ہی مرجھا گیا۔

جب یہ ظلم بپا ہوا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا دیور کنانہ اپنے اونٹ سے نیچے اترا کیونکہ اب باقی لوگ بھی آ چکے تھے۔ اس نے تیر کمان سیدھا کیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص اب قریب آیا تو تیر اس کے جسم میں اتار دوں گا..... یہ سن کر سب لوگ ٹھہر گئے......

ابوسفیان بھی پیچھے سے پہنچ چکا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور کنانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا! تیرا ستیاناس! تو قریش کی عزت کو سرِعام چیلنج کرنے نکل کھڑا ہوا ہے۔ محمد ﷺ کی بیٹی دن

دیہاڑے ہمارے درمیان سے نکل کر مدینہ چلی جائے۔ قریش یہ سمجھتے ہیں یہ ہماری ذلت اور اہانت ہے چنانچہ تم ایسا کرو کہ ابھی واپس چلے جاؤ تا کہ ان کو کہنے کا موقع مل جائے کہ ہم نے محمد ﷺ کی بیٹی کو جانے سے روک دیا اور پھر خفیہ طور پر نکل جاؤ۔

کنانہ یہ بات مان گیا...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر واپس چلا گیا...... اور پھر خفیہ طور پر دوبارہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ سے نکلا۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہے کہ:

"اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ کی جانب بھیجا تھا اور انھیں کہا کہ تم وادی یاجج کے دامن میں رکنا حتیٰ کہ زینب رضی اللہ عنہا تمھارے پاس آ جائے۔ جب زینب رضی اللہ عنہا آ جائے تو تم دونوں اسے لے کر آ جانا۔"

چنانچہ وادی یاجج جو مکہ سے آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں تشریف لائیں۔ ان کا دیور کنانہ واپس چلا گیا جبکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کے دو جانثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچیں۔

بت پرستو! یہ ہیں تمھارے روپے جو تم نے میرے حضور ﷺ کے ساتھ روا رکھے مگر میرے حضور ﷺ سارے عرب کو مطیع فرمان کرنے کے بعد بھی اتنے نرم......؟ چاہیے تو یہ تھا کہ تم نے جو کیا تھا اس کی پاداش میں آج کوئی سر سلامت نہ رہتا۔ مگر ایسا کیسے ہوتا کہ میرے حضور ﷺ "رحمۃ اللعالمین" بن کر آئے ہیں۔ وہ رحمت بن گئے...... اپنی بیٹی کا غم دل میں سجائے۔ ارے! تمھارے مردوں کو بھی امان دے رہے ہیں۔ ماحول فراہم کر رہے ہیں کہ یہ مسلمان ہو جائیں۔ جہنم سے بچ جائیں، جنت میں چلیں جائیں، اگر کوئی نہیں مسلمان ہوتا تو اس کی مرضی۔ ہماری ہمدردی پہ کان نہیں دھرتا تو اس کا دل...... ہم پھر یوں کریں گے کہ وہ جہاں چاہے گا۔ ہم اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دیں گے۔ جی ہاں! میرے حضور ﷺ پہنچا دیں گے۔ میرے حضور ﷺ کی بیٹی تو امن کے ساتھ...... اپنے بابل کے پاس نہ پہنچ سکی مگر میرے حضور ﷺ تمھیں پہنچا دیں گے۔ قربان ایسے حضور ﷺ پر،

صدقے ایسے مہربان حضور ﷺ پر...... ساری کائنات ایسے شفیق حضور ﷺ کے جوتے مبارک پر قربان...... قربان، قربان۔

ابھی ہماری بات کہاں ختم ہوئی ہے۔ آؤ! مزید منظر اور دیکھو...... ایک اور نقش کھینچوں۔ اسے بھی ملاحظہ کرو۔ ابو العاص بن ربیع نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ میرے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ میرے حضور ﷺ بڑے خوش ہوئے ہیں۔ میرے حضور ﷺ اپنے داماد کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے جو وعدہ مجھ سے کیا وہ پورا کر دیا...... میرے حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ابو العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی ہے۔

ابو داؤد، کتاب الطلاق میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے نکاح پر ہی ابو العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ کوئی نیا نکاح نہ کیا تھا۔

بتوں اور مورتیوں کے پجاریو! دیکھو میرے حضور ﷺ کی فراخ دلی...... دریا دلی، تعصب سے پاک رویہ کہ پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا۔ روا داری کی باتیں کرنے والو! رواداری تو مر گئی تھی۔ اسے تو وجود ہی اس وقت ملا جب اس دنیا میں میرے حضور ﷺ کا ورود مسعود ہوا۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک:

ابو جہل میرے حضور ﷺ سے لڑنے آیا ہے۔ بدر کے میدان میں آیا ہے مگر شکست سے دو چار ہو گیا ہے۔ قتل ہو گیا ہے۔ یہ ستر مارے گئے ہیں۔ ۷۰ ہی قیدی بن گئے ہیں۔ قیدی مدینہ منورہ میں آ گئے ہیں۔ یہ وہی ہیں جنھوں نے تیرہ سال تک مکہ میں میرے حضور ﷺ کو ستایا ہے آپ ﷺ کے ساتھیوں کو انسانی ٹارچر سے دوچار کیا ہے مگر میرے حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ جو شخص فدیہ یعنی کچھ رقم دے دے اسے رہا کر دیا جائے گا۔ مالداروں نے فدیہ دیا اور رہا ہو گئے۔ جو محتاج اور مسکین تھے۔ میرے حضور ﷺ نے

انھیں بغیر کچھ لیے رہا کر دیا۔ حضرت عباس میرے حضور ﷺ کے چچا جان ہیں وہ بھی قیدی ہیں۔ انصار نے کہا کہ حضرت عباس کو بھی بغیر فدیہ کے رہا کرتے ہیں۔ میرے حضور ﷺ نے منع کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: انھیں ایک درہم بھی معاف نہیں کرنا۔ اس لیے کہ حضرت عباس مالدار تھے۔ قربان جاؤں اپنے حضور ﷺ کے عادلانہ انداز پر...... جی ہاں! جن کے پاس پیسے نہ تھے اور وہ پڑھے لکھے تھے میرے حضور ﷺ نے انھیں کہا۔ جو دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اسے بھی رہا کر دیا جائے گا۔

ابو جہل کے وارثو! میرے حضور ﷺ کی فیاضیاں اور نرمیاں ملاحظہ کرو۔ دشمنی میں حد سے بڑھنے والوں کے لیے معافیوں اور آزادیوں کے منظر ملاحظہ کرو۔ ہم تمھیں بتلائیں میرے حضور ﷺ نے کوئی جیل خانہ نہ بنایا تھا چنانچہ ان ۷۰ لوگوں کو صحابہ کے سپرد کر دیا گیا۔ حسن سلوک کا حکم دے دیا گیا۔ اب میرے حضور ﷺ کے ساتھیوں نے اس قدر اعلیٰ سلوک کیا کہ اللہ نے میرے حضور ﷺ پر صحابہ کی تعریف میں قرآن نازل کر دیا، فرمایا:

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴾

[الدهر: ۸ تا ۱۰]

”وہ ایسے لوگ ہیں کہ کھانے کی شدید چاہت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں (اور انھیں کہتے ہیں) ہم تم لوگوں کو محض اللہ کو خوش کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں باقی تم لوگوں سے ہم کسی بدلے اور قدر دانی کی امید بھی نہیں رکھتے۔ ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو چہروں کو ناگوار کر دینا کی اور دلوں کو اضطرابی میں مبتلا کرنے والا ہوگا۔“

امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکوں کے کوئی نہ تھا۔ مدینے میں کوئی مسلم قیدی نہ تھا۔ یعنی یہ

آیت مشرک قیدیوں کے بارے میں ہے جن کی تعداد ستر تھی۔۔۔ جی ہاں! وہ آزاد کر دیے گئے اور جتنے دن رہے عزت اور اکرام کے ساتھ رہے۔

اے ابوجہل کے وارث ہندوؤ! اب ذرا اپنے سلوک بھی دیکھو اور اپنے وارثوں کے انداز بھی دیکھو۔ انہی مشرکوں نے دھوکے سے میرے حضور ﷺ کے صحابہ کو قید کیا اور مکہ میں لے جا کر شہید کیا اور تم لوگوں نے ۱۹۶۵ء میں پاک فوج کے ایک سپاہی محمد حسین کی زبان کو کاٹ دیا اور چالیس سال کے بعد رہا کیا۔ ۱۹۷۱ء کے قیدیوں کو کھانے میں سیسہ اور شیشہ پیس کر کھلایا جس سے وہ زندگی بھر کے لیے ناکارہ ہو گئے۔

کشمیر کی وادی پر ساٹھ سالوں سے تم نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ وہاں سے جو دریا پاکستان میں آتے ہیں۔ تم نے ان پر ڈیم بنا لیے ہیں۔ بجلی کا فائدہ اٹھا رہے ہو۔۔۔۔ یہیں تک ہوتا تو چلو پھر بھی کچھ صبر ہوتا مگر اب تم لوگوں نے پانی بند کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے کھیت ویران ہونے شروع ہو گئے ہیں۔۔۔۔ دریاؤں کے پانیوں کی پھر تم سمتیں بدل رہے ہو۔ سرنگیں نکال رہے ہو تاکہ پاکستان کے مسلمانوں کو بھوکے پیاسے مار دو۔ یاد رکھو! میرے حضور ﷺ نے چودہ سو سال قبل ایک بین الاقوامی قانون وضع کر دیا۔ پانیوں کا بھی فیصلہ کر دیا۔ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب المساقات" کے عنوان سے چیپٹر کا اندراج کیا ہے جس کا معنی "آبپاشی" ہے۔ اس میں ایک باب ہے جس کا عنوان: "شُرْبُ الْأَعْلٰى قَبْلَ الْأَسْفَلِ" ہے یعنی جس کے کھیت بلندیوں پر ہیں پہلے وہ پانی استعمال کرے پھر نیچے والے استعمال کریں۔۔۔ ثابت ہوا کشمیر کے لوگ جس قدر چاہیں اپنے کھیتوں کے لیے پانی استعمال کریں۔ اس کے بعد جو پانی ہے وہ نیچے والوں کا حق ہے۔ چنانچہ اسی چیپٹر میں میرے حضور ﷺ نے فیصلہ فرما دیا:

"لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَآءِ"

"بچے ہوئے پانی کو روکا نہ جائے۔"

یعنی ہمارے پانی کو تم روک نہیں سکتے کہ جب ہمیں ضرورت ہو تو ڈیموں میں روک لو اور جب زیادہ پانی آ جائے تو یکدم کھول کر ہمیں سیلاب کی نذر کر دو۔ پانی کی قدرتی سمتیں تبدیل کر دو۔ لیکن ابوجہل کے وارثو! تم یہی کر رہے اور ہم نیچے والوں کا پانی چوری کر کے راجستھان کے صحراؤں کو سیراب کر رہے ہو...... پھر تم یہ کام بھی کر رہے ہو کہ غصب شدہ کشمیر پر خود تو ۲۰ ڈیم بنا رہے ہو اور ہمارے ہاں علیحدگی پسند تحریکوں کو ہوا دے کر پاکستان میں ڈیم نہیں بننے دیتے ہو۔ یعنی ہمیں ہر لحاظ سے بھوکا پیاسا مارنا چاہتے ہو ...... بدر میں اپنے مرنے والے ستر لوگوں کے نام پر ستر ڈیم بنا کر ہم سے بدلے لینا چاہتے ہو۔

آہ! بدلہ لینے کا کس قدر غیر انسانی انداز ہے۔ کمینہ ترین طریقہ ہے۔ آج کا بین الاقوامی لاء جو میرے حضور ﷺ کے فیصلوں کو دیکھ کر بنایا گیا ہے۔ یہ طریقہ اس کے بھی خلاف ہے۔ بہر حال! تم لوگ اپنے غیر انسانی رویے بھی دیکھو اور اپنے ساتھ ہمارے ہمدردانہ انداز بھی دیکھو۔

اقلیت نہیں ذمی:

اقلیتوں کے حقوق کی بہت باتیں کی جاتی ہیں اور حقوق کی بات کرنا بہر حال اچھی بات ہے۔ اقلیت یعنی تھوڑے لوگ...... ان کے لیے (Minority) کا لفظ بولا جاتا ہے جس کا معنی بھی اقلیت ہی ہے۔ میرے حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کے لیے ''ذمی'' کا لفظ استعمال کیا۔ یہ ایسا جامع لفظ ہے کہ اقلیت کا لفظ اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ذمی کا مطلب ہے اس کی جان، مال عزت و آبرو اور زندگی گزارنے کے لیے ماحول اور وسائل فراہم کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل یہ خوبصورت تصور دے کر اس پر عمل کر دکھلایا میرے حضور جناب محمد کریم ﷺ نے۔

ہم پر امن شہری زندگی سے قبل ایک اور میدان کی بات کرتے ہیں۔ یہ میدان جنگ کا میدان ہے۔ مکہ فتح ہو چکا ہے۔ فاتح لشکر کے جوان مکہ شہر میں گشت کر رہے ہیں۔ جنگ

کے ایسے ماحول اور میدان میں میرے حضور ﷺ کا رویہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو! امام ابو داؤد، کتاب الجہاد میں حدیث لائے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے ام ہانی رضی اللہ عنہا جو جناب ابو طالب کی بیٹی ہیں ..... نے بتلایا کہ اس نے فتح مکہ کے دن ایک مشرک کو پناہ دی تھی۔

صحیح بخاری کتاب الجزیہ میں یوں ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول ! ﷺ میں ہبیرہ کے فلاں بیٹے کو پناہ دے چکی ہوں جبکہ میری ماں کا بیٹا کہتا ہے کہ میں تو اسے قتل کیے بغیر نہ رہوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

" قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِي "

" ام ہانی ! جسے تم نے پناہ دے دی اسے ہماری طرف سے بھی پناہ ہے۔"

ابو داؤد میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ

" آمَنَّا مَنْ آمَنْتِ "

" جسے تم نے امن دے دیا اسے ہم نے بھی امن دے دیا۔"

اللہ اللہ ! جب عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ اس دور میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو میرے حضور ﷺ نے یہ مقام دیا کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جس کو پناہ دے دی۔ اسے رسولوں کے سردار نے عرب کے حکمران نے، اسلامی سٹیٹ نے بھی پناہ دے دی..... جی ہاں! ایک مسلمان عورت کا مقام بلند ہوا اور جنگ کے میدان میں عفو و درگزر کا ریکارڈ قائم ہوا۔

صحیح بخاری، کتاب الجزیہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس احادیث رسول ﷺ کا ایک مجموعہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرمایا تو بتلایا کہ میرے اس مجموعہ میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ:

" ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"

"مسلمانوں کا ذمہ یکساں برابر ہے لہذا جس کسی نے مسلمان کی پناہ میں (جو کسی کافر کو دی گئی ہو) دخل اندازی کر کے مسلمان کو رسوا کیا اس پر اللہ کی بھی لعنت ہے۔ فرشتوں کی بھی اور تمام لوگوں کی بھی۔"

لوگو! یہ تو تھا جنگ کا میدان...... اب آیئے! پرامن شہری زندگی کی طرف۔ صحیح بخاری کتاب الجزیہ میں ہے۔

جس نے کسی ذمی کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔

ترمذی، کتاب الدیات میں ہے، میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

«اَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَقَدْ اَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا»

"خبردار! جس نے کسی ذمی کو قتل کیا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول نے اٹھا رکھی ہے لہٰذا جس نے اللہ کے ذمہ کو توڑا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔"

قارئین کرام! ذرا ملاحظہ تو کیجیے! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر المومنین ہیں۔ معلوم دنیا کے سب سے طاقتور حکمران ہیں۔ ایک ذمی ان پر خنجروں کے پے در پے وار کرتا ہے۔ شدید زخمی کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری کھولیے کتاب الجزیہ کے صفحات پر نگاہ ڈالیے۔ اس دور کا عظیم فاتح اور معلوم دنیا کا طاقتور حکمران کیا کہتا ہے۔ بستر پہ لیٹے ہوئے انتہائی زخمی حالت میں ہیں۔ لوگ وصیت کی درخواست کرتے ہیں:

"اَوْصِنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ"

""کہ اے امیر المومنین! ہمیں کوئی وصیت فرما دیجیے۔"

چنانچہ ملاحظہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وصیت کرتے ہیں:

"اُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ"

""میں تم لوگوں کو (ذمیوں کے حقوق کی پاسداری کے ضمن میں) اللہ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں (کہ اس میں کوتاہی نہ کرنا) کیونکہ یہ تمھارے نبی ﷺ کا ذمہ ہے۔"

اللہ اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فکر دامن گیر ہو گئی کہ اگر میں شہید ہو گیا تو مسلمان جذبات میں آ کر کہیں بے قابو نہ ہو جائیں۔ ذمیوں کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیے ہوئے ذمہ کو نقصان پہنچا کر اپنی آخرت کو نقصان نہ پہنچا دیں۔

لوگو! ہم کل کی نہیں آج کی بات کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس وقت ۵۷ ملک ہیں۔ کوئی ایک ملک دکھلاؤ جہاں غیر مسلموں پر حملے ہوتے ہوں۔ ان کا قتل عام کیا جاتا ہو۔ ان کی عزت و آبرو اور جان و مال محفوظ نہ ہو۔ مسلمان ان سے نفرت کرتے ہوں۔ یقیناً کسی ایک ملک کا بھی نام نہیں لیا جا سکتا..... اس کے برعکس انڈیا کو دیکھ لو..... وہاں مسلمانوں کا آئے روز قتل عام..... عیسائیوں کا قتل عام..... سکھوں کا قتل عام حتیٰ کہ نیچ ذات کے ہندوؤں کا قتل عام۔ اسرائیل کو دیکھ لو آئے روز فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام۔ نہتی آبادی پر سفید فاسفورس بموں کا استعمال، غزہ پر کارپٹ بمباری اور بے دریغ عورتوں اور بچوں کا قتل عام..... اسی طرح سابق یوگوسلاویہ میں عیسائیوں نے کیا کیا..... بوسنیا اور کوسووا میں لاکھوں مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا گیا..... اور ابھی افغانستان اور عراق کو دیکھ لو کہ وہاں اتحادی فوج نے لاکھوں انسانوں کا قتل عام کر دیا اور یہ سلسلہ تا حال، پاکستان کے قبائلی

علاقے میں کارپٹ بمباری کا ظلم جاری ہے۔ ایک شخص کے شبے میں درجنوں اور بیسیوں بے گناہوں کا قتل۔ یعنی جنگ کا میدان ہو یا عام شہری زندگی اس میں یہود و ہنود اور نصاریٰ کی طرف سے میرے حضور ﷺ کے نام لیواؤں کو بے دریغ قتل کیا گیا اور قتل کیا جا رہا ہے۔

اے ہندوؤ! تم بھی اپنا چہرہ دیکھو۔ تمہاری اندرا گاندھی کو دو سکھوں نے قتل کر دیا تو تم نے ایک رات کے اندر ایک ہزار سکھ مرد، عورتیں اور بچے قتل کر دیے بہت سارے زندہ جلا ڈالے۔ تم اپنی کرتوت بھی دیکھو اور میرے حضور ﷺ کے پیروکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کردار بھی دیکھو کہ ان کو شہید کرنے والا بھی مشرک مجوسی تھا مگر مجال ہے جو کسی ذمی کو خراش بھی آئے۔

الغرض! اے دنیا والو! میرے حضور ﷺ کا رویہ بھی دیکھو اور میرے حضور ﷺ کے نام لیواؤں کا انداز بھی دیکھو اور پھر اپنے ضمیر سے پوچھو! انسانیت کا ہمدرد کون ہے۔ انسانیت سے پیار کرنے والا کون ہے اور انسانیت سے بغض رکھنے والا کون ہے؟

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے

جانوروں کے حقوق کا تحفظ

اونٹ رو پڑا!

اللہ نے میرے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷]

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

انسان کا جہان اور ہے حیوان کا جہان اور ہے۔ میرے حضور ﷺ انسانوں کے لیے تو رحمت ہیں ہی حیوانوں کے لیے بھی رحمت ہیں..... آئیے! حیوانوں کی دنیا میں بھی حضور ﷺ کی ہمدردی کے نظارے کریں۔

ابو داؤد کتاب الجہاد میں ہے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ اس نے جو نبی اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تو دکھ بھری آواز نکالی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو ٹپکنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ اس کے پاس چلے گئے اس کے سر پر شفقت ہاتھ پھیرا وہ خاموش ہو گیا ....اب کے آپ ﷺ نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ اتنے میں ایک انصاری جوان بھی آن پہنچا وہ کہنے لگا! جی یہ میرا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ.... اس پر آپ ﷺ نے اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا! اللہ نے تجھے اس اونٹ کا مالک بنایا ہے تجھے اس حیوان کے بارے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا۔ اس نے ابھی میرے پاس شکوہ کیا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے جبکہ مشقت پوری لیتا ہے اور اسے تھکاتا ہے۔

ابو داؤد کتاب الجہاد میں ہی ایک اور حدیث ہے حضرت سہیل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے۔ کیا دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے اس کا پیٹ اس کی کمر سے لگ رہا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

«اِتَّقُوْا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَ كُلُوْهَا صَالِحَةً»

''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ ان پر سواری کرو تو اچھے انداز سے۔ انہیں چارہ کھلاؤ تو بہتر طریقے سے۔''

لوگو! میرے حضور ﷺ اس قدر سراپا رحمت اور ہمدرد ہیں کہ اونٹ بھی میرے حضور ﷺ کو اپنے دکھڑے سناتا ہے۔ اور جو نہیں سناتا اس پر میرے حضور ﷺ کی نظر پڑ جاتی ہے تو قیامت تک کے لیے ان جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے دیا۔ سواری کرنے میں بھی حسن سلوک کا حکم اور چارہ ڈالنے میں بھی حسن سلوک کا حکم کہ سواری کرو تو اس کی استطاعت کے مطابق مسافت طے کرو تو اس کی ہمت کے مطابق اور چارہ بھی اسے چراؤ تو اسے رجاؤ۔

ابو دائود، کتاب الجهاد اور مسلم، کتاب الامارہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (صحابہ کو تلقین کرتے ہوئے) فرمایا:

''جب تم سرسبز و شاداب علاقوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دو اور جب تم بنجر و ویران علاقوں میں سفر کرو تو چلنے میں جلدی کرو۔''

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ کی ہمدردی دیکھو۔ اے انسانو! تمہارے سامنے لذیذ کھانا رکھا ہو اور تمہیں کھانے نہ دیا جائے تو تم پہ کیا گزرے گی؟ جانوروں پہ یہی کیفیت گزرتی ہے لہٰذا میرے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب سرسبز و شاداب علاقوں سے گزرو تو اونٹوں کو

ان کا حق دو یعنی ان کو چرنے کے لیے چھوڑ دو۔ انہیں پیٹ بھرنے دو کھانے کے مزے ان کو بھی لینے دو ..... اور جب ویران علاقہ ہو تو جلدی سے گزر جاؤ..... ایسا نہ کرو کہ اپنے دستر خوان سجا کر بیٹھ جاؤ۔ کھاؤ پیو..... لیٹ کرو اور اونٹوں کے لیے کچھ نہ ہو..... منزل ان کی دور ہو جائے، ان کو منزل پر ملنا ہو لہٰذا ان کا بھی خیال کرو۔ ذرا جلدی چلو۔ دائم ضائع نہ کرو تا کہ بروقت پہنچو اور اونٹوں کا پورا خیال کرو۔

ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہی ایک اور حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم دوران سفر کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تھے تو ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جب تک کہ ہم اونٹوں سے کجاوے نہ اتار لیتے تھے۔

اللہ اللہ! اللہ کی عبادت کا کیا مزہ اور وہ کیا عبادت ہے کہ اللہ کا جانور مشکل میں ہے۔ اس پر بوجھ لدا ہوا ہے۔ اسے کھانے چرنے میں دقت ہو رہی ہے۔ اور اس جانور کا خالق اپنے بندے کی عبادت کو کس نظر سے دیکھے گا کہ یہ تو میرے سامنے سجدہ ریز ہو گیا مگر یہ اپنی سواری کو..... اپنے اونٹ کو مشکل میں چھوڑ کر آ گیا ہے..... یہ ہے وہ تصور جو دیا ہے میرے حضور ﷺ نے اور صحابہ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ سواریوں کے حقوق کا خیال رکھ رہے ہیں۔

ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ایک اور حدیث ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے تو آپ ﷺ نے ایک جوان اونٹنی میرے پاس بھی بھیج دی (میں نے اس پر کچھ سختی کی) تو آپ ﷺ نے مجھے کہا!

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! نرمی سے کام لو۔ نرمی جس چیز میں بھی آ جائے وہ مزین ہو جاتی ہے اور جس سے نرمی نکال لی جائے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔

ابن ماجہ کتاب الادب میں ہے حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ ایک گم شدہ اونٹ میرے حوض پر آ جاتا ہے۔ وہ حوض میں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے تیار کیا ہے۔ کیا مجھے کوئی ثواب ملے گا اگر میں اسے پانی

پلادوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«نَعَمْ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّى أَجْرٌ»

"ہاں ہاں! جو بھی حرارت محسوس کرنے والا جگر رکھنے والا جانور ہے اس (کو کھلانے پلانے چرانے) میں اجر و ثواب ہے۔"

صدقے، واری اور قربان اپنے پیارے حضور ﷺ پر جو دشمن انسانوں کے ساتھ بھی نرم و ملائم..... حیوانوں کے ساتھ بھی نرم گوشہ اور ہمدرد دل۔

جانوروں کے چہرے کا تحفظ:

صحیح مسلم، کتاب اللباس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کسی جانور کے چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغ لگانے سے منع فرمایا۔

یاد رہے! سرکاری اصطبل میں گھوڑے خچر اور گدھے وغیرہ کو داغ لگایا جاتا تھا تاکہ مخصوص داغ سے یہ ثابت ہو کہ یہ جانور سرکاری ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی دنیا کی ہر فوج کے اصطبل خانے ہیں سعودیہ، پاکستان، فرانس امریکہ، برطانیہ اور انڈیا وغیرہ کے ممالک میں آج بھی ان کی افواج کے اصطبل خانے موجود ہیں جہاں جانوروں کو داغ لگایا جاتا ہے..... یہ داغ لوہے کی کسی شئے کو گرم کر کے لگایا جاتا ہے۔ نمبر بھی لگائے جاتے ہیں تاکہ گنتی میں آسانی رہے۔ یہ داغ جانوروں کے چہرے پر لگائے جاتے تھے۔ میرے حضور ﷺ نے گھوڑے، خچر، اونٹ، گدھے اور گائے بکری وغیرہ کا چہرہ بچایا اسے محفوظ کیا۔ نا صرف داغ لگانے سے بچایا بلکہ چہرے پر چھانٹا، کوڑا، یا مکا اور طمانچہ وغیرہ بھی مارنے سے منع فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ دوسری اور اگلی روایت میں مزید بتلاتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے سے گدھا گزرا۔ اس کے منہ پر داغا گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِي وَسَمَهُ»

''اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس کے چہرے پر داغ لگایا۔''

یاد رہے! لعنت کا معنی اللہ کی رحمت سے دوری کا ہے، میرے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں وہ اس شخص کو اللہ کی رحمت سے دوری کی بددعا دے رہے ہیں جس نے حضور ﷺ کے منع فرمانے کے بعد بھی گدھے کے چہرے پر داغ لگا دیا .. کس قدر سراپا رحمت ہیں میرے حضور ﷺ ..... جانوروں کے لیے حیوانوں کے لیے۔

ابوداؤد، کتاب الجہاد میں حضرت جابر ؓ سے ایک یہ روایت یوں مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے سے ایک گدھے کا گزر ہوا جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا ......اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے اس کے مالکوں سے کہا! کیا تمہیں یہ بات نہیں پہنچی کہ میں نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جو کسی جانور کے چہرے پر داغ لگائے یا اس کے منہ پر مارے..... چنانچہ آپ ﷺ نے (دوبارہ) ایسا کرنے سے منع فرمایا:

لوگو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ ..... ذرا سوچو! جو جانوروں پر اس قدر مہربان ہیں وہ انسانوں پر کس قدر مہربان ہوں گے؟ اور جو جانوروں کے حقوق کا یوں تحفظ کرتے ہیں انھوں نے انسانوں کے حقوق کا تحفظ کس قدر کیا ہوگا؟ جی ہاں! ایسا تحفظ کیا ہے کہ مثال نہیں ملتی۔

جانوروں کے ساتھ کھیل کھلواڑ:

نسائی، کتاب الضحایا میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو مینڈھے پر تیراندازی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا:

''جانوروں کا مثلہ نہ کرو (حلیہ مت بگاڑو)۔''

نسائی میں ہی دوسری روایت جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ہیں کہتے ہیں۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَیَوَانِ))

"اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو حیوانوں کا حلیہ بگاڑے۔"

اللہ اللہ! وہ شخص بھلا کس طرح اللہ کی رحمت کا مستحق ہو سکتا ہے جو شقی القلب ہے۔ دل کا سخت ہے۔ اس میں درندگی پائی جاتی ہے۔ بلکہ درندوں سے بھی بڑھ کر بدتر ہے۔ اس لیے کہ درندے کی تو فطرت ہے کہ وہ چیرتا پھاڑتا ہے تو اپنی خوراک کے لیے ایسا کرتا ہے ......اللہ اکبر! یہ انسان ہے اور اپنی طبیعت کی تفریح کے لیے جانوروں کے ساتھ کھیل کھلواڑ کرتا ہے۔ ...تیراندازی یا کسی اور ہتھیار سے زندہ جانور کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔

سپین میں خاص طور پر اور دیگر کئی یورپی ملکوں میں جانوروں کے ساتھ ایسا ہی کھیل کھلواڑ نام نہاد قسم کے مہذب لوگ کرتے ہیں۔

ایک بیل کو پال پوس کر خوب موٹا کیا جاتا ہے پھر ایک مخصوص میدان میں اس پر ایک شخص سوار ہو جاتا ہے۔ بیل کو کوئی سرخ شئے دکھا کر مشتعل کیا جاتا ہے۔ وہ چھلانگیں لگاتا ہے تو سوار شخص اس پر چھرے کے وار کرتا ہے۔ خنجر مار مار کر سے لہولہان کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے.... لاکھوں لوگ اس کھیل کو دیکھتے ہیں۔ درندگی کے اس منظر پر خوش ہوتے ہیں۔

نام نہاد مہذب لوگو! سن لو.... میرے حضور ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اس کھیل کھلواڑ کرنے والے پر لعنت کی ہے۔ جانور کے حق کا تحفظ کیا ہے..... جانور کی معصومیت کو کھیل تماشا بنانے والوں کے کردار کو سخت ناپسند کیا ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ جانوروں کے ساتھ ایسا درندہ صفت سلوک کرتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے وہ انسانوں کے لیے بھی درندے ہی بن جاتے ہیں۔ اور میرے حضور ﷺ تو انسان کو انسان بنانے آئے ہیں۔ جانوروں پر شفیق بنانے آئے ہیں۔ ان کے حقوق سے بھی آگاہ کرنے آئے ہیں۔

مہذب کہلانے والو! سوچو... میرے ایسے حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہو؟

جانور کو باندھ کر مارنا:

صحیح مسلم، کتاب الصید میں ہے، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ بتلاتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک پرندہ باندھ رکھا تھا اور اس کو تیروں سے نشانہ بنا رہے تھے۔ انہوں نے طے یہ کیا تھا کہ ہر وہ تیر پرندے کے مالک کا ہوگا جو پرندے کو نہ لگے گا ... جب ان نوجوانوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (غصہ میں آ گئے اور) کہنے لگے:

''کس نے یہ حرکت کی ہے۔ اللہ اس پر لعنت کرتا ہے جو ایسی حرکت کرتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو کسی بھی جاندار کو یوں نشانہ بنائے۔''

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا جو مرغی کو باندھ کر اس پر تیر چلا رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ جانوروں کو باندھ کر مارا جائے۔

ابن ماجہ، کتاب الذبائح میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''کوئی ایسی شے جس میں روح (جان) ہے اسے اپنی مشق کا نشانہ مت بناؤ۔''

سبحان اللہ! میرے مہربان حضور ﷺ نے ذی روح یعنی جاندار کا لفظ بول کر دنیا کے ہر جانور اور جاندار کو انسان کے ظلم سے بچالیا..... حلال جانور ہی نہیں جو جانور حرام ہیں وہ کتا ہو یا بلی، ریچھ ہو یا شیر، گدھا ہو یا بندر سور ہو یا سانپ سب کو ظلم سے بچالیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے میرے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷]

''ہم نے تمہیں تمام جہان والوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

زندہ جانور کا حصہ کاٹنا:

ابوداؤد اور ابن ماجہ کتاب الصید میں ہے،حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جانور زندہ ہو اور اس کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو کاٹا ہوا حصہ مردار ہے۔"

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ کس قدر مہربان ہیں کہ جانوروں پہ ظلم کا ہر دروازہ اور ہر ممکنہ سوراخ بند کر رہے ہیں۔ لمبے لمبے سفروں میں ہوسکتا ہے کوئی شخص ہرن کا شکار کرے۔ گورخر کا شکار کرے یا پہاڑی بکرے کا شکار کرے پھر یوں کرے کہ اس جانور کا ایک حصہ کاٹ کر کھالے اگلے دن دوسرا حصہ کاٹ کر کھالے۔اس سے بے چارے بے زبان جانور پر ظلم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ بعض عربوں کے بارے میں ہے کہ ان کا کوئی شخص اپنے دنبے کی چکی کاٹتا اسے پکاتا کٹی ہوئی جگہ پہ دوائی لگاتا اور دنبہ بھی محفوظ رہتا یا اونٹ کی کوہان کے ساتھ بھی ایسے ہی کرتا الغرض! میرے حضور ﷺ نے واضح کر دیا کہ اگر کسی ظالم نے ایسے کیا یا اس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوا اور وہ ایسی ظالمانہ حرکت کرے گا تو جو کھائے گا وہ مردار کھائے گا۔ وہ دنبے کی چکی،اونٹ کی کوہان یا بچھڑے کی ٹانگ نہیں کھائے گا بلکہ مردار کھائے گا۔

صدقے اور قربان اپنے پیارے حضور ﷺ پر کہ وہ انسان اور جن ہی کے لیے رحمت بن کر نہ آئے۔ جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر آئے، حیوانوں کے لیے بھی درد بن کر آئے اور صرف ان جانوروں کے لیے ہی رحمت بن کر نہ آئے جن کا کھانا حلال ہے بلکہ ان جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر آئے جن کا کھانا حرام ہے۔اس ضمن میں میرے حضور ﷺ کا ایک فرمان ملاحظہ ہو: اس فرمان کو امام مسلم کتاب الصید والذبائح میں لائے ہیں۔ یعنی شکار اور ذبح سے متعلق امور کی کتاب۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دو باتیں ایسی ہیں کہ جنھیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا اور خوب یاد رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ»

''اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا (ضرورت سے بڑھ کر بھلائی کرنا) فرض قرار دے دیا ہے لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم میں سے جو کوئی ذبح کرے تو لازم ہے کہ اپنی چھری کو تیز کر لے تاکہ اپنے جانور کو راحت پہنچائے۔''

قارئین کرام! قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جنگ کے میدان میں مدمقابل دشمن پر قابو پالو تو تڑسا تڑسا کر اذیت دے کر مت قتل کرو بلکہ ایک ہی وار میں قتل کر کے احسان کرو ..... اسی طرح کسی موذی جانور کو بھی مارو۔ وہ باؤلا کتا ہو یا سانپ تو اسے بھی اذیت دے دے کر مت قتل کرو بلکہ فوری وار کر کے یا جاندار ضرب لگا کر اسے فوری مار ڈالو ..... اور حلال جانور کو ذبح کرو تو چھری خوب تیز کر لو ..... تاکہ اسے راحت ہو ..... راحت و آرام میں یہ بھی داخل ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کرو .. جانور کے سامنے جانور ذبح نہ کرو ..... ذبح کرنے کے لیے جانور کو شدت سے مت کھینچو کہ اسے تکلیف پہنچے۔

لوگو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ ..... خاکے بنانے والو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ کی تعلیمات جو تم نے ملاحظہ کیں، جبکہ ایسی تعلیمات دینے والے پیارے حضور ﷺ کے خاکے بناتے وقت تو ضروری ہے کہ تمھارا دل تمھیں بے شرم کہے .. تمھارا ضمیر تمھارا گلا گھونٹے، تمھارا دماغ جب ایسا سوچے تو وہ ماؤف ہو جائے ..... اور اگر یہ فطری عمل نہیں ہوتا تو پھر تم بھلا کوئی انسان ہو؟ پھر تو تمھیں جانور ہی کہا جا سکتا ہے۔ نہیں نہیں۔ تمھیں جانور کہنا۔ تمھیں حیوان کہنا حیوانیت کی توہین ہے۔ حیوانوں کو زبان مل جائے تو مجھ سے لڑیں گے۔ جھگڑا کریں گے کہیں گے۔ حمزہ صاحب! ہم تو حضور ﷺ سے محبت کرتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کو اپنے دکھڑے سنائے۔ جناب نے گستاخ انسانوں کو حیوان کہہ کر ہمارے

دلوں کو دکھایا ہے۔ پھر میں اونٹ سے معافی مانگ لوں گا۔ معذرت کروں گا۔

"Please Sorry,o My Beloved Camal"

بلی پر ظلم جہنم میں لے گیا:

ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات میں ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

"جہنم میرے قریب کر دی گئی۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جسے اس کی ایک بلی پنجے مار رہی ہے۔ میں نے (وہاں موجود ذمہ داران سے) پوچھا! اس عورت کا معاملہ کیا ہے؟ تو انھوں نے بتلایا: یہ (بلی اس عورت کا نقصان کر جاتی تھی جس کی وجہ سے) اس عورت نے اس بلی کو باندھ دیا تھا کہ وہ بھوک سے مر گئی (یہ اس قدر ظالم تھی) کہ نہ تو اس نے اس بلی کو خود کھانے کو کچھ دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین پر چلنے پھرنے والے جاندار (چوہے وغیرہ) کھا لیتی۔"

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ کا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو میرے حضور ﷺ کے قریب کر کے ایک نظارہ دکھلایا نظارہ یہ تھا کہ پچھلی قوموں میں سے کسی قوم کی ایک عورت نے بلی کے ساتھ جو ظلم کیا اللہ نے اس ظلم کی سزا کا منظر دکھلایا تا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے قیامت تک کے لیے امت محمد ﷺ کو بتلا دیا جائے کہ اللہ ظالم کو نہیں چھوڑتا اور مظلوم کو بدلہ دلاتا ہے۔ اب وہ جہنم اس بلی کے لیے گلزار تھی جب کہ عورت کے لیے دہکتی بھڑکتی اور جوش مارتی آگ تھی وہاں بلی اپنا بدلہ لے رہی تھی۔

چڑیا اور چیونٹی کے ساتھ ہمدردی:

ابوداؤد، کتاب الجہاد اور کتاب الادب میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے تو پیچھے ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے تو ان کی ماں بچوں پر اڑتے اڑتے ان پر گرنے کے قریب ہونے لگی اتنے میں اللہ کے

رسول ﷺ بھی تشریف لے آئے اور پوچھنے لگے! اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے پریشان کیا ہے؟ اس کے بچے اس چڑیا کو واپس کر دو۔

پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹیوں کا بل جلا ڈالا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ ہم نے یہ کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّهُ لَا يَنْبَغِي اَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ»

آگ کے رب کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ آگ کی سزا دے۔"

قارئین کرام! غور فرمایئے۔۔۔جس طرح انسان کی ماں اپنے بچوں کے لیے ہمدردی اور جانثاری کا ایک دل رکھتی ہے اسی طرح چڑیا بھی اپنے بچوں کی محبت میں اک پریشان دل رکھتی ہے۔ چنانچہ میرے حضور ﷺ نے چڑیا کو اس کے بچے واپس دلا کر ماں کی ممتا کو سکون و اطمینان سے ہمکنار فرمایا۔

میرے حضور ﷺ کا یہ سفر جہادی سفر تھا۔ صحابہ کا پڑاؤ تھا۔ وہاں چیونٹیوں کا بل تھا۔ وہ چیونٹیاں صحابہ کو پریشان کرنے لگیں تو محسوس ایسے ہوتا ہے جس درخت کے نیچے وہ موجود تھے اسی درخت کے پتے بل پر رکھے ہوں گے اور آگ لگا دی ہوگی۔ یوں چیونٹیاں جل گئیں۔ میرے حضور ﷺ ناراض ہوئے کہ آگ کی سزا بڑی خوفناک اور دردناک سزا ہے۔ یہ سزا آگ پیدا کرنے والا رب تعالیٰ ہی دے سکتا ہے وہ جسے چاہے دے بندہ نہیں دے سکتا۔

اللہ اللہ! لوگ تو بستیاں جلاتے ہیں۔ گھروں کو آگ لگاتے ہیں۔ تباہ بم پھینکتے ہیں۔ فاسفورس بم پھینکتے ہیں جو آگ لگاتے ہیں۔ انسانوں کو بھسم کر دیتے ہیں۔ احمد آباد اور گجرات میں ہندو بلوائیوں نے ہزاروں مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ عورتیں بچے جل گئے۔ مقبوضہ کشمیر میں کشمیری مسلمان لکڑی کے گھر بناتے ہیں۔ ہندو فوجی ان گھروں کو آگ لگا کر راکھ بنا دیتے ہیں۔ اسرائیلی بم پھینکتا ہے اور غزہ کے گھر جل جاتے ہیں۔ اتحادیوں کے میزائل اور بم کتنے عراقی، افغانی اور پاکستانی گھروں کو آگ سے بھسم کر چکے

تھیں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی کو امریکی ایٹم بموں نے آگ کی نذر کر دیا اور لوہا تک پانی بن گیا۔ آگ اس قدر خوفناک تھی کہ پانی بھاپ بن کر اڑ گیا۔

یاد رکھو! آگ کی سزا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ اللہ نے اپنے ایک نبی کو بھی ڈانٹ دیا۔ میرے پیارے حضور نبی کریم ﷺ نے ایک نبی کا واقعہ بتلاتے ہوئے آگاہ فرمایا: بخاری، مسلم اور ابو داؤد کتاب الادب میں ہے۔

پہلے انبیاء میں سے ایک نبی کسی درخت کے نیچے آرام کے لیے ٹھہرے۔ وہاں انہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان کے نیچے یہ جو بل ہے اس سارے بل کو باہر نکالا جائے پھر حکم دیا اور ان چیونٹیوں کو جلا دیا گیا۔ اس پر اللہ نے ان کی طرف وحی کی۔ صرف ایک ہی کو کیوں نہ مارا کہ جس نے کاٹا تھا؟ کاٹا تو تھا ایک چیونٹی نے جب کہ تو نے چیونٹیوں کی ساری قوم ہی مار ڈالی۔ وہ کہ جو اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

غور کرو! اللہ نے ایک نبی کو بھی ڈانٹ دیا کہ جناب نے چیونٹیوں کو کیوں جلا ڈالا .....اور پھر! ذرا دیکھو تو! اے حقوق انسانی کے دعوے کرنے والو! میرے حضور اللہ کے آخری رسول ﷺ ایک قانون بتا کر دے گئے ہیں۔ قیامت تک کے لیے دے گئے ہیں اور وہ قانون یہ ہے کہ کوئی انسان کسی انسان سے خواہ کتنی ہی دشمنی رکھے۔ وہ اسے آگ میں نہیں جلا سکتا، انسان تو دور کی بات ہے کسی چیونٹی تک کو آگ میں نہیں جلا سکتا... جی ہاں! یہ ہیں میرے حضور ﷺ جو انسانوں کو انسانیت کے ساتھ جینے کے ڈھنگ بتلا کر گئے ہیں۔ میرے حضور ﷺ انسانیت کے محسن ہیں... وہ بتلا گئے ہیں کہ کسی چڑیا کے بچے کو اس کی ماں سے الگ نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ انسانی بچوں کو اس کی ماں سے الگ کر دیا جائے۔ ماں کی مامتا بھی تڑپتی رہے اور بچے بھی سسکتے رہیں۔

امریکہ کے حکمرانو! ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اس کے بچوں کے درمیان جدائی جیسے اپنے سینکڑوں جرائم بھی دیکھ لو..... اور میرے حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ چڑیا اور اس کے بچوں کے

ساتھ بھی دیکھ لو۔ میرے حضور ﷺ کی ہمدردی پرندوں کے ساتھ دیکھ لو اور تم اپنی شقاوت انسانوں کے ساتھ دیکھ لو اور پھر بھی تم میرے حضور ﷺ کے خاکے بنانے والوں کو شاباش دو... ان کا دفاع کرو۔ اسے اظہار رائے کی آزادی کا حق کہو.....؟ ذرا تمھیں کون سمجھائے کوئی بدبخت اپنی ماں کی عزت اچھالتا پھرے۔ باپ کی توہین کرتا پھیرے اور تم اسے اظہار رائے کی آزادی کہو.....لعنت ہے ایسی سوچ پر اور چھتر وں ہے ایسے دماغ پر۔

اور سنو! جہاں تک میرے حضور ﷺ کا تعلق ہے وہ تو پوری انسانیت کے باپ ہیں ایسے روحانی باپ کہ جن پر پوری انسانیت کے جسمانی باپ قربان۔ مائیں قربان اور ہر جان قربان۔

ابو داؤد، کتاب الطہارہ میں ہے میرے حضور ﷺ صحابہ کے واسطے سے پوری امت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

« إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ »

''بلاشبہ میں تم لوگوں کے لیے باپ کی طرح ہوں تمھیں تعلیمات سے آراستہ کرتا ہوں۔''

صدقے اور قربان.....واری اور فدا اپنے پیارے حضور ﷺ پر کہ جو انسانوں ہی کے لیے نہیں ..... چوپایوں اور پرندوں کے لیے ہی نہیں حشرات الارض یعنی چیونٹیوں کے لیے بھی والدین کی محبت سے بڑھ کر رحمت بن کے آئے۔ اللہ کی قسم! دنیا امن کا گہوارہ تبھی بنے گی جب میرے حضور ﷺ کی تعلیمات، فرمودات اور ارشادات کو حرز جان بنائے گی۔

خواتین کے حقوق کا تحفظ

گھر میں بیویوں کی خدمت:

ابن ماجہ، کتاب النکاح میں ہے۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

((خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَآءِ ھِمْ))

"یاد رکھو! تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی عورتوں (بیویوں) کے لیے بہتر ہیں۔"

اس باب میں دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

یاد رکھنا! تم میں سے بہترین حضرات وہ ہیں جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہتر رویہ رکھتے ہیں اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین رویہ رکھے ہوئے ہوں۔

قارئین کرام! یہ تو ہو گئے میرے حضور ﷺ کے فرمودات۔

آیئے! اب میرے حضور ﷺ کا عمل ملاحظہ کیجئے اور عمل ملاحظہ کرنے کے لیے گواہی حضور ﷺ کے اہل خانہ سے لیجئے کہ اس موقع پر معتبر گواہی اہل خانہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو گواہی! صحیح بخاری کتاب الاذان میں ہے میرے حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ حضور ﷺ جب گھر میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے تو کیا معمولات تھے؟ مومنوں کی ماں نے جواب دیا!

"حضور ﷺ جب گھر میں ہوتے تو اپنے اہل خانہ کے کام کاج کیا کرتے تھے۔

اپنی گھر والیوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کی طرف چلے جاتے۔"

لوگو! گھر والوں کے کام..... گھر والیوں کی خدمت..... ہماری روحانی اماں جان نے ایسے جامع الفاظ بول دیے کہ اس سے سب کچھ مراد لیا جا سکتا ہے ان جملوں میں آٹا گوندھنا بھی شامل ہے۔ گھر کا جھاڑو دینا اور صفائی بھی شامل ہے۔ کپڑے دھونا بھی شامل ہے۔ جب عورت بچوں والی ہو تو بچے بیمار بھی ہوتے ہیں۔ بچے روتے بھی ہیں۔ ماں روٹیاں پکائے تو باپ روئے بچے کو اٹھا کر چپ کرائے۔ .ں بچے کی خدمت میں مصروف ہو بچہ ماں کو اٹھنے نہ دے تو باپ اٹھے اور گھر کا کام نبٹا دے..... غرض وہ جونسا کام بھی ہو..... اور میرے حضور ﷺ کی تو چار بیٹیاں تھیں چار بیٹے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے حضور ﷺ کے بارے میں جو جواب دیا وہ صرف اپنے ساتھ متعلق جواب نہیں دیا بلکہ تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں حضور ﷺ کا جو طرز عمل تھا اس کا جواب دیا ہے..... جی ہاں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہ تھی تو میرے حضور ﷺ ان کے ساتھ بھی وہی طرز عمل رکھتے تھے جس کا صدیقہ کائنات اظہار فرما رہی ہیں۔

لوگو! چودہ سو سال قبل یہ وہ دور ہے جس دور میں عورت کے کام کو خاوند نبٹا دے.....؟ یہ تصور تو محال تھا۔ توہین آمیز خیال کیا جاتا تھا..... چودہ سو سال کی بات چھوڑو..... آج کی بات کرتے ہیں ہندوانہ معاشرے میں مرد چارپائی پہ بیٹھ جاتا ہے۔ پانی کا گلاس تک نہیں پکڑتا..... عورت بے چاری بچوں کی خاطر تواضع کر کے جس قدر بھی تھکی ہوئی ہو بیمار اور لاچار ہو..... خاوند کے سامنے کھانا تیار کر کے رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ گھر کا نواب ہے۔ بادشاہ ہے۔ راجہ ہے۔

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ نے تصورات بدل دیے..... مزاج بدل دیے۔ گھر میں بھی محبت و پیار اور خدمت وایثار کا ماحول جب کہ گھر سے باہر نکلیں تو تب بھی خوشگوار انداز! ابن

ماجہ، ابواب النکاح میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ایک سفر میں اللہ کے رسول ﷺ نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آگے نکل گئی۔"

ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہے کہ اس کے بعد پھر ایسے ہی ایک سفر میں آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا تم ذرا آگے چلو اور جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آؤ دوڑ لگائیں۔ حضور ﷺ آگے نکل گئے، اب فرمایا: "پہلی دوڑ کا بدلہ اتر گیا۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغیر دعوت قبول نہیں:

صحیح مسلم، کتاب الاشربہ میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ایک ہمسایہ تھا جو فارسی (ایرانی) تھا۔ وہ شوربہ بڑا مزیدار بناتا تھا۔ اس نے ایک بار اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کرنے کے لیے بڑا شاندار شوربا تیار کیا۔ اب وہ اللہ کے رسول ﷺ کو بلانے آ گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ دعوت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی ہے؟ فارسی نے کہا! جی نہیں...... اس پر آپ ﷺ نے اسے جواب دیا۔ تب تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔ تھوڑی دیر گزری وہ دوبارہ حضور ﷺ کو بلانے آ گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چلے؟ ایرانی پھر بولا...... جی نہیں!

اس پر آپ ﷺ نے کہا۔ پھر میں بھی نہیں جاؤں گا۔

وہ چلا گیا اور تیسری بار پھر حاضر خدمت ہو کر بلانے آ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی بات دہرائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی شوربے کی دعوت ہے کہ نہیں؟ اب کے ایرانی بولا۔ جی دعوت ہے۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ آگے چل رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے پیچھے چل رہی تھیں حتیٰ کہ وہ ایرانی کے گھر میں جا داخل ہوئے۔

اللہ اللہ! قربان جاؤں حضور ﷺ کے انداز پر...... فارسی بار بار آتا رہا مگر میرے حضور ﷺ نے برا نہیں منایا کہ یوں کہہ دیتے۔ جا بابا ہم نہیں آتے رہے ہم تیری دعوت

سے۔ ایک بار جو کہہ دیا۔ جی ہاں! ہم ہوتے تو ایسا ہی کرتے مگر یہ تو میرے حضور ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کیسے کہتے؟

اور قربان جاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کریمانہ اخلاق پر بھی کہ انھوں نے یہ نہیں کیا۔ حضور ﷺ آپ جائیے مجھے رہنے دیجیے۔

یا یہ کہ! فارسی نے میرا جانا مناسب نہیں سمجھا تو اب میں تو نہیں جاؤں گی..... اور پھر میرے حضور ﷺ نے فارسی کا بار بار آنا اور ایک ہی بات کہنے کا بالکل برا نہیں منایا..... اگر شوربہ کم بھی تھا تو حضور ﷺ تو فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کفایت کر جاتا ہے۔ دو آدمیوں کا کھانا چار کے لیے کافی ہو جاتا ہے..... بہر حال! میرے حضور ﷺ اپنی زوجہ محترمہ کے بغیر نہیں گئے، کہ میں تو وہاں بیٹھا شوربہ پیتا رہوں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا گھر میں بیٹھی رہے۔ یہ حضور ﷺ کے دائرے میں نہیں ہے۔ لہٰذا آخر کار فارسی کو ہی ہار ماننا پڑی..... میرے حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ کو بھی دعوت دینا ہی پڑی..... جی ہاں! یوں خیال کیا کرتے تھے، میرے حضور ﷺ اپنی گھر والیوں کا۔

ابو داؤد، کتاب الطہارہ میں مروی روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ ایک سفر میں تھے صحابہ ہمراہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ پچھلی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے پڑاؤ کا حکم دیا۔ جب چلنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار جو ظفار کے گھونگوں کا بنا ہوا تھا ٹوٹ کر گر گیا..... اس ہار کی تلاش کی وجہ سے لوگ سفر سے رک گئے، حتیٰ کہ صبح روشن ہو گئی، پانی موجود نہ تھا نماز کا وقت ہو چکا تھا چنانچہ اللہ نے تیمم کا حکم نازل فرمایا:

جی ہاں! اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کا خیال کیا تو اللہ نے بھی ایک ایسی نعمت دے دی جو رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے نعمت ہے اور وہ تیمم ہے۔

مسلم، کتاب الفضائل میں حسن اخلاق کا ایک منظر یوں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی شے کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو اور

نہ کسی خادم کو۔

قارئین کرام! یہ تھا میرے حضور ﷺ کا طرزِ عمل اور اسی کی تلقین آپ ﷺ نے صحابہ کو فرمائی، مزید تلقین ملاحظہ ہو..... ابو داؤد، کتاب النکاح میں ہے! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

لوگو! اللہ کی (کمزور) بندیوں کو مت مارا کرو... کچھ عرصہ گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے! اے اللہ کے رسول ﷺ عورتیں تو اپنے خاوندوں پہ دلیر ہو گئی ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے انھیں مارنے کی اجازت دے دی۔ اب عورتیں اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں کے پاس آنے لگیں اور خاوندوں کی شکایتیں کرنے لگیں..... اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ سے کہا:

"(اللہ کے بندو!) میرے گھر والوں کے پاس کثیر تعداد میں عورتیں آئی ہیں اور وہ اپنے شوہروں کی شکایت کر رہی ہیں ...تمہارے اندر ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والے لوگ کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں۔"

ابو داؤد، کتاب النکاح میں مروی روایت کے مطابق پھر آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کو چہرے پر مارنے سے منع کیا اور اس بات سے بھی منع کیا کہ کوئی چہرے کی بدصورتی کی بددعا یا گالی دے۔

یعنی اسوہ یہ ہے کہ مت مارے لیکن اگر کوئی نہیں رکتا تو اس پر کچھ پابندی تو عائد کر دی جائے۔

ابو داؤد، کتاب الطلاق میں ہے کہ ایک خاتون حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا جو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ انھیں جناب ثابت رضی اللہ عنہ نے اس قدر مارا کہ ان کا کوئی عضو توڑ ڈالا۔

(جونہی رات گزری) فجر نمودار ہوئی تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کی جانب چل دیں۔

اللہ کے رسول ﷺ فجر کی نماز کے لیے جانے لگے تو دروازے پہ حبیبہ کھڑی تھیں آپ ﷺ نے ایک خاتون کو دروازے کے پاس جب کھڑے پایا تو پوچھا۔ یہ خاتون کون ہیں؟ وہ بولیں، حضور ﷺ! میں سہل کی بیٹی حبیبہ ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ اس وقت کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگیں! حضور ﷺ! اب میں نہیں یا ثابت نہیں...... اب ثابت بن قیس بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے کہا! یہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا آئی ہے۔ ماشاء اللہ! جو ہوا اس نے سارا مجھے بتلایا ہے ساتھ ہی حبیبہ رضی اللہ عنہا بول پڑیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ انھوں نے جو کچھ مجھے حق مہر دیا ہے وہ میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا۔ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کچھ مال لے لو اور اسے فارغ کر دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میں نے انھیں حق مہر میں دو باغ دیئے ہیں اور وہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لے لے اور اس سے جدا ہو جا۔

قارئین کرام! حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خلع لے لیا۔ آپ ﷺ نے دلوا دیا، جب زیادتی اس قدر بڑھ جائے تو انجام ایسا ہی ہوتا ہے اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے معاشرے کو اس انجام سے بچانے کی پوری کوشش کی اور اپنا اخلاق اور طرزِ عمل صحابہ کے سامنے پیش کیا۔ الغرض! جو حضور ﷺ کی ذات کو اسوہ بنائے گا گھرانہ اسی کا شاد و آباد رہے گا۔

جی ہاں! میرے حضور ﷺ تو انتہا درجے نرم تھے ابوداود، کتاب الادب میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند فرماتا ہے اور نرم خوئی پر جو عطا فرماتا ہے وہ کھٹے پن اور کرخت پن پر نہیں دیتا۔''

اللہ کے رسول ﷺ اپنی پاک بی بیوں پر کس قدر مہربان اور شفیق تھے۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں ہے۔ حج کے دوران، جب آپ ﷺ کی ازواج

مطہرات اونٹوں پر سوار تھیں۔ ایک حبشی غلام جس کا نام انجشہ تھا وہ اونٹوں کو ہانک رہا تھا۔ اونٹ تیز دوڑے تو اللہ کے رسول ﷺ نے انجشہ کو مخاطب کر کے کہا:

''انجشہ! اونٹوں پر آبگینے ہیں آہستہ چلا۔''

جی ہاں! میرے حضور ﷺ نے خواتین کو شیشوں اور آبگینوں سے تشبیہ دی.... اس حدیث کا امام مسلم نے جو باب باندھا ہے اس کا مطلب ہے عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کی رحم دلی اور نرمی..... میرے حضور ﷺ نے شیشے قرار دے کر مردوں کو باور کروایا کہ شیشوں کو توڑا نہیں جاتا سنبھال کر رکھا جاتا ہے۔

عورت کو پسند کا حق:

ابن ماجہ اور ابو داؤد، کتاب النکاح میں ہے۔ کہ ایک جوان کنواری لڑکی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے بتلایا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی ہے مگر اسے یہ شادی ناپسند ہے... چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (کہ وہ نکاح کو برقرار رکھے یا نہ رکھے)۔

''ابن ماجہ، کتاب النکاح میں ایک اور حدیث ہے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں ایک نوجوان لڑکی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی۔ میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کی کم حیثیت میرے ذریعے سے اونچی ہو جائے۔ آپ ﷺ نے لڑکی کو نکاح ختم کرنے کا اختیار دے دیا...... اختیار پانے کے بعد لڑکی کہنے لگی اب اپنے والد کے کیے ہوئے نکاح کو قبول کرتی ہوں لیکن میں چاہتی یہ تھی کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے باپوں کو یوں جبر کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

قارئین کرام! آج اکیسویں صدی کی دنیا میں بھی ایسے بہت سارے معاشرے موجود ہیں خاص طور پر قبائلی معاشرے کہ وہاں لڑکی ایسی آزادی اور اختیار کا سوچ بھی نہیں سکتی

میرے حضور ﷺ نے چودہ سو سال قبل کنواری لڑکی کو حق دیا کہ اگر نکاح میں اس کے ساتھ جبر ہو تو وہ حاکم وقت یا قاضی کے پاس آجائے اسے فیصلہ یہ ملے گا کہ نکاح کو برقرار یا ختم کرنے کا اختیار لڑکی کے پاس ہے۔ جی ہاں! چودہ سو سال قبل ایک کنواری لڑکی اپنے نکاح کے بعد اپنا حق میرے حضور ﷺ سے حاصل کرتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ جبر کے نکاح کا باپ کو اختیار نہیں ۔ جی ہاں! یہ لڑکی بھی کس قدر بلند کردار کی حامل تھی کہ اپنا حق بھی حاصل کرتی ہے اور باپ کی عزت کو بھی برقرار رکھتی ہے ۔ کیوں نہ رکھتی؟ میرے حضور ﷺ کے پاکیزہ معاشرے کی پروردہ لڑکی تھی ۔ ایثار کیوں نہ کرتی وہ مدینہ کی رہائشی تھی جو مسجد نبوی میں میرے حضور ﷺ کے خطبات جمعہ سنا کرتی تھی۔

بخاری، مسلم اور ابن ماجہ کے کتاب النکاح میں ہے میرے حضور ﷺ نے فیصلہ فرما دیا کہ کنواری لڑکی کا قطعاً نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے ..... اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے ۔ مزید فرمایا! اس کی خاموشی اس کی رضا مندی ہے۔

یعنی جب باپ یہ کہے کہ بیٹا تیرا نکاح فلاں لڑکے سے کرنے لگے ہیں..... لڑکی خاموش رہے تو..... یہی اس کی اجازت ہے۔ سبحان اللہ! کمال شرم وحیاء میں لپٹا بابرکت انداز ہے۔

اسی طرح وہ عورت جو بیوہ اور مطلقہ ہو اسے "شوہر دیدہ" کہا جاتا ہے یعنی وہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی کا کوئی وقت گزار چکی ہے ۔ لہٰذا فطری سی بات ہے کہ کنواری اور اس کا معاملہ ذرا مختلف ہے ۔ اور جتنا مختلف ہے ۔ اتنا سا اختیار اسے زیادہ دیا گیا ہے لہٰذا ابن ماجہ کتاب النکاح میں ہے ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا :

"شوہر دیدہ" خاتون اپنی ذات پر اپنے ولی (سرپرست) سے زیادہ اختیار رکھتی ہے ... مزید فرمایا : اس کا نکاح کرتے وقت اس سے مشورہ کیا جائے۔"

یاد رہے! مشورے میں بات اچھی طرح خوب کھلتی ہے۔ لہٰذا شوہر دیدہ کو یہ حق دیا کہ اس کے ساتھ گفتگو کی جائے مشاورت کا انداز اپنایا جائے۔ اور اس مشاورت میں وہ جہاں کا عندیہ دے وہاں اس کا نکاح کر دیا جائے۔ ابوداؤد کتاب النکاح میں ہے:

''حضرت خنساء انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ وہ بیوہ تھی اور اس کے والد نے اس کی شادی کر دی۔ اس نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو ختم کر دیا۔''

ابوداؤد کتاب النکاح ہی میں حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

بیوہ کے معاملے میں ولی کو کوئی دخل نہیں۔

یعنی رائے میں اختلاف ہو جائے تو ولی کو بیوہ کی پسند ہی سامنے رکھنا ہوگی..... ابوداؤد کتاب النکاح کے مطابق آپ ﷺ نے ایک موقع پر یہاں تک فرما دیا کہ باپ کنواری بیٹی سے بھی مشورہ کرے یعنی موقع محل کے مطابق طرزِ عمل ہونا چاہیے۔ ابوداؤد، کتاب النکاح میں ہے۔ یتیم کنواری لڑکی سے بھی اس کا ولی مشورہ کرے۔

اللہ کی قسم! کیا فطری انداز ہے۔ یتیم لڑکی، کنواری اور شوہر دیدہ سب کے حقوق کا تحفظ بھی ہے اور انہیں شتر بے مہار بھی نہیں ہونے دیا گیا جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے کا حال ہو چکا ہے۔

یاد رہے! ماں باپ اپنی اولاد کا دنیا کے ہر ہمدرد سے لاکھوں گنا بڑھ کر خیال کر رکھنے والے ہیں۔ اولاد کے مفادات کی بہتری کو سامنے رکھنے والے ہیں..... اگر کسی باپ نے کوئی کوتاہی کی تو ایسا واقعہ ہزاروں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ اسی لیے عورتوں کو حق بھی دیا مگر پابند بھی کیا کہ جہاں تک نکاح کا تعلق ہے تو وہ:

«لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»

[بخاری، کتاب النکاح]

"ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔"

یعنی اگر کوئی لڑکی اپنا شوہر خود ڈھونڈتی پھرے۔کوئی اس سے رابطہ کرتا پھرے۔تو یہ سب بے حیائی، فحشی اور بدکاری ہے۔اور ایسے پھمن اپنا کر اگر کوئی لڑکی باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے تو یہ کوئی نکاح نہیں...... یہ بدکاری ہے...... چنانچہ وہ باپ اور ماں جو جنم دیتے ہیں پالتے ہیں۔تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں۔میرے حضور ﷺ نے ان کے حق کو بھی قائم رکھا ہے۔ایک توازن ہے جس کا پلڑا میرے حضور ﷺ نے کسی جانب بھی جھکنے نہیں دیا۔اولاد کو تباہ ہونے سے بچایا کہ ان کی عمر کچی ہے۔وہ کسی فریبی کے فریب میں پھنس کر تباہ نہ ہو جائیں۔چنانچہ بچیوں اور لڑکیوں کو ولی کا پابند کیا......شوہر دیدہ کو بھی ولی کا پابند کیا......حقیقت یہ ہے کہ لڑکیوں اور عورتوں کو پابند کر کے میرے حضور ﷺ نے ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔دھوکہ باز لیٹروں، محبت کے نام پر بدکار فریبیوں، پیار کے نام پر فروخت کنندگان سے محفوظ کیا۔ان کی عزت و عصمت کا تحفظ کیا......ان کے والدین کی آبرو کا تحفظ کیا......معاشرے کی پاکیزگی کا تحفظ کیا۔

حکم نہیں مشورہ:

میاں بیوی دونوں غلام لونڈی ہوں تو اصول یہ تھا کہ عورت اگر آزاد ہو جائے تو اس کی مرضی ہے خاوند کے ساتھ رہے یا اسے چھوڑ کر کسی اور سے نکاح کر لے۔مغیث رضی اللہ عنہ اور بریرہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔دونوں غلام اور لونڈی تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مالی معاونت کی وہ اپنے مالکوں کو رقم دے کر آزاد ہو گئیں......آزاد ہوتے ہی انھوں نے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی زوجیت سے بھی آزاد ہونے کا فیصلہ کر لیا۔حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا شکل و صورت کے اعتبار سے بہتر تھیں جب کہ جناب مغیث رضی اللہ عنہ کالے رنگ اور موٹے نین نقش کے حامل تھے......

صحیح بخاری کتاب الطلاق میں مروی احادیث کے مطابق حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ آج بھی وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے تازہ ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند مغیث رضی اللہ عنہ جو کالے رنگ کا حبشی غلام تھا۔ مدینہ کی گلیوں میں بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے روتا پھر رہا تھا۔ اس کے آنسو اس کی داڑھی کو تر کر رہے تھے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا۔ اے عباس رضی اللہ عنہ! آپ کو تعجب نہیں ہو رہا کہ مغیث کو بریرہ رضی اللہ عنہا سے کس قدر محبت ہے جب کہ اس کے برعکس بریرہ رضی اللہ عنہا کو مغیث سے کس قدر نفرت ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آخر کار اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے کہا! تم اپنا فیصلہ بدل نہیں سکتی ہو؟ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں! اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ مجھے حکم ارشاد فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! حکم نہیں صرف سفارش کرتا ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں! پھر مجھے مغیث رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں۔

اللہ اللہ! لوگو...... یہ ہیں حکمران مدینہ۔ میرے حضور ﷺ جنھوں نے ایک لونڈی کے سامنے سفارش کی۔ اس نے نہیں مانی تو حضور ﷺ خاموش ہو گئے، اس لیے کہ قانون کے مطابق بریرہ رضی اللہ عنہا کا حق تھا۔ اور قانون سب کے لیے یکساں ہے۔ میرے حضور ﷺ نے قانون کی بالادستی کو قائم رکھا۔ ایک لونڈی کو جو آزاد ہو گئی تھی۔ اس آزاد عورت کو کمال آزادی کا حق دیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا! میں حکم نہیں دے رہا۔ صرف سفارش کر رہا ہوں، مانتی ہے تو ٹھیک، نہیں مانتی تو تیری مرضی...... یہ ہے وہ حق جو عورت کو میرے حضور ﷺ نے 14 سو سال پہلے دیا جس کا آج بھی کئی معاشروں میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

حقوق نسواں کی باتیں کرنے والو! تمہیں بھی آج زبان دی ہے تو میرے حضور ﷺ کے کردار نے زبان دی ہے...... لیکن تمہاری بدقسمتی تم جو باتیں کرتے ہو تو عورت کو حقوق کے نام پر منڈی کی ایک آراستہ و پیراستہ چیز بنا کر فحاشی پھیلاتے ہو۔ اس کی ناموس کا ستیاناس کر کے اس کی عزت کے پردے تار تار کرتے ہو۔ اس کے کپڑے کم سے کم کرتے

چلے جاتے ہو۔ اسے ماڈل گرل بنا کر منڈی میں اپنا مال بیچتے ہو...... تم استحصال کرتے ہو
...... میرے حضور ﷺ اسے سچے اور حقیقی حقوق دے کر عزت وشان دلاتے ہیں۔

بیوی کا حق:

نسائی، کتاب الصیام میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میرے ابا جی نے میرا نکاح ایک عورت کے ساتھ کر دیا۔ عورت کا تعلق ایک معزز گھرانے کے ساتھ تھا۔ میرے ابا جان وقتاً فوقتاً بہو کی خبر لینے آتے اور اس سے اس کے خاوند کے سلوک کے بارے میں پوچھتے۔ آخر ایک روز وہ کہنے لگی اچھے مرد حضرات ہوتے ہیں (آپ کا بیٹا) بھی ایسا ہی ایک اچھا آدمی ہے مگر رات کو عبادت میں مصروف رہتا ہے اور دن کو روزہ رکھ لیتا ہے۔ جب سے میں آئی ہوں کبھی میرے قریب ہی نہیں ہوا۔ نہ کبھی بستر پر بیٹھا نہ میری خبر لی کہ کس حال میں ہوں؟ ابا جان نے یہ سنا تو مجھے کہنے لگے! میں نے ایک مسلمان خاتون سے تیری شادی کی اور یہ تو نے کیا کیا کہ اسے چھوڑ ہی دیا۔ میں نے ابا جی کی بات سنی اور کوئی دھیان نہ دیا اس لیے کہ مجھے اپنے نفس پر قابو پانے کی ہمت اور قوت حاصل تھی...... آخر کار میرے ابا جی نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے میری یہ صورتحال رکھی تو آپ ﷺ نے فرمایا! اسے میرے پاس لے کر آؤ چنانچہ میں اپنے ابا جی کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا! (تو مجھ سے بھی آگے بڑھنا چاہتا ہے) ایسا مت کرو مجھے دیکھو میں بھی رات کو قیام کرتا ہوں۔ سوتا بھی ہوں۔ نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں...... لہٰذا قیام کر اور سو جا...... روزہ رکھ اور چھوڑ بھی دے۔ اور یاد رکھ:

«فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ إِنَّ لِزَوْجَتِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ إِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ إِنَّ لِصَدِيْقِكَ عَلَيْكَ حَقًّا»

"تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا حق بھی تمہارے ذمہ ہے اور جو تمہارا دوست ہے اس کا بھی تم پر حق ہے۔"

اے حوا کی بیٹیو! میری دعا ہے کہ تمہیں سسر ملے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ جیسا..... کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی بہو کا پورا پورا خیال رکھا۔ بیٹے کو الگ بسایا مگر بہو کے حقوق کا خیال کرنے چلے جایا کرتے تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے بہو کو بیٹی سمجھا تھا۔ سسر باپ ہوتا ہے۔ اس کا رشتہ محرم کا ہوتا ہے..... اور جب زاہد عابد بیٹے نے باپ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تو قربان جاؤں..... میرے حضور ﷺ نے اس کے زہد اور عبادت و ریاضت کا قبلہ درست کر دیا۔ اور واضح کر دیا کہ بیوی کا حق ادا کیے بغیر کوئی کس طرح ولی بن جائے گا؟ اپنے جسم کا حق چھین کر کوئی کس طرح رب کریم کا یار بن جائے گا..... دیگر حقداروں کے حقوق کو نظر انداز کر کے کیسے اللہ کا پیارا بن جائے گا نہیں نہیں..... بالکل نہیں بن سکتا..... میرے حضور ﷺ نے تو فرما دیا..... ہر شوہر کو حکم دے دیا کہ!

"(اپنے ساتھ) اپنی بیوی کو بھی کھلائے جب خود کھائے اور اسی طرح جب تو خود لباس پہنے تو (بیوی کا جوڑا سلوا کر) اسے بھی پہنائے۔"

[ابو داؤد، کتاب النکاح]

یعنی وہ تیری زندگی کی رفیقہ ہے۔ ساتھ ساتھ رہے گی۔ اس کی زوجیت کا حق بھی ادا کرنا ہوگا اور اس کی ضروریات کا بھی حسب استطاعت خیال رکھنا ہوگا..... اسی طرح عورت کو بھی اپنے خاوند کو راحت پہنچانا ہوگی اپنی عزت کی حفاظت کرنا ہوگی، شوہر کی خوشنودی کا خیال رکھنا ہوگا..... اور حقیقت میں دونوں کا باہم تعلق کیسا ہونا چاہیے اس کا خوبصورت نقشہ تو قرآن نے کھینچا ہے، وہ قرآن جو میرے حضور ﷺ پر نازل ہوا..... اس میں کمال ہی انداز ہے جو سب کو لاجواب کر گیا۔ اللہ نے فرما دیا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرة: ١٨٧]

"(اے مردو!) بیویاں تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔"

لوگو! ہر کوئی لباس کو صاف ستھرا رکھتا ہے۔ جو لباس کو گندہ رکھتا ہے۔ اسے صاف نہیں کرتا۔ طہارت کا خیال نہیں کرتا۔ وہ غلیظ انسان ہے، گندہ انسان ہے۔ اچھے میاں بیوی وہ ہیں جو اپنے راز دوسروں کو بتلا کر گندے مارے ہیں ایک دوسرے کے ہمراز رہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی ظاہری اور باطنی صفائی کا خیال رکھیں ...... یہ ہیں وہ حقوق اور باہمی تعلقات جن کو بتلایا ہے اور سنوارا ہے میرے حضور ﷺ نے، ارشاد فرمایا:

"اللہ کے نزدیک قیامت کے روز امانت میں یہ بات بہت بڑی خیانت شمار ہوگی کہ مرد اپنی بیوی کے اور بیوی اپنے شوہر کے قریب ہو اور پھر اس راز کو فاش کر دے"

[ابو داؤد، کتاب الادب]

بیٹیوں کا اکرام:

ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب اپنے ابا جان کے گھر آتیں تو اللہ کے رسول ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھتے۔ بیٹی کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ اٹھ کھڑی ہوتیں۔ اپنے ابا جی کی طرف چل پڑتیں۔ آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتیں۔ بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھا دیتیں۔

بیٹیو! ذرا غور کرو...... میرے حضور ﷺ نے بیٹی کو جو عزت دی وہ چودہ سو سال پہلے ایک انقلابی قدم تھا...... اس دور میں تو بیٹیوں کو منحوس جانا جاتا تھا۔ انھیں زندہ ہی گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی جاتی تھی۔ ... اس دور میں میرے حضور ﷺ نے اپنی چار بیٹیوں کو جو عزت دی اس نے بیٹی کے مقدر کو چار چاند لگا دیے...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے

چھوٹی تھیں اور میرے حضور ﷺ کو ان کے ساتھ سب سے زیادہ پیار تھا۔۔۔ جواب میں حضرت فاطمہ ؓ کو بھی اپنے ابا جی سے بے حد پیار تھا۔۔۔۔ دونوں جانب سے محبت اور پیار کے مناظر ملاحظہ ہوں، یہ مناظر ہر باپ بیٹی کے لیے نمونہ ہیں۔۔۔ اور لوگو! سنو۔۔۔ جو کوئی اپنی بیٹی کے ساتھ محبت کرے گا اللہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ سنیے! حضرت فاطمۃ الزہراء ؓ کے ابا جان کی زبان مبارک سے:

صحیح مسلم اور ابن ماجہ کتاب الادب میں ہے۔ حضرت عائشہ ؓ بتلاتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ہمراہ اس کی دو بچیاں تھیں اس وقت تین کھجوریں دستیاب تھیں وہ میں نے اسے دے دیں۔ اس نے دونوں بچیوں کو ایک ایک کھجور دی اور جب تیسری کھجور اس نے اپنے منہ کو لگائی تو بچیوں نے وہ بھی مانگ لی۔ وہ عورت کہ جو یہ کھجور خود کھانے چلی تھی اب اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں بچیوں کو آدھا آدھا ٹکڑا دے دیا۔ مجھے (ماں کی مامتا) کی اس کیفیت نے عجیب حیرانی میں مبتلا کر دیا چنانچہ جب اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو میں نے یہ سارا واقعہ اور اپنی حیرانی آپ ﷺ کے سامنے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ حیران کیوں ہوئی ہو۔ وہ عورت اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگی۔۔۔ مزید فرمایا صحیح مسلم میں ہے جس کے پاس بیٹیاں ہوں اور اسے ان کی وجہ سے کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے ان بچیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ بچیاں جہنم کی آگ کے سامنے حجاب بن جائیں گی۔۔۔ ابن ماجہ میں ہے فرمایا! جس کے پاس دو بیٹیاں ہیں اور وہ ان کے ساتھ اس وقت تک حسن سلوک کرتا رہا جب تک وہ اس کے پاس رہیں تو وہ اسے جنت میں ضرور داخل کر دیں گی۔ جس کے پاس ایک بیٹی ہو اسے بھی یہی خوشخبری سنائی۔

ماں محبت کا بے لوث موتی:

دنیا میں جو شخص بھی کسی سے محبت کرتا ہے۔ جو بھی خاتون بھی کسی سے محبت کرتی ہے

اس کے پیچھے مفاد ضرور ہوتا ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی اچھا اور عمدہ مفاد کیوں نہ ہو مگر ماں کی اپنی اولاد کے ساتھ جو محبت ہے وہ بے لوث ہوتی ہے اس کے ساتھ مفاد وابستہ نہیں ہوتا ......اسی لیے ماں کا مقام باپ سے تین گنا بڑھ کر ہے

ترمذی، کتاب البر میں ہے بہز بن حکیم ؒ بتلاتے ہیں میرے دادا کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ.....میں نے پوچھا.....ماں کے بعد کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، میں نے عرض کی حضور ﷺ پھر کون؟ فرمایا! اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے پوچھا: حضور ﷺ! پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: باپ کے ساتھ اور پھر درجہ بدرجہ جو قریبی ہو۔

ابن ماجہ کتاب الادب میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے جب کہ ابن ماجہ میں ہی حضرت ابو سلامہ ؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: میں ہر شخص کو اس کی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ چوتھی بار فرمایا: میں ہر شخص کو اس کے باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتا ہوں حضرت معدی کرب ؓ کی روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے تین بار فرمایا! اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے.....ایک بار فرمایا! اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے باپوں کیساتھ حسن سلوک کی وصیت فرماتا ہے۔ حضرت ابو امامہ ؓ کہتے ہیں ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا! (حق کی بات کیا کرتا ہے۔ بات کہیں آگے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ) ماں باپ تیری جنت اور تیری جہنم ہیں یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا تو جنت ہے۔ انہیں ناراض کرے گا تو جہنمی ہے تو.....اے بیٹو اور بیٹیو! میرے حضور ﷺ کے الفاظ ملاحظہ کر لو..... هُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ

یاد رہے! مندرجہ بالا تمام احادیث کا تعلق ابن ماجہ کے ابواب الادب سے ہے غور

فرمایئے! ماں کا مقام کس قدر بلند و بالا ہے..... اور اگر ابھی احساس نہیں ہوا تو آیئے! اللہ کے رسول ﷺ کے دربار میں آ جایئے وہاں ایک منظر ملاحظہ کیجئے! چودہ سو سال پرانا سین ہے۔ امام حافظ محمد بن عیسیٰ اپنی ترمذی شریف میں حدیث لائے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ..... ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ایک بہت ہی بڑے گناہ کا ارتکاب کر لیا ہے۔ کیا کوئی توبہ کی صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ کہنے لگا۔ جی نہیں۔ فرمایا۔ کیا تیری کوئی خالہ ہے۔ کہا جی ہاں! فرمایا۔ جا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کر (تیرا گناہ معاف ہو جائے گا)۔

میرے حضور ﷺ کے خاکے بنانے والو! ذرا غور کرو میرے حضور ﷺ نے ماں کو جو ایک خاتون ہے، اس کی اولاد کے ہاں کس قدر بلند مقام دلوایا ہے۔ تمہاری مائیں اولڈ ہومز (Old Homes) میں اولاد کی صورتیں دیکھنے کو سسک سسک کر مر جاتی ہیں انہیں کوئی پوچھتا نہیں..... دیکھو! میرے حضور ﷺ نے ایک بزرگ اور کمزور خاتون کو کس کس اعزاز سے نواز کر معاشرے میں سب سے بڑھ کر قابل تکریم بنا دیا ہے..... کہ ماں نہ ہو تو ماں کی بہن سے حسن سلوک کر کے رب کی رحمت کا حقدار بن جا۔

بیوہ اور مساکین:

بخاری، کتاب النفقات، مسلم کتاب الزھد، ترمذی کتاب البر اور ابن ماجہ ابواب التجارات میں حدیث ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ کَالَّذِیْ یَصُوْمُ النَّهَارَ وَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ))

”بیوہ عورت اور مسکین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے جو شخص بھاگ دوڑ کرتا

ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے جیسا ہے یا وہ اس شخص کی طرح ہے
جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔"

قارئین کرام! اللہ کے رسول ﷺ بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور بے سہارا مسکین خواتین و حضرات کی کفالت خود فرمایا کرتے تھے۔ یہ ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہے تاہم میرے حضور ﷺ نے قیامت تک کے لیے ان کی خدمت کا دروازہ ہر شخص کے لیے کھول دیا .... اور اتنے بڑے اجر و ثواب کا اعلان فرمایا:

غور کیجیے! بیوہ اور مساکین کی خدمت کر کے یہ مقام وہی حاصل کر سکتا ہے جو اپنی ہمت کے مطابق انفرادی اور اجتماعی کردار ادا کرے۔ بیوہ خواتین اور مساکین کی خدمت کے ادارے بنائے۔ ان کی بہبود کے پروگرام بنائے۔ بیوہ عورت کے یتیم بچوں کی کفالت کا بندوبست کرے، یاد رہے! میرے حضور ﷺ نے خود یتیمی میں پرورش پائی اور آپ ﷺ کی والدہ محترمہ ایک بیوہ خاتون تھیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر اس درد کو کون محسوس کر سکتا ہے؟

بچے اور باپ کے محبت آمیز مناظر

حضور ﷺ ننھے حسن اور حسین کے ساتھ:

میرے حضور ﷺ بچوں کے ساتھ کس طرح محبتیں کیا کرتے تھے..... آیئے! نظارے کرتے ہیں اور آغاز حضور ﷺ کے دو پیارے ننھے منے نواسوں ننھے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے کرتے ہیں۔ ابن ماجہ، ابواب الطہارہ میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منظر کشی کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

> "میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور ننھے حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب حضور ﷺ پر بہہ رہا تھا۔"

اللہ اللہ! ساری کائنات کے سردار، نبیوں کے امام شاہِ مدینہ..... طیبہ شہر میں چل رہے ہیں۔ صحابہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ میرے حضور ﷺ کس قدر سادہ اور عام شخص کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی تکلف نہیں..... آپ ﷺ اپنے نواسے ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے جا رہے ہیں ننھے حسین رضی اللہ عنہ کی رال بہہ رہی ہے۔ یہ وہ رال ہے جسے ماں منہ چوم کر چاٹ لیا کرتی ہے۔ یہ رال تو ننھے حسین رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور حضور ﷺ پر بہہ رہی ہے۔ سوچتا ہوں، سر مبارک پر پڑ رہی ہوگی۔ جب اونچی نیچی جگہ آتی ہوگی۔ حسین رضی اللہ عنہ کا منہ سردارِ دوجہان کے ماتھے سے بھی لگ جاتا ہوگا اور رال حضور ﷺ کی پیشانی پر لگ جاتی ہو

گی۔ اور جب حسین رضی اللہ عنہ کا منہ سر اور ماتھے مبارک سے ذرا سا ٹکرایا ہو گا۔ حسین رضی اللہ عنہ رو دیا ہو گا۔ تو میرے حضور ﷺ نے چوما بھی تو ہو گا۔ رال ٹپکتے منہ کو جب حضور ﷺ نے چوما ہو گا۔ حسین رضی اللہ عنہ کی شان کہاں تک پہنچی ہو گی؟

لیجیے! ایک اور منظر ملاحظہ کیجیے۔ یہ منظر کشی بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کر رہے ہیں۔ ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے۔ اقرع بن حابس (جو ایک عرب سردار تھا) اس نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ننھے حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں۔ اقرع کہنے لگا: حضور ﷺ! میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کبھی کسی ایک کو بھی نہیں چوما۔ اس پر میرے حضور ﷺ نے جھٹ سے کہا:

«مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ»

"جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں میرے حضور ﷺ کا اس موقع پر اظہار ناپسندیدگی یوں بھی ہے۔ فرمایا:

"اللہ نے تیرے دل سے محبت و رحمت نکال دی ہے تو میں محمد ﷺ کیا کر سکتا ہوں؟"

لوگو! میرے حضور ﷺ کا یہ انداز... کس قدر ناگواری لیے ہوئے ہے ذرا احساس کیجیے اس ناگواری کا... اور بچوں کے ساتھ محبتوں کا بھی...... اے بچو! ننھے حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تمہارے ساتھ شفقتوں کا بھی اور آؤ! گلیوں اور پارکوں میں کھیلنے والے بچو! میں تمہیں ننھا حسین رضی اللہ عنہ کھیلتا ہوا دکھلاؤں...... حدیث کی کتاب کا نام ابن ماجہ ہے۔ چیپٹر کا نام کتاب السنہ ہے۔ ہمارے حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں۔ حضور ﷺ کے صحابہ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے حضور ﷺ کے ساتھ اس گھر کی طرف روانہ ہوئے جس میں کھانے کی دعوت تھی۔ اچانک سامنے نظر

پڑی تو گلی میں ننھے حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ سب لوگوں کو چھوڑ کر تیز تیز آگے بڑھ گئے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ ننھا حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو دیکھ کر اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ حضور ﷺ ننھے حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہلکے انداز سے بھاگتے رہے اور ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو ہنساتے رہے پھر آخر کار ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ ہی لیا۔ اب حضور ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ حسین رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا ہاتھ سر کے پیچھے رکھا اور حسین رضی اللہ عنہ کو چوم لیا۔ صحابہ یہ منظر دیکھتے رہے ..... اور پھر حضور ﷺ صحابہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے:

"حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں (میری دعا ہے) جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے اور حسین اسباط میں سے سبط (نواسے) ہیں۔"

یاد رہے! سبط کا معنی نواسہ بھی ہے اور قبیلہ بھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے دو ریحان یعنی پھول اور راحت جان قرار دیا اور نوجوانانِ جنت کا سردار ہونے کی بشارت بھی دی۔

پیارے بچو! آؤ ان دو عظیم اور پیارے بچوں کے ساتھ حضور ﷺ کی محبت کا ایک اور نظارہ آپ کو کروائیں۔ یہ نظارہ حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ابا جان حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ ہم لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس دوران ننھے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آ گئے۔ دونوں بچوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں، اٹکھیلیاں کر رہے تھے کبھی گرتے تھے کبھی اٹھتے تھے۔ (حضور ﷺ کی جانب جا رہے تھے) حضور ﷺ نے دیکھا تو منبر سے اتر پڑے۔ دونوں بچوں کو تھاما اور منبر پر لے گئے وہاں دونوں کو آغوش میں لیا اور فرمایا، اللہ نے سچ فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (الانفال: ۲۸)

"بلاشبہ تمہارے مال اور تمہارے بچے ایک آزمائش ہیں۔"

چنانچہ میں نے ان دونوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکا اور منبر پر خطبہ جاری نہ رکھ سکا۔ حضرت عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ نے دوبارہ خطبہ دینا شروع کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ ننھے حسن ؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی محبت کا ایک اور منظر دکھلاتے ہیں۔ بخاری کتاب البیوع میں ہے۔ بتلاتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم چلے اور بنو قینقاع کے بازار میں جا پہنچے جب وہاں سے واپس آئے تو حضور ﷺ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ ؓا کے گھر میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ گھر کے صحن میں تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے۔ بچہ کہاں ہے؟ بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ ؓا کسی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکیں۔ میں سمجھا کہ یا تو وہ ننھے حسن ؓ کو کپڑے پہنا رہی ہیں اور یا پھر نہلا رہی ہیں۔ وہی ہوا اتنے میں حسن ؓ دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف آئے۔ آپ ﷺ نے سینے سے چمٹا لیا اور چومنے لگ گئے پھر تو اللہ کے رسول ﷺ یوں دعا کرنے لگے:

"اے اللہ! حسن ؓ سے محبت کر اور جو حسن ؓ سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔"

قارئین کرام! حضرت حسن ؓ اپنے نانا محترم حضور نبی اکرم ﷺ سے حلیے میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب الفضائل میں ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں۔ ننھے حسن ؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے اٹھایا اور جناب حسن ؓ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور کہنے لگے۔

"حسن رضی اللہ عنہ! تم پر میرے ماں باپ قربان...... تم میں حضور نبی کریم ﷺ کی مشابہت ہے علی رضی اللہ عنہ کی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔"

قارئین کرام! ننھے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میرے حضور ﷺ کے نواسے تھے۔ اب نواسی کے ساتھ بھی میرے حضور ﷺ کی محبت و شفقت کا منظر ملاحظہ کرنا...... یہ اپنی نوعیت کا منفرد منظر ہے کہ میرے حضور ﷺ نے نواسی کو اٹھا کر صحابہ کی امامت کروا دی۔ حسنین رضی اللہ عنہما کو اٹھا کر اپنے منبر پر تشریف لے گئے تو ننھی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا کو آغاز کار میں ہی اٹھا کر مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ نسائی شریف، کتاب الامامہ اور ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں:

"حسب دستور ہم مسجد میں بیٹھے ظہر یا عصر کی نماز کے منتظر تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ اٹھائے ہوئے تھے۔ امامہ کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور کی صاحبزادی تھی۔ امامہ رضی اللہ عنہا ننھی سی بچی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے اپنے کندھے پہ اٹھایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ بچی آپ کے کندھے پر ہی تھی۔ آپ ﷺ جب رکوع میں جانے لگتے تو اسے نیچے بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا لیتے۔ آپ ﷺ نے اسی طرح نماز مکمل کی اور دوران نماز آپ ﷺ ننھی امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھاتے اور بٹھاتے رہے۔"

اللہ اللہ! امامہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کی محبت و شفقت نے بچیوں کو محبت و شفقت کا سبیل بنا دیا۔ بچہ ہو یا بچی حضور اکرم ﷺ کی محبت سے کوئی بھی محروم نہ رہا۔ نہ اپنا محروم رہا اور نہ کوئی دوسرا محروم رہا۔ ملاحظہ ہوں اوروں کے ساتھ محبتوں کے خوبصورت مناظر۔

بچے کا پیشاب اور استقبال:

ابو داؤد، کتاب الطہارۃ میں مروی حدیث کے مطابق ننھے حسین رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا وہاں موجود محترمہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! نیا کپڑا پہن لیں اور یہ چادر مجھے عنایت فرما دیں تا کہ اسے دھو دوں مگر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ''بچے کے پیشاب پر چھینٹے مار دینا ہی کافی ہے۔''

ابو داؤد، کتاب الطہارۃ میں ہی ہے۔ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ بچے نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ نے بچے کو گود میں بٹھا لیا۔ بچے نے حضور ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا کپڑوں پر چھڑک دیا اور دھویا نہیں۔

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں بٹھا رہے ہیں تو اپنی صحابیہ رضی اللہ عنہا کے بچے کو بھی گود میں بٹھا رہے ہیں۔ دونوں بچے پیشاب کرتے ہیں۔ دونوں کے پیشاب کے ساتھ ایک ہی رویہ اپناتے ہیں۔ اس لیے کہ شریعت اور قانون ..... سب کے لیے ایک جیسا، اخلاق ..... سب کے لیے ایک جیسا، دلداری ..... سب کے لیے ایک جیسی اور مروت ..... جی ہاں! سب کے لیے ایک جیسی۔

دودھ پیتے چھوٹے معصوم بچوں کا میرے حضور ﷺ کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو، ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ میں میرے حضور ﷺ کا فرمان:

> ''میرے صحابیو! میں جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ بنتا ہے کہ اسے لمبا کروں مگر میں اچانک بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں تا کہ بچے کی ماں بے چین نہ ہو۔''

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ اس قدر نرم دل، بچوں کے ساتھ اس قدر گداز دل کہ بچے کے رونے کی وجہ سے نماز مختصر کر دیتے ہیں۔ اپنے دل کی خواہش کو ماں کی بے چینی پر

قربان کر دیتے ہیں کہ بچہ روئے گا تو ماں بے چین ہو جائے گی۔ جی ہاں! میں کہتا ہوں۔ ماں بے چین ہو یا نہ ہو یا معمولی ہو مگر میرے حضور ﷺ بے چین ضرور ہو جاتے ہیں۔

ماں سے بڑھ کر بے چین ہونے والے تو میرے حضور ﷺ ہیں..... لوگو! پھر کیوں نہ ہر صحابی کہے: جب میرے حضور ﷺ آواز دیں..... ماں بھی قربان، باپ بھی قربان، جان بھی قربان، حاضر ہوا اے اللہ کے رسول ﷺ!

عزیز بچو! میں عرض کروں میرے حضور ﷺ کو بچوں سے بڑی ہی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ سے باہر سفر پر جاتے۔ جہادوں پر جاتے اور واپس تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے حضور ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ شہر سے باہر نکلتے تو آپ ﷺ کی طبیعت کے رجحان کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بچوں کو کرتے .....

صحیح مسلم اور ابوداؤد، کتاب الجهاد میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا جاتا۔ جس بچے کے ساتھ آپ ﷺ کا پہلے استقبال کیا جاتا۔ آپ ﷺ اسے اپنے آگے بٹھا لیتے۔ چنانچہ میرے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے (اپنی سواری پر) اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے یا حسین رضی اللہ عنہ تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو اسی طرح (تینوں ایک سواری پر سوار) تھے۔

پیارے بچو! آج دنیا بھر میں جب کوئی سربراہ مملکت یا اہم شخصیت کا استقبال کیا جاتا ہے تو عموماً ایک یا دو بچوں کے ہاتھوں میں گلدستے پکڑا کر استقبال کیا جاتا ہے۔ دنیا نے یہ انداز میرے حضور ﷺ کے صحابہ سے سیکھا ہے۔

کھانا اور بچے:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ میرے حضور ﷺ نے

اس بیوہ خاتون سے شادی کر لی تاکہ بیوہ خاتون کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ قربانیاں دینے والوں کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے۔ ان کے چار یتیم بچوں، دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی پرورش بھی ہو جائے اور خانہ نبوت کی پاکیزہ چھاؤں تلے تربیت بھی ہو جائے...... اب دیکھیے! میرے حضور ﷺ کیسے تربیت فرماتے ہیں..... حضرت ام سلمہ ؓ کا یتیم بچہ جس کا نام عمر ہے۔ وہ ہوش سنبھالنے پر خود روایت کرتے ہیں اور بچپن کی یاد کو تازہ کرتے ہیں..... ان کی یاد ابو داؤد، کتاب الاطعمہ میں کچھ یوں ہے:

"(دستر خوان لگ گیا ہے۔ لوگ بیٹھ گئے ہیں، میں جو ذرا پیچھے تھا) حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: بیٹا میرے قریب آ جاؤ..... اللہ کا نام لے کر کھانے کا آغاز کرو..... دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔"

پیارے بچو! دیکھا آپ نے میرے اور آپ کے حضور ﷺ کس طرح بچے کو پیار سے اپنے قریب کر کے تربیت کرتے ہیں اور کھانے کے آداب بتلاتے ہیں..... اسی طرح ابن ماجہ، ابواب الذبائح میں ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں، مجھے حضرت ابوبکر ؓ نے بتلایا کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اور حضرت عمر ؓ سے کہا۔ آؤ! واقفی ؓ کے پاس چلیں (یہ انصاری تھے اور ان کا ایک باغ تھا) چنانچہ چاند کی چاندنی میں ہم چلے اور باغ میں جا پہنچے جناب واقفی ؓ دیکھتے ہی کہنے لگے: مرحباً و اھلاً۔ پھر چھری پکڑ لی اور بکریوں میں لگے چکر لگانے (کہ کون سی ذبح کروں) اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«اِیَّاكَ وَالْحَلُوْبَ»

"دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔"

پیارے بچو! حضرت واقفی ؓ مہمان نوازی کرنے کے لیے بکریوں میں جا کھڑے ہوئے۔ میرے حضور ﷺ نے خبردار کیا کہ بکرا میسر نہ ہو کوئی اور بکری نہ ملے تو دودھ دینے

والی ذبح نہ کرنا۔ اس لیے کہ دودھ بکری کے بچوں کا حق ہے۔ اور تمھارے بچوں کا حق ہے۔ اور ''رحمۃ العالمین'' کو کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ ان کی تواضع کرتے کرتے۔ مہمان نوازی کرتے کرتے..... بچوں کے دودھ میں کمی آ جائے۔ قربان جاؤں..... یہ تھا میرے حضور ﷺ جو انسانوں کے بچوں پر بھی شفیق اور حیوانوں کے بچوں کے لیے بھی شفیق۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأنبياء: ۱۰۷]

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

بچے کے ساتھ حضور ﷺ کی دل لگی:

ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے (حضور ﷺ کے خادم) حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے... میرا ایک چھوٹا بھائی جس کی کنیت ''ابو عمیر'' تھی۔ اس نے ایک چڑیا رکھی ہوئی تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا (اس چڑیا کو عربی میں نغیر کہتے تھے) چنانچہ وہ چڑیا مر گئی۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک روز جب اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر آئے تو ابو عمیر رضی اللہ عنہ کو غمناک دیکھا اس پر آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ ابو عمیر رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا ہے؟ گھر والوں نے کہا اس کی نغیر مر گئی ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ (ابو عمیر رضی اللہ عنہ کو خوش کرنے کے لیے اسے) کہنے لگے:

''اے ابو عمیر! کیا کر گئی تیری نغیر۔''

پیارے بچو! اس طرح سے اللہ کے رسول ﷺ بچوں کے ساتھ محبت و پیار کیا کرتے تھے۔ ان کا دل بہلاتے تھے۔

الغرض! میرے حضور ﷺ بچوں پر اس قدر شفیق تھے کہ بچوں سے اگر کوئی ایسا جرم ہو جائے جو سخت سزا یعنی حد کو پہنچ جائے تو بچے کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جن تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے ان میں بچہ بھی شامل ہے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے... صدقے اور قربان ایسے پیارے حضور ﷺ پر جو ننھے منھے بچوں

کے حقوق کی پاسبانی بھی بتا گئے اور محبت و شفقت کے انداز بھی سکھا گئے۔

ننھے ابراہیم پر حضور ﷺ کے آنسو:

اللہ نے میرے حضور ﷺ کو چار بیٹے دیے چاروں ہی بچپن میں فوت ہو گئے۔ چوتھا بیٹا جن کا ذکر ہم کرنے لگے ہیں۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں (ایک صبح) اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کو بتلایا کہ رات کو میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اپنے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے نام پر اس کا نام ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا ہے۔

(کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کے فرزند بیمار ہو گئے)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے بیٹے سے چمٹا لیا میں دیکھ رہا تھا، بچہ اپنا سانس چھوڑ رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے اور فرمایا: ''آنکھیں رو رہی ہیں، دل غمگین ہے۔ مگر ہم زبان سے جملہ وہی نکالیں گے جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے۔ باقی اللہ کی قسم! اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! تیری وجہ سے ہم غمگین بہت ہوئے ہیں۔''

اسی طرح ابن ماجہ ابواب الجنائز میں مروی روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا دودھ پیتا بچہ جب فوت ہونے لگا تو بیٹی نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے پیغام لانے والے کو کہلا بھیجا کہ بیٹی کو کہو:

«لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ»

''اللہ ہی کا تھا جو اس نے لے لیا اور جو عطا کیا تھا تو وہ بھی اسی کا ہی تھا۔ اللہ کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔''

دوبارہ بیٹی کا پیغام ملنے پر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

میں بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ جب ہم گھر پہنچے تو بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ جان سینے میں تھی آخری دم تھا۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے تعجب کرتے ہوئے حضور ﷺ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ (آنسو بہانا) وہ رحمت ہے جسے اللہ نے آدم علیہ السلام کی اولاد میں ودیعت فرمایا ہے اور یاد رکھو! اللہ اپنے انہی بندوں پر رحمت فرمانے کا جو (سب پر) رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔"

لوگو! غور کرنا ایک منظر کشی کرنے لگا ہوں ۔ آم کا درخت دیکھنے والا اس وقت ہوتا جب وہ سرخ رنگ کے آموں سے لدا پھندا ہوتا ہے۔ مسمی، چیری، خوبانی اور کھجور وغیرہ کے درخت اسی وقت پر بہار، خوبصورت نظارہ دیتے ہیں جب پھل اپنی بہار دے رہا ہوتا ہے۔ جب پھل جھڑ جاتا ہے تو درخت کا حال بھی بے حال ہو جاتا ہے ۔۔ یاد رکھیے! بچے ماں کے دل کا پھل ہوتے ہیں۔ باپ کے دل کا ثمر ہوتے ہیں۔ جب یہ پھل ٹوٹ جاتا ہے تو ماں باپ کی بہار ختم ہو جاتی ہے۔ خزاں کا موسم چھا جاتا ہے ..... ترمذی، کتاب الجنائز میں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ... حضور نبی اکرم ﷺ بتلاتے ہیں:

"جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہوتا ہے (فرشتے روح لے کر اللہ کے سامنے جاتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح کو قبض کر لیا؟ تم اس (بندے اور بندی) کے دل کا پھل توڑ لائے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں! اللہ پوچھتے ہیں، پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اللہ! اس نے الحمد للہ کہا... انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ اللہ حکم دیتے ہیں، میرے بندے کے لیے جنت میں محل بنا دو اور اس پہ

تختی لگا کر لکھ دو ''بیت الحمد''

لوگو! دیکھو! میرے حضور ﷺ کی اپنے بچوں اور سب بچوں کے ساتھ محبتیں، صحابہ کہتے ہیں، حضور ﷺ اپنے بیوی بچوں پر حد درجہ مہربان اور شفیق تھے۔ جی ہاں! حضور ﷺ ان پر شفیق تھے اور سب پر شفیق تھے۔ وہ اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبتوں کا جو نقشہ کھینچ گئے۔ رب کے دربار کا جو منظر میرے حضور ﷺ بتا گئے۔ صدقے اور واری اس زبان مبارک سے نکلی ہوئی اس گفتار پر جسے دکھی ماں باپ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور صبر و سکون کی نعمت پا کر میرے حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھتے رہیں گے۔

باپ کی خوشی میں رب کی خوشی:

جب باپ اپنی اولاد کے ساتھ یوں محبت کرتا ہے اور اللہ اسے بلند مقامات کی نوید سناتا ہے تو اولاد کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر انھوں نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی کی تو اللہ کے غصہ و غضب سے نہ بیٹا اور نہ بیٹی بچ نہیں سکیں گے چنانچہ ترمذی، کتاب البر میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اولاد کو خبردار کرتے ہوئے بتلاتے ہیں:

«رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ»

''رب کریم کی خوشی باپ کی خوشی میں ہے۔ اسی طرح رب کریم کا غضب باپ کے غضب میں ہے۔''

اللہ اللہ! باپ اپنے بیٹے سے خوش ہو گیا تو اللہ بھی خوش ہو گیا اور اگر باپ بیٹے یا بیٹی پر غصے میں آ گیا۔ ان کی حرکتوں پر پریشان ہو گیا۔ ان کی بدعادتوں پر فکر و اندیشے میں مبتلا ہو کر غضبناک ہونے لگ گیا تو اللہ غضبناک ہو گیا۔

اے بیٹے اور بیٹی! یاد رکھ اگر تیرا باپ اس قدر ناراض ہو گیا اور تو نے اس حد تک اپنے والد کو ستا ڈالا کہ اس کے منہ سے تیرے لیے بددعا نکل گئی تو تیری دنیا بھی اندھیر ہو گئی، تیری

آخرت بھی تباہ ہو گئی ... سن لے میرے اور اپنے حضور ﷺ کا ارشاد ... ترمذی، کتاب البر میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

"تین دعائیں ایسی ہیں جن کو اللہ قبول کرتا ہے، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے... مظلوم کی فریاد، مسافر کی پکار" وَ دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ"

"اور اپنی اولاد کے خلاف باپ کی بد دعا"

اے بیٹے اور بیٹی! سن... اگر تم نے اپنے باپ کو راضی کر لیا، اپنا کردار ایسا اچھا بنایا کہ باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا اور باپ کی زبان سے تیرے لیے دعائیں نکلنا شروع ہو گئیں۔ رات کے اندھیروں میں وہ رو رو کر تمہاری بہتری کے لیے رب سے مانگنے لگا تو تب تم کامیاب ہو گئے... جنت کے دروازے کے مالک بن گئے۔ ابن ماجہ، کتاب الطلاق میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

«اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ»

"باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔"

میرے حضور ﷺ نے مزید فرمایا:

"اب (تمہاری مرضی ہے) اپنے والدین کا خیال رکھو یا نہ رکھو۔"

ترمذی، کتاب البر میں حضور ﷺ کے الفاظ اس طرح ہیں:

«فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ»

چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو اور چاہو تو اس کی حفاظت کر لو۔

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ کے والد محترم اس دنیا سے اس وقت چلے گئے، جب میرے حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف نہ لائے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے چچاؤں سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے۔ جناب ابو طالب سے، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ... اور پھر ایک ہی چچا جان رہ گئے یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ ترمذی، کتاب المناقب میں ہے

حضور ﷺ نے فرمایا:

"جناب عباس رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے چچا ہیں اور کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔"

اے بیٹے اور بیٹی! چچا کا بلند جو مقام ہے وہ اس لیے ہے کہ وہ تیرے باپ کا بھائی ہے...... یاد رکھ! باپ کا تو دوست بھی بڑا اونچا مقام رکھتا ہے۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والادب میں ہے، حضرت فاروق اعظم جناب عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب مدینے سے مکہ کو جاتے تو اونٹ پر جاتے تھے۔ ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے کہ جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو گدھے پر بیٹھ جاتے...... سر پر عمامہ بھی باندھتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک روز وہ گدھے پر جا رہے تھے کہ راستے میں انھیں ایک دیہاتی مل گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا تو فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں کا پوتا ہے؟ اس نے کہا: بالکل! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا گدھا اس کے حوالے کر دیا۔ اسے کہا: اس پر سوار ہو جا اور اپنا عمامہ بھی اسے دے دیا اور کہا اسے بھی سر پہ باندھ لیجیے! ہمراہی ساتھیوں نے کہا...... یہ آپ نے کیا کیا؟ گدھا بھی دے دیا کہ جس پہ راحت و تفریح کر لیا کرتے تھے۔ اور پگڑی بھی دے دی جو سر پہ باندھتے تھے، اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"نیکیوں میں سب سے بڑی ایک نیکی یہ ہے کہ جب باپ فوت ہو جائے تو اس کے بعد وہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے میرے دوستو! یہ جو دیہاتی تھا یہ میرے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

اے بیٹے اور بیٹی! تیرے تو باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کا بڑا مقام ہے۔ باپ اور ماں کا کیا ہوگا؟ اپنی حیثیت پہچان، میرے حضور ﷺ کا فرمان دیکھ۔ ابو داؤد،

کتاب الاجارہ میں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''انتہائی پاکیزہ مال جو انسان کھاتا ہے وہی ہے جو اس کی کمائی کا ہو (یاد رہے) انسان کی اولاد اس کی اپنی کمائی ہی ہے۔''

اللہ اللہ! بیٹے کو اس کے باپ کی کمائی قرار دیا، میرے حضور ﷺ نے اور اس حدیث کو امام ابوداؤد، کتاب الاجارہ میں لائے ہیں، یعنی اجرتوں اور مزدوریوں کا چیپٹر۔

اے باپ بن جانے والے! اب تو بھی بتلا کہ تو اپنی اولاد کی دنیا کے لیے تو بہت کچھ کرتا رہا۔ بتلا اس کی آخرت کے لیے بھی کچھ کیا؟ اسے دین پڑھایا، قرآن ترجمے سے سکھلایا۔ حدیث اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی سیرت سے آگاہ کیا، نمازی بنایا؟ اگر تو نے ایسا کیا تو پھر تو ایسا باپ ہے جو بڑا خوش قسمت ہے۔ اللہ اللہ! تیرے مقدروں کے کیا کہنے؟ ..... اس وقت کو یاد کر جب تو اس دنیا میں نہیں ہے۔ فوت ہو گیا ہے، جنت میں جا پہنچا ہے، وہاں کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے۔ کیا ہوتا ہے..... ؟ میرے حضور ﷺ فرماتے ہیں، سن ذرا غور سے ابن ماجہ، ابواب الادب میں ہے:

''جنت میں ایک آدمی کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے۔ یہ درجہ کس وجہ سے بلند ہوا؟ اسے جواب دیا جاتا ہے، تیری اولاد کے استغفار کی وجہ سے جو انھوں نے تیرے لیے کیے۔''

یورپ کے لوگو! تم اپنا معاشرہ بھی دیکھو اور میرے حضور ﷺ کے امتیوں کا معاشرہ بھی دیکھو..... یہاں آپس میں جو محبتیں ہیں، الفتیں ہیں، یہ سب میرے حضور ﷺ کی وجہ سے ہیں..... اسلام کی تعلیمات کی وجہ سے ہیں۔ ذرا سوچو! ایسے پیارے حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہو جو اپنی سنتوں کے ذریعے ہر انسان کے گھر کو ہنستا مسکراتا گلشن بنانا چاہتے ہیں؟

ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل

انسان اور اس کی جان:

کسی انسان کا قتل اتنا بڑا جرم ہے کہ تصور سے باہر ہے میرے حضور ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اس میں واضح کر دیا گیا کہ جس شخص نے کسی ایک انسان کو قتل کیا:

﴿ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾

[المائدۃ: ۳۲]

''تو اس نے گویا ساری انسانیت کا قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (ناحق قتل ہونے یا ڈوب اور جل کر مرنے سے) بچا لیا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ بچا لیا۔''

لوگو! میرے حضور ﷺ کو وحی کے ذریعے جو پیغام ملا اسے ملاحظہ کرو۔ اس پیغام میں مسلمان کی بات نہیں۔ انسان کی بات ہے۔ وہ انسان یہودی ہو یا عیسائی، مجوسی ہو یا ہندو، بدھسٹ ہو یا سکھ...... اس کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور اگر وہ ڈوب رہا ہے یا کسی آگ میں جل رہا ہے۔ یا کوئی اسے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے بچانا، اس کی زندگی کا تحفظ کرنا پوری انسانیت کا تحفظ ہے۔

اللہ اللہ! یہ ہے اسلام جو انسانیت کا ہمدرد ہے۔ وہ ہر انسان کو انسانیت قرار دیتا ہے۔ اور کیوں نہ قرار دے کہ سارے انسانوں کا آغاز ایک ہی انسان سے ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو،

میرے حضور ﷺ کی طرف آنے والا پیغام تمام انسانیت کے نام، فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ [الحجرات : ۱۳]

"اے تمام انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے تمھیں قوموں اور قبیلوں کی شکل محض اس لیے دی تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، باقی حقیقت یہی ہے کہ تم انسانوں میں اللہ کے ہاں عزت دار وہی ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ بلا شبہ اللہ سب کچھ جاننے والا سب خبر رکھنے والا ہے۔"

میرے حضور ﷺ پہ آئے ہوئے پیغام نے واضح کر دیا کہ عزت برادری میں نہیں، رنگ میں نہیں، زبان میں نہیں اور کسی نسل سے متعلق ہونے میں نہیں..... عزت اللہ سے وابستہ ہونے میں ہے۔ ہاں! اللہ کے ساتھ وابستگی کے بعد یہ اللہ کی نعمت ہے کہ اللہ نے رنگ گورا دے دیا یا اور کوئی نعمت عطا فرما دی..... تو اس نعمت کو بنیاد بنا کر انسانوں کی درجہ بندی نری جہالت اور کمینگی ہے..... یہ تو محض اللہ کے نشانات ہیں، ملاحظہ ہو میرے حضور ﷺ پر اللہ کا نازل شدہ ایک اور پیغام:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴾ [الروم : ۲۲]

"کائنات کی تخلیق بھی اللہ کے نشانات میں سے ایک نشانی ہے۔ (اے انسانو!) تمھاری زبانوں (عربی، انگریزی، اردو، فرانسیسی، پنجابی، چینی، جرمن، روسی، جاپانی، ہندی وغیرہ) کا مختلف ہونا اور تمھارے رنگوں (گورا، کالا، گندمی، سرخ وغیرہ) کا مختلف ہونا بھی اللہ کے نشانات میں سے نشانات ہیں۔ بلاشبہ ان اختلافات میں (محقق اور ریسرچ) علماء کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اے اقوام عالم کے لوگو! دیکھو...... میرے حضور ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اس کا پیغام کس قدر عالمگیر (International) اور آفاق گیر (Universal) ہے کہ اس میں جب انسان کی زندگی کی قدر جتلائی گئی ہے تو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ انسانی زندگی کی یہ قدر، اہمیت اور قیمت اس لیے ہے کہ سارے انسان ایک ہیں۔ ان کا رب ایک، ان کا باپ ایک ہے، ان کی ماں ایک ہے، یہ زمین جو ان کا وطن ہے یہ ایک ہے، جس سورج سے حرارت لیتے ہیں وہ ایک ہے، جس چاند کی ٹھنڈی کرنوں سے مستفید ہوتے ہیں وہ ایک ہے۔ جس ہوا میں سب سانس لیتے ہیں وہ ایک ہے۔ جو پانی پیتے ہیں وہ بھی ایک ہے..... اقوام عالم کے لوگو! میرے حضور ﷺ پر جس وحی کا آغاز ہوا، وہ قرآن ہے، اس قرآن کا جو آغاز ہے وہ کس قدر آفاقی ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

''سب تعریف اس اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

اسی طرح قرآن کی جو آخری سورت ہے اس کی پہلی آیت یوں ہے:

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾

''میرے نبی کہہ دو! میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔''

اے اقوام عالم کے لوگو! دیکھو اس کتاب کو جو پیغام بن کر انسانیت کے لیے آئی، اس کا آغاز بھی عالمگیر اور اختتام بھی عالمگیر... چنانچہ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے حوالے سے جو پیغام آیا وہ بھی عالمگیر کہ کسی انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور کسی بھی انسان کی زندگی کا تحفظ پوری انسانیت کا تحفظ ہے۔

اے خاکے بنانے والو! دیکھو... قرآن کا دیا ہوا عالمگیر نظارہ، پوری انسانیت کے تحفظ کا منظر... اور یہ منظر دکھلا گئے ہیں میرے حضور جناب محمد کریم ﷺ...... پھر کیوں نا زبان بے ساختہ بولے:

انسانیت کا ہمدرد..... محمد، محمد، محمد ﷺ۔

دنیا کی بربادی اور مسلمان کا قتل:

تمام انسانوں میں مسلمان وہ انسان ہے جو انسانیت کی سلامتی کا علمبردار ہے۔ اس لیے کہ اسلام کا معنی سلامتی ہے۔ اور اسی سے مسلم یا مسلمان ہے جو دنیا بھر کے انسانوں کے لیے سلامتی کا سمبل ہے۔ جبکہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ اس قدر سلامتی کا علمبردار اور خواہش مند ہوتا ہے کہ جب بھی اسے ملتا ہے تو ''السلام علیکم'' کہہ کر اپنی طرف سے اسے سلامتی کی دعا ہی نہیں سلامتی کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ حتیٰ کہ جب نماز کے آخری حصے تشہد میں بیٹھتا ہے تو کہتا ہے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ))

''ہم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔''

اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے بتلاتے ہیں کہ جب تم یہ جملہ بولتے ہو تو ہر وہ بندہ جو آسمان میں ہو یا زمین پر اسے یہ سلام پہنچے گا۔[بخاری، کتاب الأذان؛ ابو داود، کتاب الصلوة] میں ہے کہ تمھاری سلامتی کی یہ دعا آسمان و زمین اور ان کے درمیان سب نیک بندوں کے لیے ہوگی۔

جی ہاں! ان نیک بندوں میں مسلمان تو سرفہرست ہیں وہ آسمانوں کے اندر جنتوں میں ہوں یا زمین پر آباد ہوں۔ اسی طرح ان نیک بندوں میں وہ بھی شامل ہیں جو میرے حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے گزر چکے۔ ہاں ہاں! میرے حضور ﷺ کا فرمان کس قدر آفاق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوئے ہے کہ نیک بندہ چاہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت سے ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت سے ہو یا کسی اور نبی کی امت سے ہو...... ان سب کے لیے میرے حضور ﷺ کا پیروکار امتی سلامتی کی دعا کر رہا ہے۔

یاد رہے! کوئی مسلمان جب کسی مسلمان کی سلامتی کے حصار کو توڑنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر عمل کرتے ہوئے اسے قتل بھی کر ڈالتا ہے تو پھر قاتل کے لیے اللہ بھی اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۹۳]

''اور جو کوئی کسی مومن کو ارادہ بنا کر قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے، وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ اس پر غضبناک ہو گیا اسے پھٹکار ڈالا جبکہ اللہ نے اس کے لیے ایک عظیم عذاب بھی تیار کر ڈالا ہے۔''

لوگو! میرے حضور ﷺ کا پیروکار تو کسی مسلمان کو قتل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا.....

میرے حضور ﷺ کے پیروکار کے لیے جو راہنما کتاب ہے وہ قرآن ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک کا نام ہابیل تھا دوسرے کا قابیل تھا۔ قابیل نے اپنے نیک سیرت بھائی ہابیل کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تو جناب ہابیل نے جو کہا اللہ نے قیامت تک کے لیے نیک سیرت لوگوں کے لیے اس کا بول ایک نمونہ بنا دیا۔ فرمایا:

﴿لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ [المائدة: ۲۸، ۲۹]

''اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ تو مجھے قتل کر دے تو (یاد رکھنا) میں اپنا ہاتھ کبھی بھی اس مقصد کے لیے تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کر دوں۔ مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ تو اگر باز نہیں آتا تو میرا پروگرام تو آخر کار یہی ہے کہ تو (مجھے قتل کر کے) میرے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھا لے جائے اور اپنے گناہوں کا بوجھ تو تجھے بہر صورت

اٹھانا ہی ہے اور جہنم والوں میں سے ہو جائے اور ظالموں کی سزا بہر حال یہی ہے۔"

اللہ اللہ! ثابت ہوا جس مسلمان کے دل میں اللہ کا ڈر ہے وہ مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا مگر خود قاتل نہیں بنے گا.... اس لیے کہ قتل کا جرم اور سزا دوزخ میں جلا دینے والی ہے۔

قارئین کرام! اس جرم کی سزا سے تو آپ آگاہ ہو چکے۔آیئے! اس کی مزید تحقیق سے بھی آگاہ ہو جایئے!

ترمذی، کتاب الدیات میں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ»

"ایک مسلمان کے قتل کی نسبت ساری دنیا کا زوال اللہ کے سامنے معمولی بات ہے۔"

نسائی، کتاب تحریم الدم میں اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ یوں ہیں:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا»

"اس اللہ کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ایک مومن کا قتل ساری دنیا کے زوال سے بڑھ کر عظیم حادثہ ہے۔"

ترمذی، کتاب الدیات میں مومن کے قتل پر اللہ کے رسول ﷺ یوں خبردار فرماتے ہیں:

«لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَ اَهْلَ الْاَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ»

"اگر آسمان اور زمین کے سارے لوگ کسی مومن کا خون بہانے میں باہم اکٹھے ہو جائیں تو اللہ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں پھینک دے گا۔"

صحیح مسلم، کتاب الایمان میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا"

''جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔''

یعنی جو کلمہ پڑھنے والوں پر اسلحہ اٹھائے اس کا امت محمد ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

((مَنْ سَلَّ عَلَیْنَا السَّیْفَ فَلَیْسَ مِنَّا)) [مسلم، کتاب الایمان]

''جو شخص تلوار نکال کر ہم پر لہرائے وہ ہم میں سے نہیں۔''

مومن کو خراش بھی نہ آئے:

مسلم، کتاب البر میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ ایک شخص تیر لے کر مسجد سے گزرا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اسے حکم دیا، ان کے سرے (War Heads) پکڑ کر رکھ!

((کَیْلَا تَخْدِشُ مُسْلِمًا))

''کہیں کسی مسلمان کو خراش نہ آ جائے۔''

بخاری، مسلم اور ابوداؤد کے کتاب الجہاد میں ہے کہ (اس کے بعد) اللہ کے رسول ﷺ نے حکم جاری فرمایا کہ جو شخص ہماری مسجد میں سے گزرے یا بازار میں سے گزرتا چلے اور اس کے پاس تیر ہوں تو وہ '' یَأْخُذْ بِنُصُوْلِهَا '' ان کے وار ہیڈز کو پکڑ کر رکھے۔ اپنی مٹھی میں تھام کر رکھے تاکہ کہیں کسی مسلمان کو لگ نہ جائیں۔

ابوداؤد، کتاب الجہاد اور ترمذی، کتاب الفتن میں ہے'' اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص ننگی تلوار کو لہرائے۔''

قارئین کرام! کسی مسلمان کو قتل کرنا تو بہت دور کی بات ہے، میرے اور آپ کے پیارے حضور ﷺ تو اس بات کو بھی برداشت نہیں کرتے کہ تلوار کی نوک یا تیر کا آخری سرا جو لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے اور تیز ہوتا ہے اس کی نوک کسی مسلمان کو چبھ جائے یا خراش ڈال جائے...... اور یاد رکھیے! جو کوئی کسی ہتھیار سے تلوار یا چھری وغیرہ سے کسی مسلمان کو ڈرائے

تو اس کا کتنا بڑا گناہ ہے ملاحظہ ہو! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں، جناب حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَشَارَ اِلٰی اَخِیْهِ بِحَدِیْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰی یَدَعَهٗ وَ اِنْ کَانَ اَخَاهُ لِاَبِیْهِ وَ اُمِّهٖ))

''جو شخص اپنے بھائی کو لوہے کے کسی ہتھیار سے ڈرائے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آ جائے۔ اگرچہ (ڈرایا جانے والا) اس کے باپ اور ماں کی طرف سے سگا بھائی ہو۔''

[مسلم، کتاب البر والصلة والادب]

مسلم، کتاب البر میں ایک اور حدیث ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی اپنے اسلحہ کے ساتھ اپنے بھائی کی طرف اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی ایک جو ایسا کرے اسے کیا معلوم کہ اس کی اس حرکت کو شیطان ڈگمگا دے (اسلحہ کام کر جائے بھائی قتل ہو جائے) اور یہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''

جی ہاں! یہ ہے مومن کی جان کی عزت و حرمت اور قدر و قیمت کہ جس کے بارے میں کسی مذاق وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ حرمت مومن کا یہ وہ ایریا ہے کہ جہاں مذاق کرنے پر بھی سخت ترین وعیدیں ہیں اور فرشتوں کی پھٹکاریں برستی ہیں۔ قربان! اپنے ایسے حضور ﷺ پر جو عزتوں اور حرمتوں کے ازدواں اور خبرداری کے ایسے لال نشان چھوڑ گئے کہ جنھیں کراس کرنے کے بعد ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ دنیا کی خرابی ہے اور آخرت کی بربادی ہے۔

حوصلہ اور برداشت:

آراء کے اختلافات پر باہم سیاسی اور مذہبی قتل کرنے والو! آؤ..... میں آپ حضرات کو اپنے حضور ﷺ کا اسوہ دکھلاؤں۔

ابو داؤد، کتاب الطہارۃ میں ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو صحابی ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ ان کے پاس پانی نہ تھا۔ انھوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کر لی۔ اس کے بعد نماز کا وقت باقی تھا کہ انھیں پانی مل گیا۔ اب ان میں سے ایک نے تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی جبکہ دوسرے نے نماز نہیں دہرائی۔ جب یہ دونوں واپس آئے تو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے دونوں نے اپنا اپنا طرزِ عمل رکھا۔ وہ صحابی جس نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے سنت پر عمل کیا اور تمھارے لیے تمھاری نماز کافی ہو گئی۔ اور وہ جس نے پانی ملنے پر وضو کر کے نماز کو دہرایا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ»

''تیرے لیے دو اجر ہیں۔''

قارئین کرام! یہ ہے رائے کا اختلاف جس کی میرے حضور ﷺ نے قدر کی ہے۔۔۔ ہمیں بھی رائے کے اختلاف کو برداشت کرنا ہوگا۔۔۔ دوسرے کے موقف کو سننا ہوگا فوراً فتوے لگا کر سنگ باری سے پرہیز کرنا ہوگا۔ میرے حضور ﷺ ہر ایک کا موقف کس طرح سنا کرتے تھے، آئیے ملاحظہ کریں:

ابو داؤد، کتاب الصلوۃ میں ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص (اللہ کے رسول ﷺ کا صحابی) تھا۔ ان کے بارے میں جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ مدینہ کے باسیوں میں سے قبلے کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے والوں میں اس کا گھر سب سے دور تھا۔ اس کے باوجود مسجد میں کوئی نماز بھی اس سے رہتی (Miss) نہ ہوتی تھی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا:

''(آپ اپنا گھر مسجد کے قریب بنا لیں یا پھر) ایک گدھا خرید لیں تاکہ گرمی اور اندھیرے میں اس پہ سوار ہو کر مسجد میں چلے جایا کریں۔ اس پر وہ صحابی کہنے لگے۔ مجھے

یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو۔ اس کی یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کو بتلائی گئی (کہ یہ کیسا مسلمان ہے جو مسجد کے قرب کو ناپسند کرتا ہے؟) حضور ﷺ نے اس کو (بلایا) اور پوچھا تو اس نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری نیت یہ ہے کہ میرا مسجد میں آنا اور یہاں سے گھر واپس جانا سب ہی لکھا جائے تو آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

"اللہ نے تجھے سارا کچھ عطا فرمادیا... (خوش ہو جا) جس اجر وثواب کی تو نے امید لگائی اللہ نے وہ سب کچھ تجھے عطا فرمادیا ہے۔"

قارئین کرام! ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علم اور حوصلہ عطا فرمائے۔ دوسروں کا موقف سنیں۔ آراء ملاحظہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آراء کے اختلاف پر فوراً فتوے شروع کر دیں اور پھر ڈنڈے سوٹے اور تلواریں نکال لیں، یہ طرز عمل پیارے مصطفی ﷺ کے طرز عمل کے خلاف ہے اور جو طرز عمل حضور ﷺ کی سنت کے خلاف ہو اس میں ہلاکت اور بربادی کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

جاہلی بنیاد پر قتل:

رنگ ونسل، علاقہ و برادری اور زبان کی بنیاد پر قتل کرنے والو! یہ بنیاد تو وہ جاہلی بنیاد اور اساس ہے کہ جس پر کسی غیر مسلم کا بھی قتل جائز نہیں، چہ جائیکہ کسی مومن و مسلم کا خون بہایا جائے، کسی کلمہ گو کا قتل کیا جائے۔ یہ بنیاد تو اس قدر سڑاند زدہ، متعفن اور بدبودار ہے کہ یہ بدبو جس معاشرے میں پھیل جائے وہ سارے معاشرے کو گندگی کی غلاظت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

یہ حقیقت ذہن نشین کر لو: کہ عزت وجلال والے اللہ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر و غرور کو ختم کر دیا ہے (اب امتیاز کے لیے نسل، رنگ علاقہ اور زبان نہیں بلکہ ایمان ہے) لہٰذا دو ہی قسمیں ہیں ایک مومن ہے اور دوسرا فاجر و بدبخت...... آگاہ ہو جاؤ!

تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے تھے۔ لوگوں کو قوم پرستی کے فخر کو ہر حال میں ختم کرنا ہوگا وہ قومی آباء و اجداد تو (کفر و شرک کے باعث) جہنم کے کوئلے بن چکے (کہ جن کے نام پر فخر کرتے ہیں، یاد رکھیے! قیامت کے دن)

«لَيَكُونُنَّ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتْنَ»

ایسے لوگ اللہ کے ہاں گندگی کے اس کالے کیڑے سے بھی کہیں زیادہ ذلیل و رسوا ہوں گے جو اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتا ہے۔"

اللہ اللہ! جو شخص کسی مسلمان کو زبان کی بنیاد پر قتل کرتا ہے وہ بھینس اور گائے کے کالے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ جو شخص علاقائی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے تو وہ انسانی پاخانے کے گندے کیڑے سے بھی بڑھ کر رسوا ہے۔ جو شخص برادری اور قوم کے نام پر کسی کلمہ گو کو قتل کرتا ہے۔ اس کی جائداد پر قبضہ کرتا ہے۔ اسے اس کے گھر سے نکالتا ہے وہ اللہ کے ہاں گوبر کے گند میں پیدا ہونے والے گندے کیڑے سے بھی گندی سوچ رکھتا ہے جو اپنے ناک سے گندگی کو دھکیلتا ہے۔ کیڑے کی کل دنیا بس اتنا سا گند ہی ہے اور اسی گند اور غلاظت ہی میں ناک رگڑ رگڑ کر ختم ہو جاتا ہے..... اسی طرح قوم پرست کی دنیا بھی بس محدود گند ہے اس کا ذہن آفاقی نہیں، اس کا دماغ توحیدی نہیں اس لیے یہ گندا کیڑا ہے۔ یہ گند کو پوجتا ہوا مومنوں کو قتل کرتا ہے۔

خاندان اور قوم کا جو فائدہ ہے۔ اس کا جو مقصد ہے بس وہ اس قدر ہے جتنا اور جس قدر میرے حضور ﷺ نے بتلایا ہے۔ میرے حضور ﷺ نے بتایا ہے۔ ترمذی، کتاب البر میں ہے، ارشاد فرمایا:

"اپنا حسب نسب یاد رکھو تا کہ اس کے ذریعہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔"

جی ہاں! اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خوشی غمی میں شامل ہونے کے لیے۔ زکوٰۃ د

صدقات میں غریب رشتہ داروں کی مدد کرنے کے لیے تمہیں اپنی رشتہ داریوں کا علم ہونا چاہیے۔ ماں کی طرف سے رشتہ داریاں، باپ کی طرف سے رشتہ داریاں، سسرال کی طرف سے رشتہ داریاں...... اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں اگلے الفاظ میں میرے حضور ﷺ نے مزید وضاحت فرما دی...... کہ ایسا کرنے سے۔

''رشتہ داری کے حقوق کا خیال کرنے سے اہل و عیال میں محبت بڑھے گی۔ مال و دولت میں برکت ہوگی۔ عمر میں اضافہ ہو جائے گا۔''

جی ہاں! یہ ہے اس کا مقصد...... اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں...... جو شخص اس کے علاوہ کوئی جاہلی تکبر کے مقاصد رکھتا ہے یا قوم پرستانہ تعصب کے مقاصد رکھتا ہے وہ انسان نہیں غلاظت میں لتھڑا ہوا گندہ کیڑا ہے۔

اللہ کی عدالت میں پہلا مقدمہ:

لوگو! سن لو...... مومنوں اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے والو آگاہ ہو جاؤ...... قیامت کا دن آنے والا ہے۔ میرے حضور ﷺ نے آگاہ کر دیا ہے۔ ابن ماجہ، ترمذی، کتاب الدیات میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحْكَمُ بَيْنَ الْعِبَادِ فِي الدِّمَاءِ»

''پہلا فیصلہ جو بندوں کے درمیان کیا جائے گا وہ خون ریزیوں کا ہوگا۔''

خونریزیاں کرنے والو! اللہ کا دربار لگا ہوا ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام اربوں، کھربوں انسان جمع ہیں، ترمذی کتاب تفسیر القرآن، ملاحظہ کرلو، اللہ کے دربار کا منظر کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ بتلاتے ہیں:

«يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ

تَشْخَبُ دَمًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ هٰذَا قَتَلَنِيْ حَتّٰى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ »

"قیامت کا دن ہو گا، قتل ہونے والا اپنے قاتل کو پکڑے لا رہا ہو گا۔ قتل ہونے والے نے اپنے قاتل کی پیشانی اور سر کو پکڑ رکھا ہو گا مقتول کی شہ رگ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہو گا، مقتول آواز لگاتا جائے گا۔ اے میرے رب! یہ ہے وہ جس نے مجھے قتل کیا۔ حتیٰ کہ وہ اسے عرش کے قریب لے جائے گا۔"

ابن ماجہ، کتاب الدیات میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ وہ شخص کہ جس نے کسی مومن کو قصداً قتل کر دیا پھر توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل بھی کیے پھر ہدایت پر بھی رہا (تو اس کی توبہ قبول ہو گی؟) اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

قاتل کی بربادی ہو گی۔ اسے ہدایت کہاں سے ملے گی؟ اور پھر وہی حدیث بیان کی جو ترمذی میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ قاتل کی توبہ کے سوال پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

"جس نے کسی مومن کو قصداً قتل کر دیا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نہ تو یہ آیت منسوخ ہوئی۔ نا اس میں کوئی تبدیلی آئی پھر قاتل کی توبہ کہاں سے ہو گی؟

اسی طرح نسائی، کتاب تحریم الدم میں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

« كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَغْفِرَهُ اِلَّا الرَّجُلُ يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ مُتَعَمِّدًا »

"ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے سوائے اس آدمی کے جو کسی مومن کو ارادہ کر کے قتل کر ڈالتا ہے۔"

جی ہاں! ایک موقف یہ بھی ہے کہ قاتل جہنم میں بہت لمبی مدت تک رہے گا مگر بالآخر بخشا جائے گا۔

بہر حال! ہم نے جو احادیث ...... اے قارئین کرام! آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف بھی بیان کیا اس سے یہ تو بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کا معاملہ بے حد خطرناک ہے اور قیامت کے جس منظر سے میرے حضور ﷺ نے آگاہ کیا ہے وہ بڑا ہی دہشت ناک، خوفناک اور غضبناک ہے۔ یہ ہے ایک مومن و مسلم اور کلمہ گو کی جان کی اہمیت جس کے مناظر سے آگاہ کیا ہے میرے حضور ﷺ نے ...... خون مسلم کو تحفظ فراہم کیا ہے میرے حضور ﷺ نے۔

جان سے بڑھ کر مہربان ...... سردارِ دو جہان

مہربان و شفیق:

سارے جہانوں کے لیے میرے حضور ﷺ سراپا رحمت ہیں جبکہ مومنوں کے لیے تو بے حد شفیق و مہربان ہیں، اللہ فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة: ۱۲۸]

"لوگو! تمھارے پاس تم ہی لوگوں میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کی طبیعت بے چین ہو جاتی ہے وہ تمھاری خیر و فلاح کے لیے بہت حریص ہے، مومنوں پر تو نہایت ہی مہربان اور بے حد شفیق ہے۔"

قارئین کرام! یہ آیت پڑھ کر مجھے صحیح مسلم، کتاب الطہارہ میں مرقوم ایک منظر یاد آ گیا ہے میرے حضور ﷺ کے صحابہ نماز پڑھنے کو تیار بیٹھے ہیں کہ ایک سادہ سا دیہاتی مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ اور صحن کے ایک کونے میں کھڑے کھڑے پیشاب شروع کر دیتا ہے۔ صحابہ یہ دیکھ کر اس کی طرف دوڑنے لگتے ہیں۔ ارے! یہ کیا کر رہا ہے؟ تو میرے حضور ﷺ صحابہ کو روک دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کا پیشاب مت روکو...... وہ پیشاب پورا کر لیتا ہے تو میرے حضور ﷺ اسے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ محبت و شفقت کے ساتھ سمجھاتے ہیں کہ مسجد عبادت کے لیے ہوتی ہے۔ یہاں پیشاب نہیں کیا جاتا۔

اتنے میں نماز کا قائم ہو جاتا ہے، ابو داؤد، کتاب الصلوۃ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے تو (وہ) دیہاتی لگا نماز میں یوں کہنے:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَ مُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا))

''اے اللہ! مجھ پر بھی رحم فرما، محمد ﷺ پر بھی رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما۔''

جب اللہ کے رسول ﷺ نے سلام پھیرا تو اس بدوی سے کہا:

''اللہ کے بندے تو نے تو اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا۔''

لوگو! پیشاب روکنے پر جو تکلیف ہوتی ہے میرے حضور ﷺ کو امتی کی اتنی سی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوتی۔ پھر اس دیہاتی نے اپنی معصومانہ سوچ کے مطابق جو کہا وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ دیہاتی کے دل میں محبت پیدا ہوئی اور دل سے دعا نکلی تو صرف اپنے حضور ﷺ کے لیے۔

قارئین کرام! یہ سادہ سا دیہاتی جو میرے حضور ﷺ کا صحابی بن گیا ہے۔ میرے حضور ﷺ اس دیہاتی پر اس قدر شفیق اور مہربان ہیں کہ دیہاتی بھی اس قدر اپنی جان پر شفیق و مہربان نہیں ہے۔ اور حضور ﷺ کا معاملہ اپنے ہر صحابی کے ساتھ ایسا ہی تھا۔۔۔

آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ میرے حضور ﷺ اپنے امتیوں پر کس قدر مہربان اور شفیق ہیں؟

کوئی اپنی ذات کا مالک نہیں:

کوئی شخص یہ کہے کہ یہ جسم میرا ہے۔ جان میری ہے۔ میں اس کے ساتھ جو چاہوں کروں، لوگو! میرے حضور ﷺ جو اسلام لے کر آئے وہ نہیں مانتا۔ اسلام کہتا ہے کہ تیری جان اور تیرا جسم اللہ نے پیدا کیا ہے لہٰذا تو اپنی جان اور جسم کے ساتھ ظلم نہیں کر سکتا۔ اسکے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ابن ماجہ، ابواب الطب میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

بتلاتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے زہر پی کر خودکشی کی وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ ابد تک زہر ہی پیتا رہے گا۔''

صحیح مسلم، کتاب الایمان میں ہے۔ جس نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے مار دیا وہ جہنم کی آگ میں رہتا ہوا اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا...... اسی طرح جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرایا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہتے ہوئے اپنے آپ کو بلند جگہ سے گراتا رہے گا۔

جی ہاں! جس طرح کوئی شخص کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے تو یہ جرم ہوگا اور اس جرم کی اسے سزا ملے گی اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا تو اس کی بھی اسے سزا ملے گی۔ یہ ہے مہربان اسلام اور اس اسلام کو جو لائے ہیں وہ ہیں مہربان و شفیق جناب محمد کریم ﷺ...... کہ آپ ﷺ نے خودکشی کی اخروی سزا سنا کر ایک انسان کی بیوی کو بیوہ ہونے سے بچایا۔ بچوں کو یتیم ہونے سے بچایا، والدین کو بیٹے کی جدائی سے بچایا اور خودکشی کرنے والے کو جہنم کی دہکتی آگ سے بچایا۔

اللہ کی خاطر جسم کو مشقت میں ڈالنا:

اسی طرح وہ لوگ جو یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اپنے جسم کو اذیت سے دوچار کر کے اللہ کا قرب حاصل کر لیں گے تو میرے حضور ﷺ نے اس سوچ کا بھی خاتمہ کیا۔ ابو داؤد، کتاب الایمان والنذور میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے کیا دیکھا ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے اور کیوں کھڑا ہے؟ تو صحابہ نے بتلایا۔ اس کا نام ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا۔ بیٹھے گا نہیں، سائے میں آئے گا اور نہ ہی گفتگو کرے گا (چپ رہے گا) اور روزہ رکھے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے حکم دو کہ (چپ کا روزہ ختم کرے) بات چیت کرے ... سائے میں جائے اور بیٹھے، ہاں! اپنا روزہ پورا کرے۔"

ابو داؤد کی اسی کتاب میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کعبہ کے اردگرد طواف کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا کہ اس کی ناک میں نکیل تھی اور ایک شخص وہ نکیل پکڑ کر اسے (اونٹ کی طرح) لے جا رہا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس نکیل کو اپنے ہاتھ سے کاٹ پھینکا اور اسے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلے۔"

ابو داؤد کی اسی کتاب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے درمیان ان کا سہارا لے کر چل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ»

"یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے رکھے اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

آپ نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے۔

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ نے واضح کر دیا کہ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو تکلیف میں ڈال کر، اپنے جسم کو اذیت سے دوچار کر کے اللہ کا قرب حاصل کر لے گا تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کے ہاں اس فعل کا کوئی وزن نہیں۔ اللہ کو ایسے افعال کی کوئی پروا نہیں...... جی ہاں! میرے حضور ﷺ نے انسان کی جان اور اس کے جسم کو تعذیب واذیت سے بچایا۔

ابو داؤد، کتاب التطوع میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں عورتوں کے حصے میں گئے تو وہاں کیا دیکھا رسی بندھی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہ

نے بتایا، یہ رسی زینب رضی اللہ عنہا کی ہے۔ نوافل ادا کرتی ہیں جب سست پڑ جاتی ہیں یا تھک جاتی ہیں تو اس رسی کو تھام لیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا۔ اس رسی کو کھول دو۔

اور فرمایا: تمھیں چاہیے جب تک چستی میں نماز پڑھی جائے پڑھو، جب سستی محسوس کرو یا تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔

جی ہاں! مسلمان اپنے ساتھ اتنا مہربان نہیں جس قدر میرے حضور ﷺ اس کے لیے مہربان ہیں اور میرے حضور ﷺ کی یہ مہربانیاں قرآن اور احادیث کی صورت میں قیامت تک قائم رہیں گی اور انھی مہربانیوں کے شکریہ کے لیے محبانِ رسول ﷺ میرے حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھتے رہیں گے۔ اور اجر پاتے رہیں گے۔

سو جا تجھے گرم ہوا بھی نہ لگے:

ابو داؤد، کتاب الاطعمہ اور ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

> ''جو شخص اس حال میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی رہ گئی۔ اس نے ہاتھ دھویا نہیں اور چکنائی کی بو باقی رہ گئی پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ گئی تو وہ اپنے سوا کسی کو ذمہ دار نہ ٹھہرائے۔''

جی ہاں! وہ خود ہی ذمہ دار ہے۔ میرے حضور ﷺ نے بتا دیا ہے کیونکہ ہاتھ پر چکنائی ہو گی تو اس کی بو سونگھ کر چیونٹیاں کاٹیں گی۔ یہ سویا ہوا ہڑبڑا کر اٹھے گا۔ چیونٹیوں کو برا بھلا کہے گا۔ ارے! چیونٹیوں کو ذمہ دار کیوں ٹھہراتا ہے، اپنے آپ کو ملامت کر۔

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ان کا امتی میٹھی نیند سوئے۔ اس کی نیند میں خلل نہ آئے۔

ابو داؤد، کتاب الاشربہ میں ہے میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

> ''بسم اللہ پڑھو اور گھر کا دروازہ بند کر لو۔''

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ کو کس قدر فکر ہے کہ ان کا امتی کہیں دروازہ کھلا رکھ کر ہی نہ سو جائے اور کوئی جانور اندر آ کر نقصان کر جائے یا کوئی شیطان کا بہکایا ہوا انسان اندر آ جائے لہٰذا میرے حضور ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ دروازہ بند کر کے بسم اللہ پڑھ کر سونا ہے۔

آگ بجھا کر سونا:

ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے امتیوں کو نصیحت فرماتے ہیں:

''جب سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑ دیا کرو۔''

ابن ماجہ، ابواب الادب میں ہے، مدینہ میں ایک گھر کو آگ لگ گئی جبکہ گھر والے گھر میں تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ان کے حادثے کی خبر ہوئی تو فرمایا: یہ آگ تمھاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔

جی ہاں! سوتے وقت آگ بجھانا ضروری ہے۔ کتنے ہی ایسے واقعات ہوئے کہ کوئلے جلتے رہے۔ خاندان سو گیا، صبح اٹھے تو سب مردہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ کوئلے سے جو گیس نکلتی رہی وہ جان لیوا ثابت ہوئی۔ اسی طرح بجلی کے چولہے گیس کے ہیٹر سردیوں میں رات بھر جلتے رہے اور پھر قریب پڑی ہوئی کوئی شے (Heat Up) ہو کر آگ کی نذر ہو گئی اور سارا گھر جل گیا...... ہمارا دفتر ایک بار اس وجہ سے جل گیا کہ اس کا کمپیوٹر آن رہا...... کسی طرح سے آگ لگ گئی۔ صبح دیکھا تو سارا دفتر راکھ بن چکا تھا۔

ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ ایک بار ایک چوہیا چراغ کی بتی گھسیٹتی ہوئی لے آئی اور اسے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اس چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک درہم کے برابر جگہ جل گئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان اس جیسی مخلوق کو ایسی حرکت بجھا دیتا ہے اور تمھارے گھروں میں آگ لگا دیتا ہے۔''

قارئین کرام! ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ چراغوں کا دور ختم ہو گیا اب تو بجلی کے قمقموں کا دور ہے لہٰذا ان سے کیا خطرہ ہے؟ ان سے بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔ مجھے یاد آیا ہم مدرسہ میں پڑھا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے لیے اٹھے تو مدرسے کے ایک کمرے میں دیکھا کہ وہاں سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی کمرے کی طرف دوڑے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک ساتھی نے دروازہ کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ساتھی جو لحاف لیے بڑے مزے سے سو رہا تھا اس کے لحاف کو آگ لگی ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے۔ پتا چلا کہ اوپر جو بلب تھا وہ رات بھر جلتا رہا۔ اچانک وہ پھٹ کر پڑا، اس کی گرمی نے لحاف کو آگ لگا دی اور روئی بھی آگ پکڑ کر سلگنے لگی۔

جی ہاں! شیطان چوہیا کو بھیج سکتا ہے تو بلب کو کسی جانور کے ذریعہ گرا سکتا ہے، جو اچھی طرح فٹ نہ ہو۔ الغرض! جو میرے حضور ﷺ نے فرمایا۔ حتی الامکان تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے یا پھر اگر لائٹ کا روشن رکھنا ضروری ہو تو پھر لائٹ کی فٹنگ وغیرہ کا اطمینان ہونا چاہیے۔ ''آیۃ الکرسی'' پڑھ کر سونا چاہیے۔ اللہ حفاظت کرنے والا ہے۔ ابو داؤد میں میرے حضور ﷺ کی یہ نصیحت بھی درج ہے کہ برتن کو بھی ڈھانپنا چاہیے۔ مشکیزہ ہو تو اس کا تسمہ باندھنا چاہیے۔ فرمایا: شیطان نہ تو مشکیزے کا بند کھول سکتا ہے اور نہ ڈھانپے ہوئے برتن کو ننگا کر سکتا ہے۔''

الغرض! میرے حضور ﷺ اس قدر مہربان ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا امتی رات کو اٹھ کر پانی پیتے ہوئے مشکیزے کو منہ لگا لے۔ جبکہ مشکیزے میں کوئی کیڑا مکوڑا ہو۔ بچھو ہو وہ اس کے منہ پر ڈنک مار لے یا زہریلا کیڑا مکوڑا اندر چلا جائے اور میرے حضور ﷺ کا امتی تکلیف اور بیماری کا شکار ہو جائے لہٰذا میرے حضور ﷺ چونکہ ہر مومن سے اس کی جان سے بھی بڑھ کر اس کے ساتھ مہربان و شفیق ہیں لہٰذا ہدایات دے دیں کہ سونے سے قبل ان ہدایات پہ عمل کر لینا چاہیے۔

ابوداؤد، کتاب الاشربہ میں ہے کہ مشکیزے کو منہ لگا کر پانی نہ پیا جائے۔ یعنی گلاس یا پیالے میں ڈال کر پیا جائے کہ اس میں کوئی شے ہوگی تو نظر پڑ جائے گی۔

چھت پر سونے میں احتیاط:

گرمیوں کے موسم میں بعض لوگ گھر کی چھتوں پر سوتے ہیں۔ میرے حضور ﷺ نے یہاں بھی ہدایت دی۔ ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے۔ فرمایا:

"جو شخص کسی ایسی چھت پر سوئے کہ جس کے گرد منڈیر (پردہ وغیرہ) نہ ہو تو اس سے حفاظت کا ذمہ اٹھ گیا۔"

یاد رہے! بعض لوگ خواب میں اٹھ کر چل پڑتے ہیں اور پھر چارپائی پہ واپس آ کر سو جاتے ہیں یا کسی دوسری جگہ سو جاتے ہیں۔ ایسے کئی واقعات ہوئے کہ کوئی شخص چھت پر سویا اور منڈیر نہ ہونے کی وجہ سے نیچے گر پڑا اور مر گیا۔ شیطان بھی ایسا کر سکتا ہے کہ خواب میں کسی شخص کو پیدل چلا دے اور وہ نیچے گر جائے۔ مرنے سے بچ بھی جائے تو ٹانگ اور بازو ٹوٹ جائے..... میرے حضور ﷺ یہاں بھی تلقین فرماتے ہیں کہ چھت پر سونا ہے تو احتیاطی تقاضوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔ خاص طور پر بچوں کی حفاظت کے لیے ایسا کرنا اور بھی ضروری ہے۔

ہمارے ایک دوست کا ایک خوبصورت بچہ چھت پر کھیلتا ہوا پردے کے ساتھ لگا۔ پردہ ناقص تھا وہ گرا اور بچہ بھی نیچے گر گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔

قربان جاؤں! میرے حضور ﷺ تلقین فرما رہے ہیں۔ نصیحتیں کر رہے ہیں کہ ان کا امتی نقصان سے دوچار نہ ہو جائے۔

بستر جھاڑ لیں:

قارئین کرام! ساری احتیاطیں کر کے آپ بستر پر چلے گئے۔ اندھیرا ہو گیا۔ اندھیرے میں ویسے بھی سائنسی اعتبار سے نیند زیادہ اچھی اور آرام دہ آتی ہے۔ یہاں پھر میرے

حضور ﷺ ایک نصیحت فرما رہے ہیں۔ ابن ماجہ، ابواب الدعاء میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی شخص بستر پر لیٹنا چاہے تو وہ اپنے تہبند کا کنارہ کھول کر اس کے ساتھ اپنے بستر کو جھاڑ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کی غیر موجودگی میں اس بستر پر کوئی شے آ گئی ہو۔"

قربان جاؤں! اپنے پیارے حضور ﷺ پر کہ آپ ﷺ کس قدر شفیق ہیں کہ اپنے امتی کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ بستر جھاڑنا ضروری ہے اور اسے جھاڑنے کیلئے کوئی دوسرا کپڑا وغیرہ نہ ملے تو اپنے تہبند کے پلو کے ساتھ ہی بستر جھاڑ لے۔ کہیں اندھیرے میں اس پر کوئی موذی کیڑا مکوڑا آ بیٹھا ہو تو اس شر سے بچ جائے۔ چیونٹی ہو تو وہ بھی بستر سے اتر جائے کہ کہیں میٹھی نیند سوتے ہوئے میرے حضور ﷺ کے امتی کی نیند خراب نہ ہو جائے۔

ایک نہیں دونوں جوتے پہنئے:

میرے پیارے حضور ﷺ کا امتی بیدار ہو چکا ہے۔ اپنے معمولات زندگی کا آغاز کر رہا ہے۔ وہ جلدی میں جوتا پہننے لگ گیا ہے۔ مگر ایک جوتا ملا ہے دوسرا ملتا نہیں پا رہا ہے تو گم ہوا ہوا ہے۔ یہ ایک ہی جوتا پہنے چل پڑا ہے۔ میرے حضور ﷺ نصیحت فرما رہے ہیں، صحیح مسلم کتاب اللباس میں ہے، فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے اسے چاہیے کہ دونوں پہنے یا دونوں اتار لے۔"

قربان اپنے حضور ﷺ پر... آپ ﷺ کو یہ گوارا نہیں کہ میرا امتی وقار ایک جوتے میں چلے تو توازن کھو کر نہ گر پڑے۔ اسے چوٹ نہ لگ جائے اور پھر یہ بھی تو بات ہے کہ لوگ یہ اچھا نہ سمجھیں گے۔ اور مومن چلتے ہوئے اچھا نہ لگے، باوقار نہ لگے، یہ میرے حضور ﷺ کو گوارہ نہیں، کیونکہ ہی اکیلا تا۔ میرے حضور ﷺ ہیں ماں باپ کی جان سے بڑھ کر مہربان۔

ہر ایک کی ماں سے بڑھ کر مہربان۔ اس کے باپ سے بڑھ کر مہربان .... پھر کیوں نہ صحابہ کہیں، جان بھی فدا.... ماں بھی صدقے۔ باپ بھی واری ....دنیا کی ہر نعمت کیا پیارے حضور ﷺ کی حرمت پہ جان بھی قربان۔

بالوں کو سنوار لے:

ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے۔ باپ چاہتا ہے کہ ان کا بیٹا باہر نکلے تو بن سنور کر نکلے۔ بیوی کی تمنا ہوتی ہے کہ شوہر باہر جائے تو اچھا ہو کر جائے۔ ابو داؤد، کتاب الترجل میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس کے بال ہوں وہ انھیں بنا سنوار کر رکھے۔"

اللہ اللہ! اپنے امتیوں کا اس قدر خیال، اس قدر ہدایات اور کیوں نہ ہوں کہ قارئین کرام! میرے اور تمھارے حضور ﷺ سب سے بڑھ کر مہربان و شفیق ہیں۔ رؤف و رحیم ہیں۔

ٹوٹے برتن کو منہ نہ لگانا:

اے میرے حضور ﷺ کے پیروکار! گھر سے نکلے گا تو کم از کم کچھ نہ کچھ پی کر ہی نکلے گا۔ لسی پئے گا، دودھ۔ ملک شیک لے گا یا چائے کی چسکی.... تو جلدی میں ہے اسی گلاس یا کپ میں پینا شروع کر دیتا ہے جہاں سے ٹوٹا ہوا ہے۔ میرے حضور ﷺ تجھے منع کرتے ہیں۔ ابو داؤد، کتاب الاشربہ میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ پیالے (کپ یا گلاس) کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پیا جائے مشروب میں پھونک ماری جائے۔"

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ کو یہ گوارا نہیں کہ ٹوٹی ہوئی جگہ سے پیے گا تو اس کا ہونٹ زخمی نہ ہو جائے۔ یا یہ کہ وہاں جراثیم ہوتے ہیں۔ اس کے منہ میں کوئی جراثیم نہ چلا جائے..... یہ پھونک بھی نہ مارے کہ ہوا میں موجود کوئی جراثیم پھونک کے ساتھ شامل ہو کر اس کے مشروب میں نہ چلا جائے..... جی ہاں! میرے حضور ﷺ اپنے ہر امتی کی جان سے

بڑھ کر مہربان ہیں۔ شفیق ہیں اور تعلیم دے رہے ہیں۔ "دیکھنا! اپنا خیال کرنا۔" اور اپنا ہی نہیں دوسروں کا بھی خیال رکھو..... پھونک مارنے میں ایک قباحت یہ بھی ہے، پانی کے اندر ہی سانس لینے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اگر وہی پانی دوسرا بھی پیے گا۔ مذکورہ برتن میں اپنی باری پر تیسرا بھی پیے گا تو یہ انداز نفیس نہیں ہے اور مومن کو تو نفیس ہونا چاہیے۔ جو چیز دوسرے کے لیے کراہت کا باعث بنے اس سے پرہیز لازم ہے۔

نفاست کی بات چلی ہے تو اپنے حضور ﷺ کی نفیس طبع کا ذکر کر دوں۔ مسلم اور ابو داؤد، کتاب الاشربہ کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ حضرت بسر رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت کھانے گئے تو کھانا کھانے کے بعد مشروب پیا پھر کھجوریں پیش کی گئیں تو آپ ﷺ نے کھجوریں کھائیں، مگر آپ ﷺ جو بھی کھجور کھاتے تھے۔ اس کی گٹھلی شہادت اور ساتھ والی انگلی ملا کر ان کی پشت پر رکھتے گئے۔

جی ہاں! میرے حضور ﷺ نے گٹھلیوں کو اسی برتن میں نہیں رکھا جس میں کھجوریں پڑی تھیں۔ میرے حضور ﷺ نے ادب اور نفاست کی تعلیم دے دی۔ بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ بوٹی کھالی اور ہڈی ..... سالن کے اسی برتن میں رکھ دی جس میں سے وہ کھا رہے ہوتے ہیں یا منہ میں چوسی ہوئی ہڈی چنگیر میں رکھ دی...... اور پھر اپنی انگلیاں جو بار بار منہ میں ڈالتا ہے ان کو پونے سے صاف کرنا شروع کر دیتا ہے۔ خاص طور پر اجتماعی کھانے میں اپنے گھر سے باہر کسی کے ہاں دعوت کے موقع پر ایسی ساری باتیں اور عادتیں پسندیدہ نہیں ہیں۔ لوگو! میرے حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ان کے امتی کی کوئی عادت اسے بے وقار نہ کر دے صدقے اور قربان! ایسے پیارے حضور ﷺ کی محبوب اداؤں اور سنتوں پر۔

چوٹ نہ لگ جائے:

میرے حضور ﷺ کا امتی اپنے کسی کام پر چلا گیا ہے ..... یہ چمڑے کی جیکٹیں بناتا ہے۔ یا چمڑے کا فٹ بال، چمڑے کا جوتا بناتا ہے یا پرس..... تلوار کی میان بناتا ہے یا کچھ اور..... ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ چمڑے کے ٹکڑے کو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹا جائے۔"

ہاں، ہاں! میرے حضور ﷺ کو یہ گوارہ نہیں کہ کوئی محنت کش کام کرتے ہوئے ایسی بے احتیاطی کرے کہ اس کے ہاتھ زخمی ہو جائیں۔ انگلیاں زخمی ہو جائیں۔

محنت کش کو میرے حضور ﷺ کے امتی کو اللہ نے رزق دے دیا ہے۔ وہ صدقہ کرنا چاہتا ہے تو اس میں بھی اپنا خیال رکھے۔ ایسا نہ کرے کہ مال کی بنیادی اساس یعنی جو رزق کا منبع ہے اسے ہی صدقہ کر دے یا اس قدر کر دے کہ پھر خود مسکین بن جائے۔ ابو داؤد، کتاب الزکوۃ میں ہے میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ صدقہ اس انداز سے کیا جائے کہ خود محتاج اور ضرورت مند نہ ہو جائے۔"

یعنی میرے حضور ﷺ اپنے ہر امتی کو سبق دے رہے ہیں کہ اپنا خیال رکھو اور یہ خیال رکھتے ہوئے سب کا خیال رکھو۔ جہاں ضرورت ہو جائے وہاں ایثار اور قربانی بھی کرو۔ یہ ہے متوازن دین، شاندار تعلیم جو دی ہے، میرے حضور ﷺ نے ... جو ہر امتی کے ساتھ اس کی جان سے بڑھ کر ہیں شفیق و مہربان۔

ایسے رسول ﷺ کی حرمت پر جان بھی قربان.....

مصیبت پر ثواب:

اے میرے حضور ﷺ کے محب اور پیروکار امتی! ساری احتیاطوں کے باوجود تجھ پر کوئی مصیبت آ جائے۔ تکلیف سے دوچار ہو جائے تو گھبرانا نہیں میرے حضور ﷺ تجھے خوشخبری سناتے ہیں۔ ابن ماجہ، ابواب الفتن میں ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے سخت مصیبت کس پر آتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "انبیاء پر۔" پھر جو ان کے بعد سب سے افضل ہیں، پھر جو ان

کے بعد افضل ہیں۔ بندے پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین (اور ایمان) میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے۔ اگر اس کا ایمان نرم ہو تو اس کے ایمان کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ بندے پر آزمائش (مصیبت وتکالیف) آتی رہتی ہیں حتیٰ کہ اسے ایسا کر کے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر رہا ہوتا ہے۔ اور اس پر کوئی گناہ باقی نہیں ہوتا۔

ترمذی اور ابن ماجہ، ابواب الطب میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ ایک بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا اسے بخار تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا:

"خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بخار میری آگ ہے جسے میں دنیا میں اپنے مومن بندے پر مسلط کرتا ہوں تاکہ آخرت میں جہنم کے عذاب کے بدلے اس کا حصہ اس بخار کو بنا دیا جائے۔"

اللہ اللہ! پہلی بات اللہ سے عافیت کی دعا اور اپنی عافیت کے لیے مقدور بھر احتیاط..... پھر بھی تکلیف آ جائے تو اس پر اللہ کی طرف سے اجر و ثواب بے شمار..... یہ خوشخبریاں اور دلاسے دیے ہیں میرے حضور ﷺ نے۔

﴿اپنے ایسے مہربان حضور ﷺ پر جان بھی قربان﴾

رفاہِ عامہ کی حفاظت و امان

سڑک اور اس کے حقوق:

بخاری، کتاب المظالم والغصب اور ابو داؤد، کتاب القضاء میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب راستے (کی چوڑائی) کے بارے میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ راستہ سات ہاتھ چھوڑنا چاہیے۔

قارئین کرام! ہاتھ کی درمیانی انگلی کے پور سے لے کر کہنی تک لمبائی کو عربی میں ''ذراع'' کہتے ہیں۔ اردو میں اسے ''ہاتھ'' کہتے ہیں۔ سات ہاتھ گیارہ فٹ بنتے ہیں۔ یعنی جب اونٹوں، گھوڑوں کا دور تھا۔ بگھی بھی نہ ہوتی تھی۔ چھکڑے بھی موجود نہ تھے۔ اس دور میں اللہ کے رسول ﷺ نے گیارہ فٹ راستہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ راستے کی یہ چوڑائی کم از کم تھی۔ گیارہ فٹ کے چوڑے راستے پر اونٹ اور گھوڑے بآسانی ایک دوسرے کو کراس کر لیتے ہیں۔

اور اگر بگھی اور چھکڑا چلتا ہو تو پھر یہ راستہ کتنا چوڑا ہونا چاہیے۔ اس کا اندازہ بگھی اور چھکڑے کی چوڑائی سے لگانا چاہیے۔ ایک بگھی کو کم از کم چار گھوڑوں کی چوڑائی کے برابر راستہ مطلوب ہوتا ہے۔ اس حساب سے راستہ چوالیس فٹ ہونا چاہیے۔ فٹ پاتھ اس کے علاوہ ہے، کیونکہ پیدل لوگوں کا حق فٹ پاتھ ہے۔ اگر دونوں جانب کے پیدل لوگوں کا فٹ پاتھ دس فٹ ہو تو عمومی آبادیوں کے راستے کی چوڑائی ۵۴ فٹ ہونی چاہیے۔

اس حساب سے بڑے راستے مزید چوڑے اور جو بڑی شاہراہیں ہوں۔ ان کا ان

بڑے راستوں سے بھی چوڑا ہونا لازم ہے..... جب کہ موجودہ دور جو انتہائی تیز رفتاری کا دور ہے۔ کاروں، بسوں، اور ٹرالروں کا دور ہے۔ تو اس دور میں میرے حضور ﷺ کے ویژن کو سامنے رکھتے ہوئے شاہراہوں کو چوڑا کرنا چاہیے۔ ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ ہماری آج کی شاہراہیں اللہ کے رسول ﷺ کے ویژن کے مطابق چوڑی نہیں ہیں بلکہ یہ انتہائی تنگ ہیں جب کہ اسلام یہ بتلاتا ہے کہ جو شخص رستہ تنگ کرتا ہے وہ راستہ عام آبادی کا ہو یا عام لوگوں کا راستہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ جہاد جیسے عمل کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو اللہ کے رسول ﷺ کا انتباہ!

ابو داؤد، کتاب الجہاد میں ہے کہ حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ میں ایک غزوے میں اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ تھا (راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا) تو لوگوں نے خیمے لگانے کی جگہوں میں بھی تنگی کر دی اور عام گزرگاہ کو بھی نہ چھوڑا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اس صورتحال کا پتا چلا تو آپ ﷺ نے ایک اعلان کرنے والا بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا" جو شخص خیمہ لگانے میں تنگی کرے گا یا راستے پر خیمہ لگائے گا اس کا کوئی جہاد نہیں۔"

قارئین کرام! راستہ، سڑک اور فٹ پاتھ عام لوگوں کا راستہ ہے یہ لوگوں کا حق ہے جو اس حق پر قبضہ جماتا ہے وہ ظالم اور غاصب ہے ایسے ظالموں کی وجہ سے سڑکوں پر ایکسیڈنٹ ہو جاتے ہیں، ٹرکوں اور ٹرالیوں کو سڑکوں پہ کھڑا کر دیتے ہیں رات کے اندھیرے میں کوئی کار اور موٹر سائیکل اس میں جا لگتا ہے اور لوگ موقع پر مر جاتے ہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ سڑک اور راستے کے بارے میں جو چیپٹر لائے ہیں اس کا عنوان "کتاب المظالم والغصب" رکھا جبکہ صحیح مسلم میں اللہ کے رسول ﷺ کا جو فرمان ہے اس میں اور زیادہ سخت ترین انتباہ ہے" کتاب الاضحیٰ" میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

"جس نے زمین کے نشان کو بدلا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

قارئین کرام! سڑکوں پر جو "کلو میٹر سٹون" ہوتے ہیں ان پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شہر اتنے کلو میٹر کی مسافت پر ہے یہ اور اس طرح کی دیگر ہدایات والے بورڈ مسافروں کی رہنمائی کے لیے ہوتے ہیں جو شخص اس رہنمائی کو مٹاتا یا خراب کرتا ہے۔ میرے حضور ﷺ اس پر اللہ کی لعنت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس لعنت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو پگڈنڈیوں کو مٹا کر ادھر ادھر کر کے اپنی زمین میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس لعنت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی کی زمین کی علامتوں کو ختم کر کے ناجائز قبضے کرتے ہیں۔ ظلم اور غصب کرتے ہیں۔

پبلک مقامات پر لعنتی لوگ:

اس لعنت میں کچھ اور لعنتی لوگ بھی شامل ہیں۔ آیئے! دیکھتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ ابو داؤد، کتاب الطہارۃ میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"لعنت کے تین کاموں سے بچو: ① جو شخص لوگوں کے راستے پر پاخانہ کرتا ہے۔ ② پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرتا ہے۔ ③ لوگوں کے سائے میں پاخانہ کرتا ہے۔"

جی ہاں! پیارے حضور ﷺ کے فرامین کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پبلک مقامات پر، صاف جگہوں پر، شاہراہوں پر اور کچے پکے راستوں پر، گند پھیلانا، سگریٹ کے مرغولے بنانا۔ گندے دھوئیں سے لوگوں کو اذیت دینا، تھوکنا، فحش مذاق کرنا، لوگوں کو ستانا، فٹ پاتھ میں گند ڈالنا، پانی نہ بہانا، یہ سب لعنت کے کام ہیں.....

راہ سے کانٹے اٹھانے والا:

اس کے برعکس جس نے پبلک مقامات پر لوگوں کے راستوں پر رفاہِ عامہ کا کام کیا۔ اس کے لیے کیا اجر و ثواب ہے، ملاحظہ ہو، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"ایک مرتبہ ایک شخص سڑک پر چل رہا تھا اس نے دیکھا راستے پر کانٹوں بھری ایک شاخ پڑی ہے۔ اس نے اس شاخ کو ہٹا دیا۔ اللہ نے اس کے اس کام کی قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔

اسی باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"راستے پر پڑا ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا ایک شخص آیا اسے کاٹ ڈالا اور جنت میں داخل ہو گیا... میں نے اسے جنت میں مزے اڑاتے دیکھا۔"

ترمذی، کتاب البر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ایک شخص جو راہ بھول چکا ہے اسے راستہ دکھانا صدقہ ہے، اور جو گلی اور بازار کا راستہ دکھا کر رہنمائی کرے اسے غلام آزاد کرنے جیسا ثواب ملتا ہے۔"

قارئین کرام! اللہ کے رسول ﷺ نے راستے پر (یعنی کنارے پر) بیٹھنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی راستے پر بیٹھنا ہی چاہے تو صحیح مسلم کتاب اللباس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چار شرطوں کے ساتھ راستے پر بیٹھنے کی اجازت دی اور اسے راستے کا حق قرار دیا۔

۱۔ نگاہ نیچی رکھنا۔

۲۔ راہ میں تکلیف کا باعث نہ بننا۔

۳۔ سلام کا جواب دینا۔

۴۔ نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنا۔

عبادت مگر بندوں کو تکلیف نہ ہو:

یاد رکھیے! اللہ کو اپنے بندوں کے حقوق کا اس قدر خیال ہے۔ اللہ کو اپنے بندوں کے راحت و آرام کا اس قدر احساس ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے میں بھی اس کے کسی بندے کو تکلیف نہ پہنچے۔ اگر تکلیف پہنچ گئی تو پھر عبادت کس کام کی رہ گئی؟ ملاحظہ ہو۔ ابو داؤد، کتاب الطہارۃ میں ایک حدیث..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن نہایا، بہترین لباس پہنا اگر اس کے پاس خوشبو تھی تو اسے بھی لگا لیا۔ پھر وہ جمعہ پڑھنے (مسجد میں) آ گیا لیکن لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگیں (جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا) پھر جو اللہ کو منظور تھا نوافل ادا کیے، پھر خاموشی کے ساتھ اس وقت تک بیٹھا رہا حتی کہ امام خطبہ کے لیے نکلا اور نماز پڑھا کر فارغ ہو گیا تو ایسے شخص کے وہ گناہ جو پچھلے اور موجودہ جمعے کے درمیان تھے۔ یہ جمعہ ان سب گناہوں کا کفارہ بن گیا۔''

قارئین کرام! جمعہ کی عبادت اور گناہوں کی معافی میں ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے قریب جانے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نہ جائے...... جب گردنیں پھلانگے گا تو کسی کو اس کا پاؤں لگے گا اور کسی کو ٹانگ لگے گی اور کوئی ویسے ہی اس حرکت کو ناگوار سمجھے گا چنانچہ اس نے اگر لوگوں کو اس انداز سے نہ ستایا تو تب ثواب ملے گا۔ گناہوں کا کفارہ ہو گا ورنہ نہیں ۔ اللہ اللہ! اللہ کی عبادت میں بھی حقوق انسان کا خیال اولین شرط ہے۔

حقوق انسانی کا نماز جیسی عبادت میں بھی اس قدر خیال ہے میرے حضور ﷺ کو کہ کوئی نمازی صف میں ایک جانب زیادہ نہ جھکے۔ یہ جھکے گا تو ساتھ والا سیدھا کھڑے ہونے میں دقت محسوس کرے گا، چنانچہ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

«خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلٰوةِ»

''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں کہ نماز میں جن کے کندھے نرم ہوں۔''

[أبو داود، كتاب الصلاة]

یعنی اکڑ کر دوسرے بھائی کے لیے اذیت کا باعث نہ بنے۔ معمولی سی اذیت دینے سے بھی نمازی اپنے اللہ کے انعامات سے کیسے محروم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد کتاب الصلوۃ

میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان:

''جب نمازی مسجد داخل ہو گیا تو جب تک نماز کا وقت اسے مسجد میں روکے رکھتا ہے، وہ نماز میں ہی شمار ہوتا ہے پھر (نماز پڑھنے کے بعد) جب تک وہ اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی تھی تو فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اے اللہ! اس کو بخش دے۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ یہ دعائیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک کہ وہ کسی کو ایذا نہ دے یا بے وضو نہ ہو جائے۔''

جی ہاں! جب وہ مسجد میں لڑائی جھگڑا کرے گا، کسی کی چغلی کرے گا۔ کسی کو اذیت دے گا حتیٰ کہ ہوا خارج کر کے کسی کو تکلیف دے گا تو فرشتے اپنی دعاؤں کا سلسلہ فوراً بند کر دیں گے۔ یعنی ادھر اس نمازی نے حقوق انسانی کے احترام کا خاتمہ کیا اور ادھر فرشتوں نے اس کے لیے اپنی دعاؤں کا اختتام کر دیا۔

الغرض! جو بندہ بھی اپنے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو یہ معاملہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ اس سلسلے میں بندے کی طرف سے کسی دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے۔ ابوداؤد، کتاب التطوع میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے۔ آپ ﷺ نے سنا کہ لوگ اونچی آواز میں تلاوت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پردہ ہٹایا اور فرمایا:

''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگ (تلاوت کے ذریعے) اپنے رب سے گفتگو کر رہے ہو، لیکن خبردار! تم میں سے کوئی دوسرے کو ہرگز اذیت سے دوچار نہ کرے اور قراءت میں اپنی آواز دوسرے پر بلند نہ کرے۔ یا ایسا فرمایا کہ نماز میں (اپنی آواز بلند نہ کرے)۔''

یعنی اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو تلاوت کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا ہوگا۔ نمازی اگر

بلند آواز سے تلاوت کر رہا ہے تو اسے بھی اپنے اردگرد کے ماحول کا خیال رکھنا ہو گا کہ اس کے ایسا کرنے سے کوئی دوسرا پریشان تو نہیں ہو رہا...... اللہ اللہ! کہاں میرے حضور ﷺ کی یہ تعلیم اور کہاں آج کے نام نہاد محبان کہ جب دل میں آئے لاؤڈ سپیکر کھولا اور نعتوں، نظموں کا سلسلہ شروع کر دیا...... گھر میں کوئی بیمار تڑپ رہا ہے۔ کسی کی نماز خراب ہو رہی ہے۔ کسی کی تلاوت کا مزہ خراب ہو گیا ہے۔ کسی کی تحقیق اور ریسرچ کا ستیاناس ہو گیا ہے کوئی بچہ اور بچی اپنے امتحان کی تیاری کر رہا تھا وہ پریشان ہو گیا ہے...... کوئی بچہ سو رہا تھا تو وہ جاگ گیا ہے۔ اس نعت خوان اور نظم خواں نے کتنے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا...... اور پھر دین کے نام پر...... جی ہاں! یہ دین کے نام پر لوگوں کی بد دعائیں لے رہا ہے۔ اللہ کا مجرم بن رہا ہے...... اور یہ بے چارہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دین کا کام کر رہا ہے...... اللہ کے بندے! دین کا کام کرتے ہوئے تجھے مفاد عامہ کا خیال رکھنا ہو گا۔ ہاں لاؤڈ سپیکر کے بغیر اکیلا جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کر......

میرے پیارے حضور ﷺ تو یہاں تک مفاد عامہ کا خیال رکھتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھائے تو وہ بھی مفاد عامہ کا خیال رکھے۔ مسلم اور ابو داؤد، کتاب الصلوۃ میں مروی روایت کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر ایک دور کے محلے میں جا کر لوگوں کی امامت کرواتے۔ ایک دن انھوں نے سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کر دی۔ ایک آدمی حضرت سلیم انصاری رضی اللہ عنہ نے نماز چھوڑی۔ اپنی پڑھی اور گھر چلے گئے۔ لوگوں نے اسے کہا۔ یہ تو نے کیا کیا؟ کیا منافق ہو گیا ہے؟ اس نے کہا میں منافق نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آبپاشی کی اونٹنیوں والے لوگ ہیں اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ تھکے ماندے لوگ ہوتے ہیں۔ اور ادھر سے جناب معاذ رضی اللہ عنہ سورۃ بقرہ پڑھنے لگے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ حضرت معاذ پر ناراض ہوئے اور فرمایا: ''کیا تو اس طرح سے

لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والا بنے گا؟ اے معاذ! فتنے میں ڈالنے والے نہ بنو۔ تمہارے پیچھے بوڑھے بھی نماز پڑھتے ہیں۔ کمزور بھی پڑھتے ہیں، کام کاج والے اور مسافر بھی نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا خیال رکھو۔

قارئین کرام! بخاری، ابوداؤد کتاب الصلوۃ کے مطابق اسکے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے حکم جاری فرمایا:

((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَ فِي رِوَايَةٍ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَ ذَا الْحَاجَةِ وَ إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ))

''جب تم میں سے لوگوں کو کوئی نماز پڑھائے تو وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور، بیمار، بوڑھے اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں، ہاں! جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے۔''

یعنی جب مفاد عامہ کے امور انجام دے گا تو ان کے اجتماعی مفاد کا خیال رکھنا لازم ہو گا۔ حتیٰ کہ امام جماعت کرا رہا ہو تو اللہ سے دعا بھی مانگے تو اجتماعی مانگے انفرادی مت مانگے اسے دعا میں بھی مفاد عامہ کا خیال رکھنا ہوگا۔ ملاحظہ ہو میرے حضور ﷺ کا ارشاد، فرمایا:

''کوئی بندہ نماز پڑھائے تو نمازیوں کو چھوڑ کر صرف اپنے لیے دعا نہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو ان نمازیوں کی خیانت کا ارتکاب کیا۔''

[ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیہا]

لوگو! یہ حقیقت تو قرآن نے سورۃ النجم میں بتلا دی کہ میرے حضور ﷺ (دین کے معاملے میں) اس وقت تک بولتے ہی نہیں جب تک کہ عرش والا رب بلواتا نہیں، اب سوچو! میرا رب میرے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کیا کہلوا رہا ہے؟ جی ہاں! جو رب اپنے ساتھ عبادت میں مفاد عامہ سے ہٹ کر امام کی دعا کو خیانت قرار دیتا ہے وہ اس حکمران کے

ساتھ کیا سلوک کرے گا جو مفاد عامہ سے ہٹ کر اپنی ذات اور رشتہ داروں کو فائدے پہنچانے کے لیے عجیب وغریب حرکتیں کرتا ہے؟

اللہ اللہ! قربان، صدقے اور واری ایسے پیارے حضور ﷺ پر کہ جنھوں نے اپنے امتیوں کے حقوق کا اس قدر تحفظ کیا کہ نماز اور دعا میں بھی حقوق کو پامال نہ ہونے دیا۔ سوچو! میرے اس پیارے حضور ﷺ نے دنیا کے حقوق کے بارے میں کیا کچھ نہ کیا ہوگا؟ جی ہاں! ایسا کمال کیا کہ معلوم انسانی تاریخ کو لاجواب کر دیا۔ پھر کیوں نہ کہوں!

اے اللہ! صلوٰۃ اس پر، سلام اس پر، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں، اربوں، کھربوں نہیں بلکہ لاتعداد، ان گنت اور بے شمار صلوٰۃ وسلام تیری جناب میں اپنے پیارے حضور ﷺ پر کہ ان کے وجودِ مسعود نے مفاد عامہ کے حقوق کو رہتی دنیا تک بقعہ نور بنا دیا۔

عزت اور حق کا تحفظ:

قارئین کرام! ہم نے مفاد عامہ کی عمومی سطح کے تذکرے کیے، آیئے! اب ذرا شخصی سطح کے بھی تذکرے کریں، میرے پیارے حضور ﷺ کی مبارک زندگی کے نمونے ہر سطح پر عجب بہار دیتے ہیں۔

ترمذی، کتاب البر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، بتلاتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"مردوں کو مت گالی دو اس سے تم زندہ لوگوں کو اذیت سے دوچار کر دو گے۔"

لوگو، ذرا سوچو! جو دین فوت ہونے والوں کی آبرو کا یوں تحفظ کرے وہ زندوں کی آبرو کا کس قدر محافظ ہوگا؟...... آیئے! ملاحظہ کیجیے، آبروئے مسلم کے تحفظ کا ایک اور نظارہ......

ابوداؤد کتاب المناسک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ (ہم) حج کے لیے روانہ ہوئے منیٰ کے میدان میں

لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، کوئی کہہ رہا تھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے طواف سے قبل سعی کر لی۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے معلوم نہیں ہو سکا اور میں نے قربانی ذبح کرنے سے پہلے اپنے بال منڈوا لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ذبح کر لو۔ کوئی حرج نہیں، ایک اور آیا اور بولا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے معلوم نہیں ہو سکا اور میں نے جمرات کو کنکریاں مارنے سے قبل قربانی کر لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں۔ جس نے بھی کوئی کام پہلے کر لیا یا بعد میں کر لیا آپ ﷺ یہی فرماتے تھے کوئی حرج نہیں، کوئی بات نہیں...... "مگر یاد رکھو!

« إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِي حَرِجَ وَهَلَكَ »

حرج میں وہ شخص مبتلا ہو گیا اور برباد ہو گیا جس نے کوئی ظلم کرتے ہوئے کسی مسلمان کی آبرو کو زبان کی قینچی سے کاٹ ڈالا۔"

اللہ اللہ! یہ ہے ایک مسلمان کی آبرو اور عزت کی اہمیت کہ جسے برباد کرنے کے لیے لوگ لمحہ کی دیر نہیں لگاتے۔ صبر سے کام نہیں لیتے۔ ایک جانب سے بات سنی اور فوراً آبروئے مومن پر حملہ آور ہو گئے۔ یاد رکھو! میرے حضور ﷺ آگاہ کرتے ہیں۔ ایسا حملہ آور برباد ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔

الغرض! مسلمان کی تکریم اور مفاد کا میرے حضور ﷺ نے اس قدر خیال رکھا کہ صحیح مسلم، کتاب السلام میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کوئی شخص کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے اور اس کی جگہ پر مت بیٹھے۔"

اسی طرح صحیح بخاری میں اور ابوداؤد، ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ میں حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص (اجتماعی دسترخوان پر بیٹھے ہوئے) اپنے ساتھیوں سے اجازت لیے بغیر دو دو

کھجوریں ملا کر کھائے۔

قارئین کرام! جو دین اس حد تک ایک مسلمان کے مفاد کا خیال رکھے کہ دسترخوان پر اس کے ایک ایک لقمے کے حق کا بھی تحفظ کرے وہ کسی کی محنت کش کی محنت کو کس طرح ضائع ہونے دے گا؟ چنانچہ صحیح بخاری، کتاب الادب میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مسلمان جو کسی درخت کا پودا لگاتا ہے پھر اس درخت کا پھل کوئی انسان یا جانور کھاتا ہے تو وہ درخت لگانے والے کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔''

ترمذی، کتاب الاحکام میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان جو درخت کا پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیتی بوتا ہے پھر اس کو کوئی انسان، پرندہ یا چوپایہ کھاتا ہے تو وہ درخت لگانے اور کھیتی بونے والے کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔

ابن ماجہ، باب الرھون میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

« أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ »

''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔''

بخاری، مسلم اور ابو داؤد، کتاب البیوع میں ہے:

« مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ »

''مالدار آدمی کا (ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ نے مزدور اور ملازم کے حق کا تحفظ کیا تو آقا اور مالک کے حق کا بھی تحفظ کیا۔

ابن ماجہ، ابواب النکاح میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

« أَيُّمَا عَبْدٍ مَمْلُوكٍ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ فَلَهُ أَجْرَانِ »

''جو کوئی غلام انسان اللہ کا حق ادا کرتا ہے جو اس کے ذمہ ہے اور اس کے ساتھ اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرتا ہے اس کے لیے دو اجر ہیں۔''

جب مقداد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حصے کا دودھ پی گئے:

قارئین کرام! آئیے، اب میں آپ کو اپنے پیارے حضور ﷺ اور مسکین مدینہ کے درمیان بیتنے والے ایک ایسے واقعہ سے آگاہ کروں جو یہ بتلائے گا کہ دوسروں کا خیال کس قدر رکھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربہ میں ہے، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں میں اور میرے دو ساتھی مدینہ میں اس حال میں آئے کہ بھوک اور فاقوں کی وجہ سے ہمارے کانوں کی قوت سماعت اور آنکھوں کی بصارت متاثر ہو چکی تھی۔ ہم اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے کہ کوئی ہماری کفالت کا بوجھ اٹھا لے مگر عدم استطاعت کی وجہ سے کوئی یہ بوجھ نہ اٹھاتا تھا۔ آخر کار ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ہم لوگوں کو اپنے گھر لے گئے۔ (گھر کے مہمان خانے) میں تین بکریاں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا دودھ دوہ لیا کرو ہم سب اکٹھے مل کر گزارا کر لیں گے۔

ہم ان بکریوں کا دودھ دوہا کرتے۔ ہم تینوں اپنا اپنا حصہ پی لیتے اور اللہ کے رسول ﷺ کا حصہ بچا کر رکھ دیتے۔ آپ ﷺ (مدینہ میں اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر) رات کو تشریف لاتے اور ہمیں ایسی آواز سے سلام کہتے کہ جس سے سونے والے کی آنکھ نہ کھلے اور جو جاگ رہا ہو وہ سن لے۔ ایک رات جبکہ میں اپنے حصے کا دودھ پی چکا تھا ایسا ہوا کہ شیطان نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ حضور نبی کریم ﷺ تو انصار لوگوں کے پاس جاتے ہیں وہ آپ ﷺ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو کھانے پینے کی جو ضرورت ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے بھلا حضور ﷺ کو اس تھوڑے سے دودھ کی کیا ضرورت ہوگی؟ چنانچہ میں حضور ﷺ کے حصے کی طرف بڑھا اور دودھ پی گیا۔ جونہی دودھ پیٹ میں گیا تو اب شرمندگی نے آن گھیرا۔ شیطان نے دل میں وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیا کہ تم نے حضور ﷺ کا حصہ پی لیا۔ جب آپ ﷺ آئیں گے دودھ

موجود ہوگا تو تجھے بد دعا دیں گے چنانچہ تیری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی۔ پیٹ میں گیا دودھ اب کیسے واپس آ سکتا تھا۔ میں ایک چادر اوڑھ کر لیٹ گیا۔ وہ اس قدر چھوٹی تھی کہ سر ڈھانپتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتا تو سر ننگا ہو جاتا۔ سو میں سوچتا رہا نیند نہ آئی۔ میرے باقی دونوں ساتھی سو گئے۔ وہ خوش قسمت تھے کہ جو کام مجھ سے ہو گیا وہ اس سے محفوظ تھے چنانچہ سو گئے۔

آخر کار اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے۔ حسب معمول حضور ﷺ نے سلام کہا۔ پھر مسجد تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے (نفل) نماز پڑھی۔ اس کے بعد دودھ کے قریب آئے، برتن کا ڈھکن اٹھایا تو وہ خالی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا...... میں دل میں کہنے لگا کہ اب آپ ﷺ مجھے بد دعا دیں گے اور میں برباد ہو جاؤں گا۔ مگر آپ ﷺ نے اللہ کے حضور بس یہ الفاظ بولے:

''اے اللہ جو مجھے کھلائے اسے کھلا اور جو مجھے پلائے اسے پلا۔''

حضور ﷺ کے یہ الفاظ سن کر میں اپنے تہبند کو مضبوطی سے باندھتے ہوئے اٹھا۔ ہاتھ میں چھری پکڑ لی اور بکریوں کی طرف چلنے لگا...... یہ سوچ کر کہ ان میں سے جو موٹی ہوگی اسے ذبح کر دوں گا اور اللہ کے رسول ﷺ کو کھلاؤں گا۔ موٹی بکری کے پاس آیا تو اس کے تھنوں میں بھرا ہوا دودھ دیکھا۔ باقی دونوں کو دیکھا تو ان کے تھنوں میں بھی دودھ بھرا ہوا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے گھر والوں کا یہاں ایک فالتو برتن پڑا تھا۔ میں نے اسے پکڑا اور اس میں دودھ دوہنے لگ گیا۔ اتنا دودھ برتن میں ہو گیا کہ اوپر جھاگ آ گئی۔ اب میں نے اس دودھ کو لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا...... اس پر آپ ﷺ مجھے پوچھنے لگے، مقداد! تم نے رات کو اپنے حصے کا دودھ پیا نہیں؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دودھ پیجئے۔ آپ ﷺ نے پیا اور پھر مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اور پیجئے، آپ ﷺ نے اور نوش فرمایا اور پھر باقی مجھے دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ

حضور ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور آپ ﷺ نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے جو دعا کی تھی۔ اس دعا کا مستحق ہو چکا ہوں تو اب میں ہنسنے لگ گیا حتیٰ کہ ہنستے ہنستے زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ سمجھ گئے اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ اے مقداد! لگتا ہے کوئی حرکت کی ہے، اب میں نے جو کیا تھا وہ سارا کچھ حضور ﷺ کو بتا دیا۔ اس پر آپ ﷺ فرمانے لگے۔ ایسے وقت میں یہ دودھ محض اللہ کی رحمت ہے۔ یہ بات تھی تو تم مجھے پہلے ہی بتلا دیتے۔ ہم اپنے باقی دونوں ساتھیوں کو بھی جگا دیتے وہ بھی یہ دودھ پی لیتے۔ اس پر میں نے عرض کی، اس اللہ کی قسم! جس نے جناب ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کی رحمت حاصل کر لی اور آپ ﷺ کے ساتھ حاصل کر لی اب مجھے کیا پرواہ ہے کہ لوگوں میں سے جو بھی اس رحمت کو حاصل کرتا ہے تو کرے۔"

قارئین کرام! جو بندہ غلطی پر شرمندہ ہو جائے وہ اللہ کو بڑا ہی پیارا لگتا ہے، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے غلطی تو ہوئی مگر اس پر جس قدر انھیں ندامت ہوئی اللہ نے کہیں بڑھ کر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اپنی نعمت سے نواز دیا.... میرے پیارے حضور ﷺ کی محبتوں کو جس نے سمیٹ لیا اس سے بڑا خوش قسمت کون ہوگا؟

یاد رکھیے! مومن ہونا شرط ہے، مومن کو تو ایسے غم وفکر پر بھی اجر ملتا ہے۔ جیسی فکر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوئی۔ صحیح مسلم، کتاب البر میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"مومن جب کسی تکلیف اور مصیبت سے دوچار ہوتا ہے۔ یا اسے بیماری اور کوئی غم لاحق ہوتا ہے حتیٰ کہ اسے کوئی فکر لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس فکر کی وجہ سے بھی اس کے گناہ دور کر دیتے ہیں۔"

صحیح مسلم میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مومن کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچے حتیٰ کہ اسے کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے نیکی عطا فرما دیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے اس کا ایک گناہ ختم کر دیتے ہیں۔

مظلوم کی بد دعا:

قارئین کرام! مزہ اسی زندگی کا ہے جو دوسروں کا خیال رکھ کر گزاری جائے۔ جس میں مفاد عامہ کا خیال رکھا جائے اپنے قریبیوں کا احساس کیا جائے ......اور جس زندگی میں دوسروں کا احساس وخیال اور ہمدردی نہ ہو وہ حیوان کی زندگی ہے۔ انسان کی زندگی نہیں ہے۔ میرے حضور ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا ......اس کی سورۃ النساء ملاحظہ ہو......آیت نمبر ۳۶ ہے۔ اللہ نے اس آیت میں جہاں والدین، رشتہ داروں، مسکینوں، قرابت دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے وہیں" وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ بھی احسان کرنے کا حکم دیا ہے......یعنی کسی مجلس میں آپ کے پہلو میں کوئی بیٹھا ہے۔ بس ریل گاڑی یا جہاز میں آپ کے پہلو میں کوئی بیٹھا ہے تو اس کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس پر احسان کرنا لازم ہے۔ اس کا احساس وخیال رکھنا ضروری ہے۔

لوگو! آپ نے دیکھا میرے حضور ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے ہیں تو سلام آہستہ سے کہتے ہیں کہ حضرت مقداد ؓ اور ان کے باقی مسکین ساتھیوں کی آنکھ نہ کھل جائے۔ نیند خراب نہ ہو جائے۔ مجھے بتلاؤ! آج کون ہے جو اس قدر احساس کرتا ہو اجتماعی مجالس میں چند احباب اکٹھے ایک جگہ سوتے ہیں کوئی خیال نہیں کرتا کہ میں باتیں کر رہا ہوں جب کہ کچھ ساتھی آرام کر رہے ہیں۔ کون ہے جو دروازہ آہستہ سے کھولے یا بند کرے کہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے کوئی بے آرام نہ ہو جائے ......کون ہے جو سفر میں پہلو کے ساتھی کا خیال کرتا ہو۔ اللہ کی قسم میں حیران ہوتا ہوں اور حیران ہو ہو کر صدقے واری اور قربان جانے کو دل کرتا ہے ایک دو بار یا لاکھوں بار نہیں۔ بے شمار بار......اپنے ایسے پیارے حضور ﷺ پر

کہ جو انسانیت کو جینے کا ڈھنگ بتا گئے۔ میرے حضور ﷺ نہ ہوتے تو اللہ کی قسم! یہ دنیا جانوروں کے باڑے اور درندوں کے جنگل سے بدتر ہوتی۔۔ ہاں ہاں!..... اسلام تو محبِ رسول ﷺ اسے مانتا ہے جو ایسے احساس کا حامل ہو اور جو ان احساسات سے عاری ہو جائے۔ بلکہ وہ کہیں آگے بڑھ کر..... ظالم بن کر درندگی پہ اتر آئے..... لوگوں کے حقوق غصب کرتا پھرے وہ محبِ رسول ﷺ نہیں ہو سکتا۔ سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہاں وہ تو انسان بھی نہیں..... اسے مخاطب کر کے یہی کہا جا سکتا ہے۔ اے انسان نما درندے! میرے حضور ﷺ کا انتباہ سن! بخاری کتاب المظالم اور ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ»

''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ میں ہے، فرمایا: ''تین دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں، انصاف والے حکمران کی دعا، روزہ دار کی جب وہ افطار کرتا ہے، اور مظلوم کی دعا کو تو بلند کر کے بادلوں کے اوپر لے جایا جاتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور عزت و جلال والا رب اسے مخاطب کر کے کہتا ہے:

«وَ عِزَّتِيْ لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ»

''مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تیری ضرور بالضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت بعد ہی کروں۔''

لہٰذا تھوڑا سا صبر کر کہ جبر و ظلم کا وقت تھوڑا ہے۔

ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق

روزانہ ستر بار:

حسن اخلاق کا پہلا منظر انسان کے اپنے چہرے کا ہوتا ہے۔ ترمذی، کتاب البر میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''نیکی کا ہر کام صدقہ ہے۔ نیکی یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے ملو تو ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ اور فرمایا! اپنے بھائی کے سامنے تیری مسکراہٹ تیرے لیے صدقہ ہے۔''

ترمذی، کتاب المناقب میں ہے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ:

''مسکراہٹ کے حوالے سے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔''

صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو (میرے باپ) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور عرض کیا۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ! انس سمجھدار لڑکا ہے۔ آپ ﷺ مدینہ میں ہوں یا سفر میں جائیں یہ آپ ﷺ کی خدمت کرے گا چنانچہ میں نے دس سال اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں آپ ﷺ نے کبھی اف (اوئے)

تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ یا تو نے یہ کام کیوں نہ کیا؟
حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ سارے لوگوں میں سب سے بڑھ کر خوبصورت ترین
اخلاق کے مالک تھے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک مجلس کی منظر کشی کرتے ہوئے بتلاتے ہیں امام ترمذی، کتاب البر میں روایت لائے ہیں کہ ایک بزرگ سردار آیا وہ اللہ کے نبی ﷺ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ لوگ جو حضور ﷺ کے قریب بیٹھے تھے۔ دائیں بائیں سرکنے لگے تاکہ بزرگ سردار کے لیے جگہ بنائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب یہ انداز دیکھا تو فرمایا:

«لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ یَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا»

"جو ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے لوگوں کی توقیر نہ کرے وہ ہم
میں سے نہیں ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے جو ہمارے بڑوں کے شرف (عزت) کو پہچانتا نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے جو ہمارے بڑوں کے حق کو پہچانتا نہیں۔ اللہ اللہ! بچوں پر شفقت اور بڑوں کی توقیر، شرف اور حق کو پہچاننے کا نام اخلاق ہے۔ ایک بڑے بزرگ کے مقام کو پہچانتے ہوئے جب حاضرین مجلس نے ان کے لیے جگہ بنائی تو میرے حضور ﷺ نے اخلاق کا ایک اصول طے فرما دیا۔ اس ضمن میں ایک اور حدیث قابل ذکر ہے صحیح مسلم اور ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ»

"اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کا اکرام ان کے مرتبے کے
مطابق کریں۔"

ترمذی، کتاب البر میں ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ خادموں کے بارے

میں حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ تمہارے بھائی ہیں جنھیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے لہٰذا جس شخص کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو وہ اسے اپنے کھانے سے کھانا کھلائے۔ اپنے پہناوے سے اسے پہنائے اور اس پر کام کے ایسے بوجھ کی تکالیف نہ ڈالے جو اس کے بس میں نہ ہو اور اگر اس کے بس سے باہر تو اس کی مدد کرے۔

ترمذی، کتاب البر میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ اللہ کے رسول ﷺ خاموش رہے تو وہ دوبارہ پوچھنے لگا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً»

"روزانہ ستر بار"

صدقہ دی ہوئی شے کی خریداری:

ایک مسلمان کا اخلاق اس قدر اعلیٰ ترین معیار کا ہونا چاہیے کہ دور سے بھی کوئی داغ دھبہ نظر نہ آئے ملاحظہ ہو میرے حضور ﷺ کی راہنمائی۔ ابوداؤد، کتاب الزکوۃ میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ ان کے ابا جی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا دیا پھر دیکھا کہ اسی گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ اس گھوڑے کو خرید لیں لیکن خریدنے سے قبل اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ وہ اسے خریدیں یا نہ خریدیں آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے مت خریدنا اور اپنا صدقہ واپس نہ لینا۔"

اللہ اللہ! بظاہر تو کوئی حرج نہیں کہ گھوڑا کھلی منڈی میں فروخت ہو رہا ہے۔ پیسے دے

کر ہی خریدنا ہے۔ مگر دیکھنے والوں کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ شاید اپنا صدقہ واپس لے لیا ۔ ۔۔ یہ کردار پر دھبہ ہے۔ چنانچہ غلط فہمی کی گنجائش پیدا ہی کیوں ہونے دی جائے ؟! اس طرح کا ہونا چاہیے! ایک مسلمان کا کردار......دوسری قباحت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیچنے والا رواداری اختیار کرے گا کہ دیا تو اسی نے تھا۔ اب رواداری میں جتنا سستا ہے لے لیا جائے ۔ ....الغرض! ان قباحتوں کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل بھی مطمئن نہیں ہوا تبھی تو اپنے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میرے حضور ﷺ نے بھی اسے صدقہ لوٹانے سے تعبیر کیا۔ اور صحیح مسلم میں میرے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق دی ہوئی شے کو واپس لینے والا ایسے ہے جیسے کتا قے کر کے چاٹتا ہے۔ لوگو! ایک مسلمان کا اخلاقی کردار بہت بلند دیکھنا چاہتے ہیں میرے حضور ﷺ۔

خزانچی کا اخلاقی معیار:

اخلاقی برتری کی ہی ایک اور مثال صحیح بخاری اور ابوداؤد، کتاب الزکوۃ میں یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

یہ حقیقت ہے کہ دیانتدار خزانچی جو اپنے مالک (یا امیر) کے حکم کے مطابق دل کی خوشی سے پورا پورا دے یہاں تک کہ جس کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اسے دے دے تو اس خزانچی کا شمار دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک کا ہے (ایک وہ مالک یا امیر جس نے دینے کا حکم دیا اور دوسرا یہ خزانچی جس نے دل کی خوشی سے حکم کی تعمیل کر دی)۔

جی ہاں! عام حکومتی خزانچی ایسا کرتے ہیں کہ لوگوں کا کام ٹال مٹول میں ضائع کرتے ہیں گویا اس نے اپنے باپ کی جائیداد سے ادا کرنا ہے۔ یہ خواہ مخواہ بخل کر کے اخلاقی ذہنیت کی پستی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور نقد کا مجرم بن رہا ہے ... حالانکہ آخر کار دینا ہی پڑے گا.....دوسرا وہ خوش قسمت ہے کہ جو دل کی خوشی سے فوراً دیتا ہے۔ اسے اسی طرح

صدقہ دینے والا شمار کر لیا جائے گا جس طرح کہ وہ مالک صدقہ دینے والا ہے جو اپنے مال سے دے رہا ہے...... یوں میرے حضور ﷺ اپنے امتیوں کی تربیت کرتے تھا۔ کہ ایک مسلمان کی اخلاقی سطح بخل جیسے خسیس پنا سے عبارت نہیں ہونی چاہیے بلکہ فراخ دلی کے حسن سے مزین ہونی چاہیے۔

ایسی معمولی اور چھوٹی چھوٹی آلائشوں میں مبتلا ہونے کی بجائے مسلمان کو اس قدر بلند اخلاق ہونا چاہیے کہ وہ آلائشوں کی دلدل میں نہ دھنسے بلکہ وسیع میدان میں تعاون کرنے والا۔ فراخ دل رکھنے والا ہونا چاہیے۔ کیسا......؟ بتلاتے ہیں، میرے حضور ﷺ!

شکر گزار اور نمک حرام:

صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا اور ابو داؤد، کتاب الزکوۃ میں ہے۔ فرمایا:

جس نے کسی مسلمان سے دنیا کا ایک دکھ دور کر دیا۔ عزت وجلال والا اللہ قیامت کے دن اس کا ایک دکھ دور کر دے گا اور جس نے کسی مشکل میں گھرے شخص کے لیے آسانی کا سامان کر دیا۔ اللہ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کر دے گا۔ اسی طرح جس نے کسی مسلمان (کے عیبوں) پر پردہ ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس (کے عیبوں) پر پردہ ڈال دے گا۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

قارئین کرام! بعض لوگ محسن کش ہوتے ہیں۔ نمک حرام ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ گدھا جس کو اس کا مالک چارہ ڈالتا ہے۔ وہ اس چارے پر ہی مالک کا ایسا وفادار ہوتا ہے کہ گاؤں سے باہر کھیتوں میں اس پہ چارہ لاد دیا جاتا ہے تو وہ بغیر مالک کے اکیلا ہی گھر پہنچ جاتا ہے۔ ...میں ایک بار ملکہ ہانس کے قصبہ

میں جمعہ پڑھانے گیا۔ قصبے میں راستہ تنگ تھا۔ دونوں طرف بڑی بڑی گندی نالیاں تھیں۔
سامنے گدھا ایک ریڑھی کو کھینچے چلا آ رہا تھا۔ ریڑھی پر چارہ لدا ہوا تھا۔ گدھا اکیلا ہی تھا۔
مالک ہمراہ نہ تھا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ گاڑی کو بچاؤ ڈرائیور نے بائیں سمت والا ٹائر
نالی کے ساتھ لگا دیا۔ ادھر گدھے نے بھی ایسی ڈرائیونگ کی کہ اس کی ریڑھی کا پہلا ٹائر نالی
کے کنارے پر ہی آیا اور کار اور ریڑھی دونوں ایک دوسرے کو کراس کر گئے... سبحان اللہ!
یہ ہے وہ عقل جو اللہ نے ایک گدھے کو دی ہے ... اب اگر کوئی انسان کسی کا احسان پا کر
اکڑتا پھکوتا ہے تو وہ گدھے سے بدرجہا بدتر ہے.... اسی لیے میرے حضور ﷺ نے خوب
فرمایا: میرے حضور ﷺ کا فرمان۔ ابو داؤد، کتاب الادب میں دیکھئے اور آداب سیکھیے،
ترمذی کے کتاب البر میں ملاحظہ کیجئے اور نیکی کا حسن ملاحظہ کیجئے میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ»

''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''

شکر کا معنی قدردانی ہے یعنی جو اپنے کسی محسن کی قدردانی نہیں کرتا وہ اللہ کی قدردانی
کیسے کرے گا؟

جب کہ اللہ کے احسانات کی عظمتوں کے کیا کہنے اور پھر ان کی گنتی کا تو کوئی شمار ہی
نہیں تو جو انسان اپنے محسن کسی انسان کا شکر ادا نہیں کرتا۔ قدردانی نہیں کرتا وہ اللہ کے عظیم
احسانات اور بے شمار انعامات کی قدردانی کیسے کرے گا......؟ محسن نے تو مہربانی کر دی اس
پر اللہ مہربانی کرے گا جیسا کہ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

«اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا اَهْلَ الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ
فِي السَّمَاءِ»

[ابو داؤد، کتاب الادب]

''جو (بندوں اور جانوروں) پر رحم کرنے والے ہیں اللہ رحمان ان پر رحم فرمائے گا چنانچہ تم زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو۔ تم پر وہ اللہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔''

اے محسن کش! تیرے محسن نے تجھ پر دین کا احسان کیا۔ دنیا کا کوئی احسان کیا...... یہ تیرا محسن ہے۔ بتلا اس کی محسن کشی کرتا ہے تو تجھ سے بڑھ کر بداخلاق کون ہوگا؟ سب سے بڑے تیرے محسن تیرے ماں باپ ہیں۔ تیرا استاذ ہے ان کی محسن کشی اور نمک حرامی کر کے تو نے اخلاق کی دھجیاں اڑا دیں...... اب تیرا کیا بنے گا......؟ جلدی سے توبہ کر لے اور ابوداؤد، کتاب الادب میں میرے حضور ﷺ کا فرمان سن لے!

''بدخلق اور بدمزاج جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تکبرانہ چال چلنے والا۔''

اچھا اخلاق اور جنت:

قیامت کا دن ہے۔ اعمال کا وزن ہو رہا ہے۔ اخلاق کا وزن بھی ہوگا۔ اس کا وزن کتنا ہوگا۔ ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے۔ ترمذی کتاب البر میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ))

''قیامت کے دن مومن کے ترازو میں حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی شے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔''

قارئین کرام! خوش قسمت ہیں اچھے اخلاق والے جو وزن کروا کے کامیاب ہو گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ترمذی کتاب البر میں ہے۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

'' إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَ أَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا ''

''تم لوگوں میں سے جو لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں اور قیامت کے دن تم سب سے بڑھ کر مجلس میں جو میرے قریب ہوں گے۔ وہ..... وہ لوگ ہوں گے جو تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر اخلاق میں اچھے ہوں گے۔''

قارئین کرام! آئیے ..... اب جنت میں خاص قسم کے محلات کا نظارہ کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر ان محلات کی عظمت و رعنائی اور حسن و زیبائش کا تصور ناممکن ہے۔ ترمذی، کتاب البر میں ہے۔ میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ ان کے ظاہر کو ان کے باطن سے دیکھا جائے گا اور ان کے باطن کو ان کے ظاہر سے دیکھا جا سکے گا۔ ایک دیہاتی اٹھا اور پوچھنے لگا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ محل کس کے لیے ہوگا؟ فرمایا:

((لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ، وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ اَدَامَ الصِّیَامَ وَ صَلّٰی لِلّٰہِ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ))

''یہ اس کے لیے ہے جس کی گفتگو دلربا ہو۔ کھانا کھلاتا ہو۔ روزے رکھنے کا عادی ہو، رات کو اس وقت اللہ کی خاطر نماز پڑھتا ہو جب لوگ سو رہے ہوں۔''

قارئین کرام! اچھے اخلاق والا جنت کے محل میں پہنچ گیا۔ اب محل والی بھی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اچھے اخلاق کے بدلے میں ایک خاص الخاص محل والی بھی عطا فرمائے گا۔ دیکھئے ترمذی میں کتاب البر اور ابوداؤد میں کتاب الادب کا نظارہ ..... خلق عظیم کے مالک میرے حضور ﷺ نے بتلایا:

((مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَہٗ دَعَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنْ اَیِّ الْحُوْرِ الْعِیْنِ شَاءَ))

''جو غصے کو پی گیا اس کے باوجود کہ وہ غصے پر عملدرآمد کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ حور عین میں سے جونسی حور چاہے پسند کر لے۔“

قارئین کرام! حسن اخلاق کے سلسلہ میں پیارے حضور ﷺ کا ایک اور فرمان ہے امام ابو داؤد، کتاب الادب میں لائے ہیں ملاحظہ ہوں حسن اخلاق کے موتی جو جھڑے ہیں میرے حضور ﷺ کے دہن مبارک سے..... فرمایا:

﴿ اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ اِنْ كَانَ مُحِقًّا وَ بِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَ اِنْ كَانَ مَازِحًا وَ بِبَيْتٍ فِي اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ ﴾

”میں ایک محل لے کر دینے کا ذمہ دار ہوں جو جنت کی ایک سائیڈ پر ہوگا اور یہ اس شخص کے لیے ہوگا جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔ جنت کے درمیان میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں اس شخص کے لیے جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ یہ جھوٹ مزاق میں ہی کیوں نہ ہو...... جنت کے ایک اعلیٰ مقام میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں اور یہ اس شخص کے لیے ہوگا جس نے: ”حَسَّنَ خُلُقَهُ“ اپنے اخلاق کو خوبصورت بنا لیا۔“

ارے خاکے بنانے والو! دیکھو! یہ ہیں میرے حضور ﷺ کے اخلاق۔ جی ہاں! یہ ہیں مناظر میرے حضور ﷺ کے اخلاق کے اور سنو! جب تمہارے بڑوں نے میرے حضور ﷺ کو گالیاں دیں۔ اور جواب میں میرے حضور ﷺ نے دعائیں دیں تو تب میرے اللہ نے اپنے حبیب اور خلیل جناب محمد کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم: ٤]

”کیا شک ہے کہ آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔“

حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی لاڈلی اور پیاری بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا بھی اپنی بیٹی سے بے حد پیار کرتی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر تھے اور مالدار تھے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ناز و نعم میں پلی تھیں۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے بتلایا:

(شادی سے پہلے) میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ (جناب جبریل علیہ السلام) تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں لپیٹ کر لائے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں۔ حضور ﷺ! یہ تمہاری بیوی ہیں۔ میں نے تیرے چہرے سے پردہ ہٹایا تو وہ تو تھی ..... یہ دیکھ کر میں کہنے لگا۔ اگر یہ اللہ کی طرف سے فیصلہ ہے تو وہ اس خواب کو پورا کردے گا۔"

جی ہاں! پیغمبر کا ہر خواب اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ میں نبوت کے آخری سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاری بیٹی کا نکاح حضور نبی کریم ﷺ سے کر دیا۔ پھر جب مسلمان مدینہ منورہ میں ہجرت کر گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علاقائی تبدیلی کی وجہ سے بخار ہو گیا جس کی وجہ سے قدرے کمزور ہو گئیں۔ چنانچہ ابو داؤد کتاب الطب میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

> ''میری والدہ نے چاہا کہ میں موٹی تازہ ہو جاؤں تاکہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے گھر بھیجا جا سکے مگر مجھے ان کی خواہش کے مطابق فائدہ نہ ہوا تو انھوں نے مجھے ککڑی (خود رو نمکین خربوزہ) اور کھجور ملا کر کھلایا تو اس سے تو میں خوب موٹی تازی ہو گئی۔"

جی ہاں! مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہو گئی اور پھر مدینہ کی ساری زندگی میرے حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواج مطہرات کے ساتھ گزار دی۔

آپ ﷺ نے ہر قابل ذکر قبیلہ کے اندر شادی کی۔ یوں سارا عرب آپ ﷺ کا رشتہ دار بن گیا۔ اسلام کے پھیلنے میں اس رشتہ داری نے اہم کردار ادا کیا..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات میں واحد کنواری خاتون تھیں باقی سب بیوہ اور مطلقہ تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت تھی لیکن ظاہری سلوک سب کے ساتھ یکساں تھا۔

اپنے رب کی جانب:

آپ ﷺ جب بیمار ہوئے تو بیماری کے آخری دنوں میں آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت لے لی کہ اب وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی ٹھہریں گے۔ ہر ایک کے پاس روزانہ تشریف لے جانے کی سکت نہ تھی۔ صحیح مسلم، کتاب السلام میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ!

''ہم میں سے جب کوئی انسان بیمار ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اپنا دائیاں ہاتھ مبارک اس پر پھیرتے اور فرماتے۔''

« أَذْهِبَ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا »

''اے لوگوں کے پروردگار! بیماری دور فرما دے، شفا دے دے۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کہیں شفا نہیں ہے۔ ایسی تندرستی عطا فرما دے کہ کوئی مرض باقی نہ چھوڑے۔''

اب جب اللہ کے رسول ﷺ بیمار ہوئے پھر بیماری زور پکڑ گئی تو میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑا! اور ارادہ کیا کہ یہی دعا پڑھوں اور آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم اطہر پر پھیر دوں تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور یوں کہا :

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاجْعَلْنِيْ مَعَ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى»

"اے خدا! مجھے معاف کر دے اور مجھے اعلیٰ ترین دوستوں (جبرائیل، میکائیل، اور انبیاء کرام) کے پاس لے چل۔"

حضرت عائشہ ؓ بتاتی ہیں کہ پھر جو میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ تو جا چکے تھے۔

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ کو لینے والے آ گئے تھے۔ اب ہاتھ پھیرنے اور دم کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ لہٰذا میرے حضور ﷺ نے جلدی سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور اپنے اللہ کے پاس چلے گئے... کچھ عرصہ بعد ہماری روحانی ماں حضرت صدیقہ کائنات ؓ بھی چلی گئیں... میرے حضور ﷺ صدیقہ کائنات ؓ کے ساتھ جنت الفردوس کے اعلیٰ ترین محلات میں ہیں... ہم لوگوں کے لیے قیامت تک کے لیے اخلاق کے ایسے نمونے چھوڑ گئے ہیں کہ انسانیت ان نمونوں کو اپنائے گی تو فرشتہ سیرت بن جائے گی... منہ موڑے گی تو درندوں سے بھی بدعادت بن جائے گی۔

اے محبانِ رسول ﷺ! میں نے اپنے قلم سے اپنے حضور ﷺ کی پاک سیرت کے جو منظر و سین قلمبند کیے ہیں۔ یہ جواب ہے خاکے بنانے والی اس گستاخ دنیا کو جس نے ہمارے دلوں کو غم و اندوہ سے دوچار کر دیا... میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے مولا عزوجل کی مدد سے اس قرض کو چکا دوں جو عالم اسلام کے ذمہ ہے... ایک ادنیٰ سا محب رسول ﷺ کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔ اس کا فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں... اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور ﷺ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہوں... آئیے! میرے ساتھ دعا میں شامل ہو جائیے!

سجدۂ شکر اور دعا

میرے اللہ، میرے مولا عزوجل تبارک و تعالیٰ

تو رحمان ہے، منان ہے اور تو حنان بھی ہے

لج پال بھی تو ہے اور غم ٹال بھی تو ہے

محمد کریم ﷺ تیرے حبیب بھی ہیں اور خلیل بھی ہیں

وہ ہمیں بتلاتے ہیں!

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ

وَ هُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ

[ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ]

''سجدے کی حالت میں جب بندہ ہوتا ہے

اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے

لہٰذا سجدے میں بہت زیادہ مانگا کرو

اے اللہ! تیرے پیارے حبیب ﷺ پھر یوں کیا کرتے تھے:

((اَنَّهٗ كَانَ اِذَا جَآءَهٗ اَمْرُ سُرُوْرٍ اَوْ بُشِّرَ بِهٖ خَرَّ سَاجِدًا لِلّٰهِ))

[ابو داؤد، کتاب الجہاد]

''جب ان کے پاس خوشی کی خبر آتی

یا آپ ﷺ کو بشارت دی جاتی تو آپ ﷺ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے

سجدے میں گر جاتے۔"

اے اللہ! بس تیری ہی توفیق سے یہ کتاب مکمل ہوئی ہے

میں تیری سرکار میں آ گیا ہوں

میں تیرے دربار میں گر پڑا ہوں

میں تیری جناب میں سجدہ ریز ہو گیا ہوں

میں نے تیرے آستانے پہ ماتھا رکھ دیا ہے

میں نے چوکھٹ پہ پیشانی خاک آلود کر دی ہے

میں نے ناک زمین پر رگڑ دی ہے

اے اللہ! تیرے پیارے حبیب جناب محمد کریم ﷺ نے بتلایا ہے:

مَثَلُ الْقَلْبِ مَثَلُ الرِّيشَةِ تُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ بِفَلَاةٍ

[ابن ماجہ، کتاب السنۃ]

"دل کی مثال (پرندے کے) ایک پر کی سی ہے

جسے چٹیل میدان میں ہوائیں الٹا پلٹا رہی ہوں۔"

میرے مولا! یہ دل جس قدر بھی الٹے پلٹے!

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن

ہاتھوں سے میرے دامنِ افلاک نہ چھوٹے

ہاں ہاں! میرے مولا...... تیرے مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کے رویے

نگاہوں کے سامنے رہیں

آنکھوں سے اوجھل ہونے نہ پائیں

نظر ہٹنے نہ پائے

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾
[آل عمران : ۸]

"رب ہمارے! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دینا، اپنی جناب سے رحمت عطا فرما دینا۔ کیا شک ہے کہ داتا تو ہی ہے"

ہم فقیر ہیں
مانگنے والے گدا ہیں
تجھ سے ہی مانگتے ہیں
اس طرح مانگتے ہیں جس طرح حبشہ کا بلال رضی اللہ عنہ مانگتا تھا
مدینہ منورہ کی ایک خاتون نے بتلایا ہے
اس خاتون کا تعلق انصار کے قبیلے بنو نجار سے ہے
کہتی ہیں:
مسجد (نبوی) کے گرد جو گھر تھے
میرا گھر ان گھروں میں سب سے اونچا تھا
حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی گھر کی چھت پہ فجر کی اذان کہتے تھے
وہ سحر کے وقت ہی یہاں آ کر بیٹھ جاتے تھے
صبح صادق کو دیکھتے رہتے تھے
جونہی سحر کی سفیدی نمودار ہوتی
وہ اسے دیکھتے اور انگڑائی لیتے
پھر کہتے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُكَ اَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ اَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ
[ابو داؤد، کتاب الصلاۃ]

اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں

قریش کے معاملے میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں

وہ تیرے دین کو قائم کرنے والے بن جائیں

اس گھر کی مالکن انصاری خاتون کہتی ہیں۔

یہ جملے کہہ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان شروع کر دیتے

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں

مجھے نہیں معلوم کہ بلال رضی اللہ عنہ نے

کسی رات بھی ان کلمات کو چھوڑا ہو

اے اللہ! ہم بھی دعا کرتے ہیں

تیرے حبیب ﷺ کے بلال رضی اللہ عنہ کی طرح

تیرے حضور فریاد کرتے ہیں

ظلم و زوال کی رات لمبی ہو گئی

اسلام کا سپیدۂ سحر نمودار کر دے

امریکیوں کو اسلام کا پاسبان بنا دے

یورپ کے گوروں کو دین کا انعام دے دے

آسٹریلیا کو پیارے محمد ﷺ کا والا و شیدا بنا دے

اللہ اللہ! اتنی دیر نہ کرنا کہ آس اور امید کا دھاگہ ٹوٹ جائے

پیارے مصطفیٰ ﷺ کی آواز آتی ہے

ابن ماجہ کے صفحات سے آتی ہے

"کتاب السنۃ" کے دروازے سے آتی ہے

ضَحِكَ رَبُّنَا مِنْ قُنُوطِ عِبَادِهِ وَ قُرْبِ غِيَرِهِ

''ہمارا رب اپنے بندوں کی ٹوٹتی امید پر ہنستا ہے

کیونکہ اس کی جانب سے حالات کی تبدیلی قریب ہوتی ہے

میرے مولا! ہم مان گئے

تیرے پیارے حبیب ﷺ کی بات پر ایمان لے آئے

اللہ! اب دنیا تبدیل کردے

حضور ﷺ کی پر رحمت سیرت کو دنیا کا سائبان بنا دے

دھوپ سے بچا لے

تپتی لو سے میرا رخسار بچا لے

اسلام کی ایسی بادِ نسیم چلا دے

جو پیار سے میرا گال تھپتھپا دے

وہ دیکھو! ایک قافلہ مدینہ کی جانب چلا آرہا ہے

اس قافلے کا منظر صحیح بخاری کے صفحات پر نظر آرہا ہے

حضور ﷺ اونٹنی پہ سوار ہیں

اونٹنی کا نام ''عضباء'' ہے

کوئی نہیں جو اس سے آگے بڑھ جائے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں

ایک دیہاتی اونٹ دوڑاتا آگے بڑھ گیا

عضباء پیچھے رہ گئی

صحابہ رضی اللہ عنہم نے برا منایا

مگر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا!

اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْفَعَ شَيْئًا

مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ [کتاب الرقاق]

شک وشبہ سے بالا یہ حقیقت ہے

اللہ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے

دنیا میں جو بھی عروج پہ جاتا ہے

اللہ اسے نیچا دکھا کے رہتا ہے

میرے اللہ! میں نے دیکھ لیا

تواضع کے دروازے سے جھانک کر میں نے

تیرے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے انکسار کو دیکھ لیا

میں قربان تیرے پیارے حبیب ﷺ پر

شاہِ مدینہ ہو کر جنھوں نے تواضع کا اظہار فرمایا

رہتی دنیا تک تیرے دستور سے ہمیں آگاہ کر دیا

میرے مولا! تیرے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے فرمان نے

میری امیدوں کو جوان کر دیا

میرے حوصلوں کو جلا بخش دیا

عزم کو فولاد بنا دیا

ارادے کو کوہِ گراں بنا دیا

ہاں ہاں! تیرے اس پیارے نبی ﷺ کے فرمان نے

جو ارادوں کے اس قدر پکے تھے کہ!

صحیح مسلم میں ہر مسلم کے لیے یہ نمونہ ہے

وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ

آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پہ پٹی باندھی ہوئی تھی

یہ پٹی بھوک کی وجہ سے تھی

ہاں۔ اے اللہ! تیرے مصطفیٰ ﷺ کے ایسے پیروکاروں نے ہی

قیصر وکسریٰ کو تہہ و بالا کر دیا تھا

اے اللہ! پیٹ مبارک پہ بندھی پٹی نے

ہر دور میں ہر مسلم کو کوہِ گراں بنا دیا

تیرے حبیب ﷺ کی زندگی میں ہی

یہ وقت بھی آیا

مکے کے سارے مشرک قریشی مسلمان ہوئے

بلال رضی اللہ عنہ کی دعا بر آئی

تبھی تو وہ تیرے مصطفیٰ ﷺ کے ہمراہ کعبہ کے اندر گئے

ابن ماجہ کا "باب الملاحم" دیکھتا ہوں

اے اللہ! تیرے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے

إِذَا وَقَعَتِ الْمَلَاحِمُ

جب بڑی بڑی جنگیں ہوں گی

بَعَثَ اللّٰهُ بَعْثًا مِّنَ الْمَوَالِي

اللہ تو مسلموں کا ایک لشکر کھڑا کرے گا

هُمْ أَكْرَمُ الْعَرَبِ فَرَسًا

ان کے گھوڑے عرب کے بہترین گھوڑے ہوں گے

وَ اَخُوْذُہٗ بِسَلَاحُہَا

ان کا اسلحہ سب سے اعلیٰ ٹیکنالوجی کا حامل ہوگا

یُؤَیِّدُ اللّٰہُ بِہِمُ الدِّیْنَ

اللہ ان کے ذریعے سے دین کو طاقتور کردے گا

اے میرے مولا! میری اس کتاب کو

گستاخانہ خاکوں کے جواب کو

میرے حضور ﷺ کے رویے کو

ایک سبب بنا دے

ان لوگوں کے اسلام کا

جن کا پتا تیرے مصطفیٰ ﷺ نے بتایا ہے

میرے مولا! اک اور سجدۂ شکر تیرے دربار میں

تیرا اسلام کس قدر عظیم ہے

جو بھی اس کا پرچم اٹھا لے

تیرے حبیب محمد کریم ﷺ کی محبت واطاعت کا نعرہ لگا لے

وہ عربی ہو یا عجمی

امریکی ہو یا یورپی

افریقی ہو یا ایشیائی

کالا ہو یا گورا

سرخ ہو یا گندمی

ہر مسلم یہی کہے گا

یہ میرا بھائی ہے

اس لیے کہ اس نے کہہ دیا ہے

''محمد ﷺ ہمارے رسول ہیں۔''

اے اللہ! پھر میں کہہ دوں

ایسا کہنے والا بس اب آیا ہی چاہتا ہے

اک ذرا صبر کہ سیرت کا سائبان چھایا چاہتا ہے

﴿وَآخِرُ دَعْوٰهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾